انتخاب

الترغیب والترہیب

تالیف

الامام الحافظ ذکی الدین عبد العظیم المنذری

جلد دوم

ترجمہ و تشریح

از

جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب دہلوی

رفیق ندوۃ المصنفین

الناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

٢٩


میر محمد کتب خانہ مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ زیر نظر کتاب کی پہلی جلد کو اس نے حسنِ قبول سے نوازا، اہل علم اور اربابِ نظر نے اس کو قدر کے ہاتھوں سے لیا، اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا، متعدد اہل علم نے اپنے خطوط میں اور موقر جرائد نے اپنے تبصروں میں مرتب کی حیثیت و مرتبہ سے زیادہ اونچے الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا اللہ تعالیٰ اس دوسری جلد کو اور آنے والی بقیہ جلدوں کو بھی اسی طرح اور اس سے زیادہ مقبول بنائے۔

اس جلد میں نمبر ۱۹۱ سے نمبر ۵۲۰ تک ۳۳۰ حدیثیں آگئی ہیں، اس جلد میں بھی انہی تمام چیزوں کا لحاظ رکھا گیا ہے جن کا پہلی جلد میں تھا، البتہ:

(۱) تصحیح اور مقابلے کا اہتمام اس میں پہلے سے زیادہ ہوا ہے اور

(۲) احادیث کے حوالوں کے سلسلے میں شروع میں یہ معمول تھا کہ مرتب اگر کسی ماخذ کا اضافہ کرتا تو یا تو حاشیہ میں لکھ دیتا، یا حوالوں کے ساتھ ہی تکملہ کہہ کر لکھ دیتا مگر اس میں بعض دشواریاں تھیں، اس لیے اس جلد کے اواخر میں یہ امتیاز اٹھا دیا گیا، اور حاشیہ میں ترغیب کے نام کے ساتھ اس کتاب کا نام بھی لکھ دیا گیا جس کی مدد سے ہم نے حوالوں میں اضافہ کیا ہے، اس لیے اب حدیث کے اخیر میں حوالوں کے الفاظ مرتب ہی کے سمجھے جائیں۔

آدمی جتنا جتنا کام میں گھستا جاتا ہے اسی قدر کام کے سربستہ راز اس کے سامنے بے نقاب ہوتے جاتے ہیں اور اس کی گہرائیاں سامنے آتی رہتی ہیں، کتاب "الترغیب والترہیب" جتنی معروف ومشہور اور مرجع اہلِ فن ہے وہ ظاہر ہے اور جو کتاب جتنی زیادہ مقبول ہوتی ہے اسی قدر وہ بار بار چھپتی ہے اور عموماً اہلِ مطابع کی بے پروائیوں کی وجہ سے اسی قدر اس کی غلطیوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ گہرے مطالعہ اور مسلسل اشتغال سے ظاہر ہوا کہ اس کے جتنے ایڈیشن شائع ہوئے ہیں سب میں غلطیاں ہیں بالخصوص جو نسخے اس وقت مروج ہیں بے شمار اغلاط سے پُر ہیں، اور ایسی مخفی اور پیچیدہ غلطیاں کہ سیاق وسباق سے ذرا شبہ تک نہ ہو۔ مثال کے طور پر صحابہ کرامؓ اور تابعین کے ناموں میں جو غلطیاں ہیں یا ایک حدیث کے راوی کی جگہ دوسری حدیث کے راوی کا نام آگیا ہے یا حوالے میں کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اس کو مطالعہ کرنے والا کس طرح پکڑ سکتا ہے۔

مرتب کے سامنے اس طرح کی جب متعدد غلطیاں آئیں تو اس نے کتاب کے متعدد نسخے فراہم کیے اور ان سے مقابلہ کرکے دیکھا مگر جب بعض غلطیاں اکثر نسخوں میں پائی گئیں اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے یہ نسخے کافی نہ ہوئے تو پھر صرف ترغیب وترہیب ہی کے مختلف نسخوں کی مراجعت پر اکتفا کرنے کے بجائے ہر ہر حدیث کو مختلف مآخذ سے مقابلہ کرنے اور اسماء رجال واحوال صحابہ پر مختلف کتابوں سے تحقیق کرنے کا اہتمام والتزام کیا۔

اسی دوران خدا کے فضل سے ایک اہم قلمی نسخے تک رسائی ہوئی اور صفحہ ۲۱۶ پر حدیث نمبر ۳۶۵ سے چند مطبوعہ نسخوں اور اس قلمی نسخے سے ہر حدیث کے ایک ایک لفظ کا باقاعدہ تصحیح ومقابلہ (ایڈیٹنگ) کرکے لکھنا شروع کیا اور جس نسخے کو ترجیح دی گئی عموماً اس کی تائید کسی اور مآخذ سے بھی فراہم کی گئی، اب امید ہے کہ کتاب کی جتنی حدیثیں اس انتخاب میں آگئی ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ امکانی حد تک ان میں اور ان کے راویوں اور مآخذ کے ناموں میں کوئی غلطی نہیں رہی ہے۔

اس تصحیح و مقابلہ کے دوران شدت سے یہ تقاضا محسوس ہوا، اور یہ خیال دل میں بار بار کروٹیں لیتا رہا کہ کاش! یہ کام اس کے صرف انتخاب پر نہیں بلکہ پوری کتاب پر ہوتا اور وہ مکمل اسی طرح ایڈیٹ ہوتی اور پورے اہتمام سے اس کی طباعت کا کوئی انتظام ہوتا۔

ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔

مقابلے کے دوران مرتب کے پیش نظر جو نسخے رہے ہیں ان کا تعارف درج ذیل ہے، چند نسخے ہمیں اور دستیاب ہوئے جو ان نسخوں کی بھی اصل ہیں[1] مگر یہ نسخے ہمیں اس جلد کے بالکل اخیر میں ملے اس لئے ان سے صرف چند ہی مقامات پر مراجعت ہو سکی، ان ذیل کے نسخوں کا درجہ صحت بھی علی الترتیب یہی ہے۔

(۱) قدیم قلمی نسخہ

کتابت جلی خوش خط، طلائی جدولوں سے آراستہ، سرخیاں تمام سرخ روشنائی سے، اعراب تمام منضبط، نام کاتب وسن کتابت ندارد، تقریباً نویں صدی ہجری کا اخیر ہے۔ یہ نسخہ علامہ محدث شیخ شہاب الدین البوصیری المتوفی ۸۴۰ھ کے سامنے پڑھا گیا ہے اور ان کے کسی شاگرد[2] نے دوران درس قیمتی تنبیہات و استدراکات نیز تعقبات کو قلم بند بھی کیا ہے لیکن یہ حواشی اس نسخے پر خود تلمیذ بوصیری کے قلم سے نہیں بلکہ اس سے منقول ہیں[3] شیخ شہاب الدین البوصیری کی اہمیت جلیل القدر محدث ہونے کے علاوہ ترغیب و ترہیب کے سلسلے میں یوں اور زیادہ ہے کہ انہوں نے ترغیب کے زوائد لکھے ہیں[4]۔

---

[1] واضح رہے کہ جس نسخے کو ہم نے کسی نسخے کی اصل کہا ہے وہ اپنے طور پر پورے طرح مقابلہ کرنے کے بعد کہا ہے خود ان نسخوں نے اپنی اصلوں کا پتہ نہیں دیا ہے۔ [2] نام معلوم نہ ہو سکا۔

[3] جیسا کہ ورق ۹۹ اور ۱۰۳ سے ظاہر ہوتا ہے۔

[4] دیکھیے مقدمہ انتخاب الترغیب والترہیب ص ۵۲ تا ۵۴

اس لیے انہیں اس کتاب کو بہت گہری نظر سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اسی وجہ سے میرے نزدیک ترغیب و ترہیب کا یہ نسخہ نہایت صحیح اور معلوم نسخوں میں سب سے زیادہ قابلِ اعتماد ہے، بعض مقامات جن کو میں نے آٹھ آٹھ مطبوعہ نسخوں میں غلط پایا اس میں درست نکلے

اس نسخہ کا اشارہ ق ہے۔

(۲) نسخہ مطبع فاروقی دہلی سنہ ۱۲۹۹ھ[1] بحکم والیۂ بھوپال نواب شاہجہاں بیگم، بڑی تقطیع کے سات سو نو (۷۰۹) صفحات، اخیر میں ۳۲ صفحات کا غلط نامہ ہے۔[2] دورانِ طباعت بھی اور اس کے بعد بھی اس نسخے کی صحت کا خاصا اہتمام کیا گیا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے التاج المکلل میں منذری کے حالات کے ضمن میں اس نسخے کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ اس وقت ۱۲۹۰ھ میں والیہ بھوپال نواب شاہجہان بیگم کی طرف سے الترغیب والترہیب کی طباعت کا حکم صادر ہوا ہے۔[3]

اس نسخے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اس کتاب کا دنیا بھر میں سب سے پہلا اڈیشن ہے، مصر میں اس کتاب کے بہت سے اڈیشن چھپے مگر سب بعد کے ہیں۔ اس نسخے سے موقع بہ موقع جہاں کام لیا پورا نام فاروقیہ لکھا ہے۔

(۳) نسخہ مطبع نظامی دہلی سنہ ۱۳۱۷ھ برحاشیہ مشکوٰۃ المصابیح۔

ضخامت ۴۰۵ صفحات، یہ نسخہ مذکورہ بالا نسخۂ فاروقی سے نقل ہے۔ نقل کرنے سے پہلے اس کے غلط نامے کی مدد سے اس کو درست کر لیا گیا ہے صرف چند مقامات پر مطبع کے نسخۂ فاروقی کے متن والے نسخے کے مقابلہ میں اس کے حاشیے کے نسخے کو ترجیح دی ہے جیسا کہ ان دونوں

---

[1] اس نسخے کے سرورق پر یہی سن درج ہے مگر اس کی طباعت کی تکمیل ۱۳۰۳ھ میں ہوئی ہے جیسا کہ اس کے خاتمے سے ظاہر ہوتا ہے، غالباً اسی لیے مستشرق فاضل یوسف الیان سرکیس (JOSEPH ELIAN SARKIS) نے معجم المطبوعات العربیہ والمعربۃ" کالم ۱۷۰۲ (سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء مصر) میں اس کا سن طبع ۱۳۰۳ھ لکھا ہے۔ [2] ایضاً ص ۷۰۹۔ [3] التاج المکلل ص ۳۴۰ مطبع صدیقی بھوپال سنہ ۱۲۹۹ھ

کے مقابلے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا اشارہ ن ہے۔

(۴) نسخہ پنجابی پریس[۱] لاہور ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء۔ مع ترجمہ نفلی اردو بین السطور از مولوی حافظ سید یاسین علی صاحب حسنی نظامی ۔ کتب خانہ اسلامیہ مسجد چینیاں والی، لاہور۔ تعداد صفحات جلد اول ۵۵۲۔

یہ نسخہ نسخہ ۲ سے اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ اکثر مقامات پر نسخہ ۲ کے غلط نامے سے اس کی تصحیح بھی نہیں کی گئی ہے۔ اس لیے مطبعی اغلاط اور ترکے تک ہو بہو نقل ہو گئے ہیں۔ صرف چند مقامات پر نسخہ فاروقی کے غلط نامے کی ہدایت کے مطابق ہے۔ شروع میں کچھ دور تک شاید کوئی اور نسخہ بھی پیش نظر رہا ہے۔ بحیثیت مجموعی اغلاط بہت ہیں۔ اس کا اشارہ ل ہے۔

(۵) نسخہ محمد علی صبیح، میدان الازہر مصر، ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ، چار جلد، کل ضخامت مع فہرست ۲۰۰۶ صفحات، اس کی اصل نسخہ عیسی البابی الحلبی مصر ۱۳۲۹ھ ہے، جیسا کہ مقابلہ سے اور غلطیوں تک میں اس کی مطابقت سے ظاہر ہوتا ہے، ناشر کا بیان ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے۔ مگر پھر بھی غلطیاں بہت ہیں۔ اس کا اشارہ ص ہے۔

(۶) نسخہ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۷۳ھ (طبع دوم)

اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۵۵ھ میں مختلف ضخامت کی پانچ جلدوں میں چھپا تھا، دوسرے ایڈیشن میں برابر ضخامت کی چار جلدیں کر دی گئیں۔ صفحات کی مجموعی تعداد ۲۴۰۶ شروع میں ۳۲ صفحہ کا مقدمہ ہے۔

اس نسخے پر شیخ مصطفی بن محمد عمارہ مصری کا حاشیہ بھی ہے۔ جس کا تعارف مقدمہ میں

---

[۱] ٹائیٹل پر لکھا ہے "پنجابی پریس لاہور میں چھپی" اور جلد اول کی ختم پر باسیک لائن میں مرکنٹائل پریس لاہور میں چھپا، لکھا ہے۔ مہتمم طباعت دونوں جگہ ابو نظام الدین ہی کا نام ہے۔

آچکا ہے[۱] اس نسخے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پہلی بار اعراب اور وقفوں کی علامتوں کا اہتمام کیا گیا ہے احادیث پر نمبرات ڈالے گئے ہیں اور ہر حدیث نئی سطر سے شروع کی گئی ہے۔

اس کے محشی و مصحح کے بیان کے مطابق ان کے پیش نظر کئی قلمی نسخے رہے ہیں[۲] اور علاوہ محشی کے اور بھی متعدد افراد نے اس کی تصحیح کی ہے مگر حق یہ ہے کہ اس میں بے شمار غلطیاں ہیں، یہ نسخہ اکثر و بیشتر بلکہ اکثر اغلاط میں بھی نسخہ مذکورہ ۳ کے مطابق ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اولاً اسی نسخہ ۳ سے نقل کیا گیا ہے اور بعد میں تصحیح کے دوران بوقت ضرورت قلمی نسخوں سے مدد لی گئی ہے۔

یہی نسخہ ہے جو اس باقاعدہ مقابلہ سے پہلے پیش نظر رہا تھا اس کا اشارہ ح ہے۔

(۷-۸) ان نسخوں کے علاوہ کتاب کا ایک انتخاب و اختصار بھی سامنے رہا ہے جو حافظ ابن حجر عسقلانی کے قلم سے ہے یہ مالی گاؤں سے "انتقاء الترغیب والترہیب" کے نام سے شایع ہوچکا ہے۔ مرتب کے پیش نظر یہ اور اس کا ایک قلمی نسخہ دونوں میں مطبوعہ کا حوالہ لفظ "انتقاء" سے ہے اور قلمی نسخہ کا "مخ" سے، دونوں کا تعارف مقدمہ میں آچکا ہے[۳]۔

محمد عبداللہ طارق دہلوی

۲۲ر جمادی الثانیہ ۱۳۹۵ھ

۳ر جولائی ۱۹۷۵ء

---

[۱] دیکھئے مقدمہ انتخاب الترغیب والترہیب ص ۵۱۔ [۲] مقدمہ ترغیب از محشی ص ہ

[۳] دیکھیے مقدمہ انتخاب الترغیب والترہیب ص ۵۰-۵۱

فہرست مضامین

انتخاب الترغیب والترہیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت کی نماز

انسانی فطرت کا یہ خاصہ ہے کہ جو کام انسان تنہا کرتا ہے اور کوئی خارجی تقاضا بھی اسکی طبیعت پر اس کا نہیں ہوتا تو عموماً کمزور ارادے کے لوگ اس کام کی پابندی نہیں کر پاتے، لیکن وہی کام اگر ایک وقت کی پابندی اور ایک مخصوص کیفیت اور چند لوگوں کے باہمی اشتراک کے ساتھ وابستہ ہو تو کمزور سے کمزور ارادے کے لوگوں کو بھی اس میں آملنا آسان ہو جاتا ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے میں ایک بڑا راز یہی ہے کہ اس طرح نماز کی پابندی تنہا پڑھنے کے مقابلے میں بہت آسان ہو جاتی ہے، ورنہ تجربہ ہے کہ جو لوگ جماعت سے رہ جاتے ہیں عموماً ان کی بروقت نماز بھی مشکل ہی سے ہو پاتی ہے۔ اور وہ نماز ہی سے رہ جاتے ہیں۔

پھر اس کے علاوہ جماعت کے ذریعہ نماز اور توجہ الی اللہ کا ایک نورانی ماحول، ایک فریضہ کی ادائیگی پر ہر ایک کا دوسرے کے لیے گواہ بننا، اس بہانے بستی اور محلہ کے افرادِ امت کا یکجا جمع ہونا اور ایک دوسرے سے ملنا، ایک حکمِ الٰہی پر تمام وجودِ دین کا بیک آواز حرکت میں آنا اور ان جیسے اور بہت سے وہ فوائد ہیں جو سوائے جماعت کے کسی اور طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

اسی کے ساتھ ساتھ فرشتوں جیسی نورانی مخلوق کی ہم نشینی اور نماز کے اجر وثواب میں اضافہ ہونا بجائے خود اس کے روحانی واُخروی فوائد ہیں۔

جماعت کی اہمیت :-

(۱۹۱) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال من سرّہ ان یلقی اللہ غداً مسلماً فلیحافظ علی ھؤلاء الصلوات حیث ینادٰی بھن فان اللہ تعالیٰ شرع لنبیکم صلی اللہ علیہ وسلم سنن الھدی وانھن من سنن الھدی ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف فی بیتہ لترکتم سنۃ نبیکم، ولو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم، ـــ وفیہ انہ قال ـــ ولقد رایتنا وما یتخلف عنھا الا منافق معلوم النفاق ولقد کان الرجل یوتی بہ یھادی بین الرجلین حتی یقام فی الصف۔

(رواہ مسلم وابوداود والنسائی وابن ماجۃ)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے یہ آرزو ہو کہ وہ کل (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہو کر ملے تو اسے چاہیے کہ وہ ان (پانچوں) نمازیں (اسی مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہو۔ کیونکہ بلاشبہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے کچھ ہدایت کی راہیں متعین کی ہیں اور یہ (پانچوں نمازیں) بھی انہی ہدایت کی راہوں میں سے ہیں اور اگر تم فلاں پیچھے رہنے والے آدمی کی طرح اپنے گھروں ہی میں نمازیں ادا کرنے لگو گے تو اپنے نبی کے طریقے سے ہٹ جاؤ گے اور اگر تم نے اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دیا تو ضرور گمراہ ہو جاؤ گے ـــ انھوں نے فرمایا ـــ ہم نے تو (دورِ نبوی میں) یہ دیکھا ہے کہ نماز کی جماعت سے کوئی کھلا ہوا منافق ہی پیچھے رک جاتا ہو ورنہ جو (کمزور اور بیمار) آدمی دو آدمیوں

کے سہارے سے بھی مسجد میں آسکتا تھا اسے بھی لاکر صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔"

تشریح :-

اس حدیث کے ابتدائی الفاظ خاص توجہ کے مستحق ہیں کہ جو شخص آخرت میں مسلمان بن کر خدا سے ملنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ صرف نماز پڑھ لینے پر اکتفا نہ کرے بلکہ اسے جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے جو نقشہ دور رسالتؐ کا دکھایا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اور تمام صحابۂ کرامؓ کے یہاں جماعت کا کس قدر غیر معمولی اہتمام تھا کہ جس کا شمار مسلمانوں میں ہوتا ممکن تھا کہ وہ جماعت کی صف میں کھڑا ہوا نظر نہ آئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم جب کسی کو فجر اور عشاء میں غیر حاضر پاتے تو اس کے متعلق بدگمانیاں کرنے لگتے تھے[1] یعنی یہ کہ یہ مسلمان بھی ہے یا نہیں۔

(۱۹۲) وعن جابر رضی اللہ عنہ قال اتی ابن ام مکتوم النبیَّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان منزلی شاسِع وانا مکفوف البصر وانا اسمع الاذان قال فان سمعت فاَجب ولو حبوًا او زحفًا۔

(رواہ احمد وابویعلی والطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی رجال الطبرانی موثقون کلہم[2])

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (نابینا صحابی حضرت) عبداللہ بن ام مکتومؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! میرا گھر (مسجد سے) دور ہے اور میں اندھا آدمی

لہ رواہ الطبرانی فی الکبیر والبزار وابن خزیمہ فی صحیحہ قال الہیثمی رجال الطبرانی موثقون۔ (الترغیب ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۰ -)

[1] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۲۔

ہوں، اور اذان کی آواز مجھے پہنچتی ہے (تو میں کیا کروں؟) آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اذان کی آواز سنتے ہو تو (نماز کو) آیا کرو خواہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے یا چوتڑوں کے بل گھسٹنا پڑے۔"

تشریح:۔

ارشادِ نبوی کا مقصد یہ ہے کہ جب تم مسجد کے اتنے قریب رہتے ہو کہ اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے تو پھر اتنی بڑی فضیلت کو کیوں چھوڑتے ہو، جیسے بھی ہو مسجد میں آکر جماعت سے نماز پڑھا کرو ــــ اس سے اندازہ کیجیے کہ ایک نابینا آدمی کے لیے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے تو ایک صحیح تندرست آدمی جس کو خدا نے آنکھوں کی دولت سے بھی نوازا ہے باآسانی وہ مسجد میں حاضر ہو سکتا ہے پھر وہ کوتاہی کرے تو کس قدر محرومی اور بدقسمتی کی بات ہے۔

(١٩٣) وعن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم من سمع النداء فلم يمنعه من اتباعه عذرٌ قالوا وما العذر؟ قال خوف او مرض لم تقبل منه الصلوة التی صلّٰی۔

(رواه ابوداؤد وابن حبان فی صحيحه والدارقطنی[1])

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے (مؤذن کی) پکار سنی اور اس پر عمل کرنے سے کوئی (جائز) عذر بھی مانع نہ تھا (اور پھر وہ جماعت میں حاضر نہ ہوا) تو اس کی وہ نماز (جو اس نے بغیر جماعت کے پڑھی ہے) قبول نہیں ہو گی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا (جان، مال یا آبرو کا) خوف یا بیماری۔"

[1] الترغیب، مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۶، مشکوٰۃ ابن عباسؓ، مرقاۃ ج ۱ ص ۳۵، مظاہر حق ج ۱ ص ۲۵۱، تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۴۳۔

تشریح :-

نماز کی اصل ادائیگی جماعت ہی کے ساتھ ہوتی ہے، بلکہ مذکورہ بالا قسم کی روایات کی بنا پر بعض سلف تو یہ فرماتے تھے، جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور بہت سے صحابہ کرامؓ شامل ہیں کہ بغیر شرعی مجبوری کے تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز ہی نہیں ہوتی لیکن جمہور علمائے اُمت کی رائے تمام احادیث کو سامنے رکھنے کے بعد یہ ہے کہ فرض کی ادائیگی تو ہو جائے گی لیکن اس نماز پر جو اجر و ثواب ملتا اس سے محرومی رہے گی گویا اس نماز کا یہ فائدہ تو ہوگا کہ یہ شخص بے نمازی نہ شمار کیا جائے اور نماز چھوڑنے کا جو عذاب ہے اس سے محفوظ رہے لیکن اس نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو جائے! ایسا نہیں ہوگا۔

غور کیجئے تھوڑی سی کوتاہی اور بے توجہی کی وجہ سے ہم اپنا کتنا بڑا نقصان کر لیتے ہیں۔

جماعت کی فضیلت :-

(۱۹م) عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ الرجل فی جماعۃ تضعف علی صلاتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمسا وعشرین ضعفا۔

(الحدیث رواہ البخاری ومسلم)

• حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی وہ نماز جو اس نے جماعت سے پڑھی ہو اپنے گھر اور اپنے بازار (دکان) میں پڑھی ہوئی (تنہا) نماز سے پچیس گنا بڑھی ہوئی ہے۔[۹]

[۹] الترغیب والترہیب میں ترک حضور الجماعۃ بغیر عذر ص ۲۷۵ ج ۱۔

(۱۹۵) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلاۃ الجماعۃ افضل من صلاۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز تنہا نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے۔"

(۱۹۶) وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل صلاۃ الرجل فی الجماعۃ علی صلاتہ وحدہ بضع وعشرون درجۃ۔

(رواہ احمد باسناد حسن وابویعلی والبزار والطبرانی)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز تنہا نماز سے کچھ اوپر بیس درجہ بڑھی ہوئی ہے۔"

تشریح:۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی تنہا نماز پڑھتا ہے وہ اپنا ۲۶ چھبیس گنا نقصان کرتا ہے۔ حالانکہ جماعت کے اہتمام میں تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں کوئی خاص محنت و مشقت نہیں ہے بس ذرا وقت پر مسجد میں پہنچنے کی بات ہے اور اتنی سستی سے ہم لوگ اتنا بڑا نقصان کر لیتے ہیں۔

شروع کی دو روایتوں میں جو پچیس اور ستائیس کا فرق ہے۔ اس تیسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اصل بحث کسی مخصوص تعداد کی نہیں ہے بلکہ تخمینہ سے بتانا مقصود ہے کہ اکیلی نماز کے مقابلے میں جماعت کی نماز کا مرتبہ یہ ہے ——— تاہم علماء نے اس پچیس اور ستائیس کے فرق کی بہت سی توجیہیں کی ہیں جن میں سب سے زیادہ دل کو یہ بات

لگتی ہے کہ یہ فرق نمازیوں کے حالات و کیفیات کے فرق کی وجہ سے ہے۔ ہر شخص کا خشوع و خضوع اور توجہ الی اللہ یکساں مرتبہ کی نہیں ہوتی، چنانچہ ایک دوسری روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ کر چلا بھی جاتا ہے حالانکہ اس کے نام پر نماز کا کل دسواں حصہ لکھا جاتا ہے۔ کسی کا نواں، کسی کا آٹھواں، ساتواں، اسی طرح آپ نے آدھے تک بیان فرمایا[1] تو جس طرح کوتاہیوں کی وجہ سے اس حدیث میں اصل نماز میں بھی کمی ہوجانا بیان ہوا ہے، اسی طرح خشوع و خضوع کے اہتمام کی وجہ سے نماز کے درجات میں ترقی بھی ہوتی ہے اور جس طرح یہاں لوگوں کی کوتاہیوں کے بہت سے درجات بیان فرمائے گئے ہیں توجہ اور اہتمام میں بھی ظاہر ہے کہ لوگوں کا یہی حال ہے۔

(۱۹۷) وعن عثمان رضی اللہ عنہ انہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من توضأ فاسبغ الوضوء ثم مشی الی صلاۃ مکتوبۃ فصلاھا مع الامام غفر لہ ذنبہ۔

(رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ)

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور کامل وضو کیا پھر فرض نماز کے لیے گیا اور امام کے ساتھ نماز پڑھی اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔"

آدمی جماعت کے ارادے سے مسجد میں پہنچا اور وہاں جماعت ہو چکی تھی تو؟

(۱۹۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضاء فاحسن وضوئہ ثم راح فوجد الناس قد صلوا اعطاہ اللہ مثل اجر من صلاھا وحضرھا لا ینقص ذلک من اجورھم

[1] رواہ ابوداؤد والنسائی عن عمار بن یاسرؓ — الترغیب ج ۱ ص ۱۴۱۔

شیئاً۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی والحاکم وصحہ مسلم ابوداؤد نحوہ عن سعید بن المسیب عن رجل من الانصار)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اچھی طرح پورا پورا وضو کیا پھر (مسجد میں) گیا اور وہاں دیکھا کہ نماز ہو چکی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو انہی لوگوں کے برابر ثواب عطا فرمائے گا جنہوں نے (پہلے سے) حاضر ہو کر (جماعت کے ساتھ) نماز پڑھی ہے اور اس سے ان جماعت سے نماز پڑھنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی"۔

تشریح :-

اللہ تعالیٰ کے یہاں نیت کی اچھائی یا برائی کا بہت اعتبار ہے، یہ شخص چونکہ جماعت سے ہی نماز پڑھنے کے لیے تیار ہو کر آیا تھا اور جماعت کے حاصل کرنے کے لیے جس کوشش کی ضرورت تھی وہ اس نے پوری کر لی تو اس نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی۔ اب یہ اتفاق کی بات ہے کہ جماعت ہو چکی ہے اس لیے اس شخص کو اس کوشش کا ثواب یقیناً ملے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ایسے وقت میں جائے کہ جماعت ملنے کی امید ہو ــــ اس سے ایک بات یہ بھی سمجھ میں آ گئی کہ صرف اس اندیشے کی وجہ سے جانے سے نہ رک جانا چاہیے کہ معلوم نہیں کہ جماعت ملے یا نہ ملے اس لیے کہ اگر وقت ہے اور جماعت کے وقت میں آدمی مسجد پہنچ گیا تو اگر اتفاق سے جماعت نہ بھی ملے تب بھی اجر کا مستحق تو ہو ہی جائے گا۔

امام کے ساتھ تکبیرِ اولیٰ سے شریک رہنے کا اجر و ثواب

(۱۹۹) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی للہ اربعین یوماً فی جماعۃ یدرک التکبیرۃ الاولیٰ کتب لہ براءتان براءۃ من النار و براءۃ من النفاق۔

(رواہ الترمذی وروی نحوہ ابن ماجۃ عن عمر بن الخطابؓ)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے لیے چالیس دن تک جماعت کے ساتھ اس طرح نماز پڑھی کہ (امام کے ساتھ) پہلی تکبیر سے شریک رہا تو اس کے لیے دو آزادیاں لکھدی گئیں۔ جہنم سے آزاد ہونا اور نفاق سے بری ہونا۔

تشریح :۔

جماعت میں شرکت کا ثواب تو آدمی کو ایک دو رکعت میں شریک ہو جانے پر بھی مل جاتا ہے، لیکن جماعت کی مکمل شرکت اسی کو قرار دیا جائے گا کہ جب امام نماز کی نیت باندھے تو مقتدی اسی کے ساتھ ساتھ نیت باندھے، اس طرح اگر ایک شخص چالیس دن تک بلاناغہ پابندی کرلے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے مذکورہ بالا دو خوش خبریاں ملتی ہیں۔

ہر چیز کا ایک نصاب (کورس) ہوتا ہے، جس طرح جسمانی بیماریوں میں علاج کے مختلف کورس ہوتے ہیں جن کی پابندی پر بہت فوائد و منافع کی امید ہوتی ہے اسی طرح روحانی علاج میں چالیس کا کورس بہت مجرب اور کامیاب کورس ہے! اور اس کا پابندی سے نباہ لینا کچھ مشکل کام نہیں ہے صرف ذرا سی ہمت اور وقت کی پابندی کی ضرورت ہے۔

بڑی جماعت کی فضیلت

(۲۰۰) عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً الصبح فقال اشاھد فلان ؟ قالوا لا، قال اشاھد فلان؟ قالوا لا، قال ان ھاتین الصلاتین اثقل الصلوات علی المنافقین ولو تعلمون ما فیھما لاتیتموھما ولو حبوا علی الرکب وان الصف الاول علی مثل صف الملائکۃ ولو علمتم ما فضیلتہ لابتدرتموہ وان صلاۃ الرجل مع الرجل ازکی من صلاتہ وحدہ وصلاتہ مع الرجلین ازکی من صلاتہ مع الرجل وکلّ ما کثر فھو احب الی اللہ عزوجل۔

(رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہما والحاکم۔ وقد جزم یحیی بن معین والذھلی بصحۃ ھذا الحدیث)

"حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمیں فجر کی نماز پڑھانے کے بعد پوچھا: "فلاں موجود ہے؟" لوگوں نے جواب دیا "نہیں!" آپ نے پھر کسی دوسرے کا نام لے کر) پوچھا "فلاں موجود ہے؟" لوگوں نے کہا "نہیں!" آپ نے ارشاد فرمایا "یہ دو نمازیں (عشا اور فجر) منافقین پر بڑی گراں ہیں۔ اور اگر تم لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ان دونوں میں کیا (خصوصی) اجر و ثواب ہے تو تم ان میں ضرور پہنچ کر رہو خواہ تمہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے" اور بلاشبہ آدمی کی وہ نماز جو کسی دایک) آدمی کے ساتھ (باجماعت) پڑھی جاتی ہے وہ تنہا نماز پڑھنے سے بہت بہتر ہے، اور جو نماز دو آدمیوں کے ساتھ پڑھی جائے وہ اس نماز سے بڑھی ہوئی ہے جو ایک آدمی کے ساتھ پڑھی جائے۔ اور شریک ہونے والوں میں جس قدر بھی زیادتی ہوگی اسی قدر (وہ نماز) اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوگی"

تشریح :-

آدمی کو جب کسی کام سے قلبی لگاؤ نہ ہو اور محض کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے کر رہا ہو تو جب موقع لگتا ہے یا کوئی تھوڑی سی رکاوٹ پیش آجاتی ہے تو وہ اسے چھوڑ بیٹھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ آرام کی نیند اور نرم بستر چھوڑ کر فجر کی نماز میں شریک ہونا ان کے لئے آسان نہیں، اس لئے انہی کے نام لیے جو غیر حاضر ہوسکتے تھے اور وہی غیر حاضر نکلے، اس ارشاد نبوی سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوگئی کہ عشاء اور فجر کی جماعت میں شریک نہ ہونا ایک ایسا گناہ ہے جس کی توقع

کسی مؤمن کامل سے نہیں ہوسکتی۔

جماعت نام ہے ایک سے زائد لوگوں کے جمع ہونے کا لہذا لوگوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی جماعت کا مفہوم اتنا ہی زیادہ کامل و مکمل ہوگا اس لیے محلہ کی مسجد کے علاوہ جہاں کہیں دوسری جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہو، یا سفر میں کہیں نماز با جماعت پڑھی جائے تو کوشش اس بات کی ہونی چاہیے کہ جماعت میں نمازیوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو ——— البتہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے محلہ کی مسجد کا حق مقدم ہے[1]۔

جنگل بیابان میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب

(۲۰۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلاۃ فی الجماعۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ فاذا صلاھا فی فلاۃ فاتم رکوعھا وسجودھا بلغت خمسین صلاۃ۔

رواہ ابوداؤد والحاکم وصححہ وروی ابن حبان بنحوہ عنہ قال العینی فی البنایہ شرح الھدایہ اسناد الحدیث جید وقال العزیزی اسنادہ صحیح[2])

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اجر و ثواب پچیس نمازوں کے برابر ہوتا ہے لیکن جو نماز جنگل بیابان میں پڑھی جائے اور اس کا رکوع بھی اچھی طرح ادا ہوا اور سجدہ بھی تو وہ نماز پچاس نمازوں (کے برابر) پہنچ جاتی ہے"۔

تشریح:-

ایک شخص جب سفر میں ہے اور سفر بھی جنگل بیابان کا تو ایسے میں اسے جماعت کی نماز کا میسر آنا تو مشکل ہے، اب جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پھر بہت توجہ اور اہتمام سے

---

[1] رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۷۔ [2] الترغیب و تدبیر الفلک فی حصول الجماعۃ بالجن والملک ص ۲۳ للعلامۃ عبدالحی اللکنوی۔ والسراج المنیر ج ۲ ص ۳۶۱ و ص ۳۷۰۔

نماز ادا کرتا ہے تو یہ ایک ایسے لق ودق بیابان کو نماز اور یادِ الٰہی سے آباد کرتا ہے جہاں کبھی خدا کا نام نہیں لیا جاتا۔

جماعت کے بیان کے شروع میں عرض کیا گیا تھا کہ جماعت کے نظام سے نماز کا ایک ماحول پیدا ہو جاتا ہے اور اس طرح بہت سے کاہل اور کمزور ارادہ لوگوں کے لیے بھی نماز کا پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک شخص نماز اور نماز کے ماحول سے بہت دور چٹیل میدان میں جو نماز کا اہتمام کر رہا ہے جہاں سوائے خدا کے کوئی اسے دیکھنے والا نہیں نماز کا پڑھنا اور نہ پڑھنا، ٹھیک ٹھیک پڑھنا یا جلدی جلدی پڑھنا یہ سب دیکھنے والا صرف خدائے احکم الحاکمین ہے۔ یہاں نماز کا صحیح صحیح ادا کرنا یقیناً بہت قوی ایمان والے کا ہی کام ہے اور یقیناً یہاں خشوع اور خضوع اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا استحضار بھی نسبتاً زیادہ ہوگا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس نماز کی بہت قدر ہے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے جنگل میں ادا کی جانے والی نماز جماعت کی نماز سے بڑھی ہوئی ہے۔

عشاء اور فجر باجماعت ادا کرنے کا خصوصی اہتمام

(۲۰۲) عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی العشاء فی جماعۃ فکانما قام نصف اللیل ومن صلی الصبح فی جماعۃ فکانما صلی اللیل کلہ۔

(رواہ مالک ومسلم واللفظ لہ)

"حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھ لی وہ گویا آدھی رات نماز میں مشغول رہا اور جس نے فجر کی نماز (بھی) جماعت کے ساتھ ادا کرلی اس نے (بحیثیت مجموعی) گویا پوری رات نماز پڑھی"

(۲۰۳) وعن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی الصبح فی جماعۃ فھو فی ذمۃ اللہ تعالیٰ۔

(رواہ ابن ماجہ باسناد صحیح)

"حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی وہ اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں ہے۔"

تشریح :- نمازیں تو سبھی پابندی سے جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئیں لیکن عشار اور فجر کی حاضری چونکہ اور نمازوں کے مقابلہ کسی قدر مشکل ہے اس لیے اس کی خاص تاکید فرمائی گئی ہے، اور ظاہر ہے کہ جو شخص ان دو نمازوں میں حاضر ہو سکتا ہے وہ یقیناً اور نمازوں میں بھی ضرور حاضر ہو سکتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بار فجر کی نماز کے بعد نمازیوں پر نظر ڈالی تو سلیمان بن ابی حثمہ کو غیر حاضر پایا۔ نماز سے فارغ ہو کر بازار کی طرف چلے۔ سلیمان کا گھر راستہ ہی میں پڑتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی والدہ "شفار" سے کہا کہ "آج فجر میں سلیمان نظر نہ آئے!" بولیں "وہ رات بھر نماز پڑھتا رہا تھا اس لیے آنکھ لگ گئی" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے تمام رات کھڑے نماز پڑھتے رہنے کے مقابلہ میں فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ پسند ہے۔[1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ فجر کی نماز باجماعت پڑھنے میں تہجد سے بھی زیادہ ثواب ہے اسی لیے علمار نے لکھا ہے کہ اگر شب بیداری کی وجہ سے فجر کی نماز باجماعت میں حرج ہو تو شب بیداری چھوڑ دینا بہتر ہے۔[2]

[1] رواہ مالک (الترغیب)۔ [2] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۰۱ (نول کشور ۱۹۰۰ء)

بغیر کسی عذر کے جماعت چھوڑ دینے پر وعید

(۲۰۴) وعن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ثلاثۃ فی قریۃ ولا بدوٍ لا تقام فیھم الصلاۃ الا قد استحوذ علیھم الشیطان فعلیکم بالجماعۃ فانما یاکل الذئب من الغنم القاصیۃ

(رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحھما والحاکم وزاد رزین فی جامعہ "وان ذئب الانسان الشیطان اذا خلا بہ اکلہ)

"حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں بھی کسی بستی یا ڈیرے[1] میں تین آدمی ہوں اور وہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھتے ہوں تو یہ بات یقینی ہے کہ ان پر شیطان مسلّط ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تم اپنے لیے جماعت کی پابندی ضروری سمجھو کیوں کہ بھیڑیا اسی بکری کو اپنا لقمہ بناتا ہے جو (گلہ سے) دور ہو جاتی ہے۔"

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے:۔

"اور انسان کا بھیڑیا شیطان ہے، جب وہ اسے تنہا پاتا ہے اپنا لقمہ بنا لیتا ہے۔"

تشریح:۔

چند افراد کے مجموعہ ہی کا نام دراصل جماعت ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً دس آدمیوں کی الگ الگ طاقت سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے جب وہ دس اکٹھے ہو جائیں گے تو ان کی طاقت صرف دس گنا ہی نہیں ہو گی بلکہ اس سے بہت زیادہ ہو گی اور پھر اس جماعت کا ہر ہر فرد اپنے مجموعے سے بے شمار فائدے حاصل کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے

---

[1] حدیث شریف میں "بَدْوٌ" کا لفظ ہے اور "بدو" یا "بادیہ" دراصل خانہ بدوش قبائل کی وہ آبادی کہلاتی ہے۔ جہاں وہ عارضی طور پر پڑاؤ کر لیتے ہیں راقم الحروف کے خیال میں اس کے لئے مناسب لفظ "ڈیرہ" ہی ہو سکتا ہے۔

کہ ایک شخص اگر ایک نماز کو پچیس یا ستائیس بار بھی پڑھے تب بھی جماعت کا ثواب نہیں پا سکتا اس لیے کہ جماعت میں بہت سے وہ فائدے بھی ہیں جو تنہا پڑھنے میں کسی طرح حاصل ہو ہی نہیں سکتے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جہاں کہیں تین آدمی بھی موجود ہوں وہ جماعت کے ساتھ ہی نماز پڑھیں ورنہ نماز پڑھنے کے باوجود وہ الگ الگ ہونے کی وجہ سے شیطانی حملے سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

(۲۰۵) وعن معاذ بن انس رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلاۃ فلا یجیبہ۔

(رواہ احمد والطبرانی وفیہ زبان بن فائد قال الہیثمی ضعفہ ابن حبان ووثقہ ابو حاتم[1])

"حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم اور سراسر ظلم ہے، کفر ہے اور منافقت ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کے لیے پکارتے سنے اور اس پر لبیک نہ کہے۔"

تشریح:۔

غور کیجیے کہ ایک عام آدمی بھی اگر کسی کو بلائے تو انسان کا اخلاقی فرض ہو جاتا ہے کہ اس کی پکار کا جواب دے اور جہاں احکم الحاکمین رب العالمین پکار رہا ہو اور ہر نماز کے وقت کئی کئی بار پکارے اور آدمی سن کر پھر ٹال دے تو اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور اس شخص کا یہ طرز عمل یقیناً ایک مومن کا طرز عمل نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ حرکت بلاشبہ از قسم کفر و نفاق ہے۔

حدیث میں "منادی اللہ" کا لفظ خاص توجہ کے قابل ہے کہ مؤذن خواہ کوئی معمولی انسان

---

[1] الترغیب و مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۱ و ص ۴۲۔

ہو لیکن اب اس کی آواز کی حیثیت ایک عام انسانی آواز کی نہیں بلکہ اب وہ خدا کا منادی ہے اور اس کی بات کا نہ ماننا در اصل خدا کی آواز کا نہ سننا ہے۔

(۲۰۶) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد ھممت ان آمر فتیتی فیجمعوا لی حزمًا من حطب، ثم آتی قومًا یصلّون فی بیوتھم لیست بھم علۃ فاحرقھا علیھم ــــ فقیل لیزید ـ ھو ابن الاصم الجمعۃ عنیٰ او غیرھا؟ قال صُمّتا[1] اذنای ان لم اکن سمعت ابا ھریرۃ یاثرہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یذکر جمعۃ ولا غیرھا۔ (رواہ مسلم وابوداؤد وابن ماجہ)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے جی میں آتا ہے کہ اپنے کچھ نوجوانوں سے کہوں کہ وہ لکڑیوں کے گٹھر جمع کر کے مجھے دیں۔ پھر میں ان لوگوں کے یہاں جاؤں جو بغیر کسی عذر کے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور پھر ان کے گھروں کو ان لوگوں سمیت جلا ڈالوں ــــ حدیث کے راوی یزید بن الاصم سے کسی نے سوال کیا کہ اس سے مراد جمعہ کی نماز ہے یا عام نمازیں مراد ہیں؟ یزید بن الاصم نے کہا میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے ابوہریرہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نقل کرتے نہ سنا ہو۔ اور انھوں نے جمعہ یا غیر جمعہ کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔"

تشریح :-

خدا کی پناہ! کس قدر سخت وعید ہے اور کتنا غصہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں پر جو بغیر کسی مجبوری کے جماعت سے رُک جاتے ہیں اور اس ارشاد کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مجسم رحم و شفقت نبی کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہو رہے

[1] صمّ ق ن، ل ص ؟ ح ـ صُمّتا

ہیں جس کی مسلمانوں سے شفقت و محبت کی تعریف اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں کی ہے
بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ التوبہ آیت ۱۲۹) اور مسلمان تو مسلمان خود اپنی جان
کے دشمن کافروں کے لیے جو نبی بد دعا کرنا گوارا نہ کرے ایسے رحم مجسم نبی نے اتنے سخت الفاظ
یقیناً بہت ہی زیادہ غصہ اور ناپسندیدگی کی وجہ سے فرمائے ہیں۔

نفل نماز گھر میں ادا کرنے کی فضیلت :۔

(۲۰۷) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
اجعلوا من صلاتکم فی بیوتکم ولا تتخذوھا قبوراً۔

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نماز اپنے گھروں کے لیے بھی مقرر کرلو، انھیں
قبریں (ہی) نہ بنا دو۔"

(۲۰۸) وعن جابر ھو ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہما قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قضی احدکم الصلاۃ فی مسجدہ فلیجعل
لبیتہ نصیباً من صلاتہ فان اللہ جاعل فی بیتہ من صلاتہ خیراً۔

(رواہ احمد ومسلم وابن ماجہ، ورواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ عن ابی سعید، والدارقطنی۔
فی الافراد عن انس[۱])

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی (فرض) نماز سے فارغ
ہو جائے تو اپنی (بقیہ) نمازیں سے کچھ حصہ گھر کے لیے بھی باقی رکھے۔ کیونکہ
اللہ تعالیٰ گھر میں نماز پڑھنے کی وجہ سے اس کے لیے بہتری عطا فرماتا ہے۔"

---

[۱] الترغیب، الجامع الصغیر۔

تشریح:-

نماز میں اللہ تعالیٰ نے جو خیر و برکت رکھی ہے اس سے گھر کو محروم نہیں رکھنا چاہیئے۔ گھر میں نماز پڑھنے میں خیر و برکت بھی ہے اور اس سے گھر کی عورتوں اور بچوں پر بھی بہت اچھا اثر پڑتا ہے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جو کچھ بھی دیکھتے ہیں اس کا اثر مزوران کے ذہن پر نقش ہو جاتا ہے یہ چیز آئندہ ان کی عملی زندگی میں بہت مفید ہوتی ہے۔

اور قبر نہ بنا دینے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح قبرستان ویران اور عبادت الٰہی سے خالی ہوتا ہے ایک آباد مسلم گھرانا ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔

لیکن امت مسلمہ کے نبض شناس علماء صالحین کا فیصلہ اب عام مسلمانوں کی غفلت اور کوتاہی کی بنا پر یہ ہے کہ سنتیں مسجد ہی میں ادا کر لی جائیں اس لیے کہ مسجد کے صالح ماحول سے نکلنے کے بعد گھر جا کر اندیشہ ہے کہ سنتیں ادا نہ ہو سکیں[1]

البتہ اس حدیث شریف پر عمل کی صورت یہ ہے کہ سنن غیر مؤکدہ (یعنی نوافل) گھر آکر پڑھ لیے جائیں۔ اور ان کے علاوہ حسب توفیق تہجد اشراق اور اوابین وغیرہ کے ذریعہ بھی اپنے گھر کو آباد رکھا جائے۔

(۲۰۹) وعن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما صلاۃ الرجل فی بیتہ فنور فنوروا بیوتکم۔

(رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ واحمد وابن ماجۃ[2])

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا نور ہے، لہٰذا تم اپنے گھروں کو نورانی بنا دو۔"

---

[1] معارف السنن ج ۴ ص ۱۱۱، مولفہ محترم مولانا محمد یوسف صاحب بنوری (مطبوعہ کراچی ۱۳۹۵ھ)۔

[2] الترغیب والجامع الصغیر (ج ۱ ص ۲۱۸۔ السراج المنیر)۔

(۲۱۰) وعن رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُراہ رفعہ قال فضل صلاۃ الرجل فی بیتہ علی صلاتہ حیث یراہ الناس کفضل الفریضۃ علی التطوع۔

(رواہ البیہقی قال المنذری واسنادہ جید ان شاء اللہ تعالیٰ ورواہ الطبرانی فی الکبیر من صہیب بن النعمان مرفوعاً من غیر شک وفیہ محمد بن مصعب القرقسانی قال الہیثمی ضعفہ ابن معین وغیرہ ووثقہ احمد وقال العزیزی اسنادہ حسن[1])

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کی وہ نماز جو گھر (کی تنہائی) میں پڑھی جائے، لوگوں کے سامنے پڑھی ہوئی نماز کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے نفلوں کے مقابلہ میں فرض۔"

تشریح:-

نماز خدا کی بارگاہ میں بندے کی مناجات اور سرگوشی ہے اور ایک سچے عاشق کو جب اپنے محبوب و مطلوب سے سرگوشی کا موقع میسر آجائے تو جتنا تنہا سے تنہا اور لوگوں کی نظروں سے دور ہو اتنا ہی بہتر ہے۔ آدمی کی توجہ بھی اس میں پوری طرح سمٹی ہوئی رہتی ہے اور خلوص بھی اس میں زیادہ ہوتا ہے ـــــ البتہ فرض نماز بلکہ تمام اسلامی فرائض خدا اور بندے کے باہمی تعلقات کے علاوہ اسلامی معاشرہ کا بھی اہم جزو ہیں اس لیے فرائض میں شریعت نے اس چیز کو مقدم نہیں رکھا بلکہ اس کا ادا کرنا سرعام علی رؤس الاشہاد ہی بہتر سمجھا ہے بس اسی کے ساتھ ساتھ جتنا ممکن ہو ذہن کو متوجہ کرنے اور اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ فرض نماز گھر میں ادا کرنے میں اگر زیادہ خشوع و خضوع حاصل ہوتا ہو تب بھی اس کا جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنا ضروری ہے۔

---

[1] الترغیب و مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۷، و السراج المنیر ج ۳ ص ۲۱۔

نماز کا انتظار

(۲۱۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال احدکم فی صلاۃ ما دامت الصلاۃ تحبسہ لا یمنعہ ان ینقلب الی اھلہ الا الصلوٰۃ۔

(رواہ البخاری فی اثناء حدیث ومسلم)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی جبتک نماز کی وجہ سے رکا ہوا ہے اس وقت تک وہ مسلسل نماز ہی میں ہے (یعنی) اسے گھر جانے سے سوائے نماز کے کوئی اور چیز نہیں روک رہی ہے۔"

تشریح:۔

ایک شخص نماز کے لیے مسجد میں گیا اور نماز میں ابھی دیر ہے اور یہ انتظار میں بیٹھ گیا، تو چونکہ اس کے یہاں ٹھہرے رہنے کا سبب صرف نماز ہے اس لیے اس کے انتظار کا اجر بھی وہی ہے جو نماز پڑھنے کا ہے۔

اسی طرح ایک شخص ایک نماز پڑھ چکا اور دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے تو ان دو نمازوں کے درمیان کا پورا وقفہ اجر و ثواب میں نماز ہی کے برابر ہے، آگے جو روایات آرہی ہیں وہ اسی دوسری قسم کے انتظار کے بارے میں ہیں۔

(۲۱۲) وعن عبد اللہ بن عمرو[1] رضی اللہ عنہما قال صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المغرب فرجع من رجع وعقب من عقب فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرعاً قد حفزہ النفس قد حسر عن رکبتیہ، قال ابشروا

---

[1] میرے ناقص نسخہ اور صبیح میں "عمر" بلا واؤ ہے اور یہ غلط ہے۔ صحیح "عبد اللہ بن عمرو" واؤ کے ساتھ ہے جیسا کہ نقائص مدیہ لاہوری "انتقادہ" اور اصل سنن ابن ماجہ میں ہے۔ اور اسی طرح ق میں ہے۔

هذا ربكم قد فتح بابًا من ابواب السماء يباهي بكم الملائكة يقول انظروا الى عبادي قد قضوا فريضة وهم ينتظرون اخرى۔

(رواہ ابن ماجۃ ورواتہ ثقات)

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مغرب کی نماز ادا کی (نماز کے بعد) کچھ لوگ تو چلے گئے اور کچھ (مسجد ہی میں) بیٹھے رہ گئے۔ اتنے میں (کچھ دیر بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی تیزی سے تشریف لائے، آپ کا سانس پھولا ہوا تھا اور (لنگی) سمیٹ کر گھٹنوں پر سے پکڑ رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ، تمہارے پروردگار نے ابھی ابھی آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا ہے۔ وہ خوش ہو کر فرشتوں کے سامنے فخر کے ساتھ تمہارا تذکرہ فرما رہا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو! ایک فریضہ ادا کر چکے ہیں اور اب دوسرے کے انتظار میں ہیں۔"

(۲۱۳) وعن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اسباغ الوضوء فی المکارہ واعمال الاقدام الی المساجد وانتظار الصلاۃ بعد الصلاۃ یغسل الخطایا غسلا[1]۔

(رواہ ابو یعلی والبزار باسناد صحیح والحاکم وھو علی شرط مسلم)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ناگواریوں میں وضو پورا پورا کرنا، مسجدوں کی طرف قدموں کا کثرت سے حرکت میں لانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا گناہوں کو پوری طرح دھو ڈالتا ہے۔"

تشریح:۔ نماز کے بعد اگر آدمی اسی جگہ بیٹھا رہا اور ذکر، تلاوت اور دعا وغیرہ میں

[1] سلہ سلفا من فی۔

لگا رہا تب تو انتظار صلاۃ کے علاوہ مسجد کے پاکیزہ ماحول اور ذکر و تلاوت کا بھی فائدہ حاصل ہوا لیکن اگر اپنے کام میں بھی مشغول ہو گیا اور دل میں نماز کا خیال لگا رہا تب بھی یہ انتظار صلوٰۃ ہی میں شمار ہو گا۔

نماز کا انتظار کرنے والوں کے لیے فرشتوں کی دُعا

(۲۱۴) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یخرج من بیتہ متطہراً حتّٰی یاتی المسجد فیصلی فیہ مع المسلمین او مع الامام ثم ینتظر الصلوٰۃ التی بعدھا الا قالت الملائکۃ اللّٰھمّ اغفرلہ اللّٰھمّ ارحمہ۔ الحدیث۔

(رواہ ابن ماجۃ وابن خزیمۃ۔ وابن حبان فی صحیحہا واللفظ لہ والدارمی فی مسندہ)

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بھی شخص اپنے گھر سے باوضو مسجد کے لئے نکلتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ (باجماعت) نماز پڑھتا ہے اور اس کے بعد آئندہ نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے اس کے لیے فرشتے یہ دعا کرتے ہیں:۔

اللّٰھمّ اغفرلہٗ اللّٰھمّ ارحمہٗ "اے اللہ اس کی مغفرت فرما اس پر رحم فرما۔"

فجر اور عصر کا خصوصی اہتمام

(۲۱۵) عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی البردین دخل الجنۃ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

"حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو ٹھنڈی نمازوں کا اہتمام کر لیا وہ جنت میں (گویا)

داخل ہوگیا۔

(۲۱۶) وعن ابی زھیرۃ[1] عمارۃ بن رویبۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لن یلج النار احد صلی قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا یعنی الفجر والعصر۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابوزہیر بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہوگا جو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے نماز پڑھتا ہوگا، یعنی فجر اور عصر۔

تشریح :۔

احادیث میں تاکید پانچوں ہی نمازوں کی بار بار وارد ہوئی ہے، لیکن ان دو نمازوں میں عموماً سستی ہوجاتی ہے اس لئے اس کو خاص طور پر بیان فرمایا گیا ہے فجر میں آرنیند کا غلبہ ہوتا ہے، اُٹھتے اُٹھتے اور ضروریات سے فارغ ہوکر مسجد پہنچتے پہنچتے بھی بہت سوں کی ایک آدھ رکعت نکل ہی جاتی ہے۔ اس لئے اس کے اہتمام کے لئے بہت سویرے اُٹھنا ضروری ہوتا ہے اور عصر کا وقت بہت مشغولی اور دن بھر کے پھیلے ہوئے کام کو سمیٹنے کا ہوتا ہے اس وقت میں نماز کے لئے حاضر ہوجانا کچھ تھوڑی سی ایمانی قوت اور ارادے کی پختگی چاہتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جو شخص ان دو دشوار وقتوں کی پابندی کرسکتا ہے یقیناً بقیہ تین نمازوں کا ادا کرنا اس کے لئے اور بھی آسان ہے۔

اس کے بعد حدیث نمبر ۱۷۷ کی تشریح بھی ملاحظہ فرمالیں۔

(۲۱۷) وعن ابی بصرۃ الغفاری رضی اللہ عنہ قال صلی

[1] کذا فی النسخ وفی الاصابۃ ابوزہیرۃ ۱۲ من ق۔ ن ل وکذا فی المشکوۃ واسماء رجال المشکوۃ ورياض الصالحین والجامع الصغیر وعامۃ المراجع وفی ع ص زہیر وفی الاصابۃ رویبۃ براء بعد ھا وبعد ہ واللہ اعلم ۱۲ ملا علی

بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العصر بالمخمص وقال ان هذہ الصلاۃ عرضت علی من کان قبلکم فضیعوها ومن حافظ علیها کان له اجرہ مرتین ۔ الحدیث ۔

(رواہ مسلم والنسائی)

حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخمص[1] میں عصر کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد ارشاد فرمایا یہ نماز تم سے پہلی اُمت کو بھی دی گئی تھی لیکن انھوں نے اس کو ضائع کر دیا اور جو شخص اس کی پابندی کرے گا اسے دوہرا اجر ملے گا۔

(۲۱۸) وعن ابی هریرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یتعاقبون فیکم ملائکة باللیل وملائکة بالنهار و یجتمعون فی صلاۃ الفجر وصلاۃ العصر ثم یعرج الذین باتوا فیکم فیسالهم ربهم ــــــ وهو اعلم بهم[2] ــــــ کیف ترکتم عبادی ؟ فیقولون ترکناهم وهم یصلون واتیناهم وهم یصلون ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے پیچھے تمہارے پاس کچھ فرشتے دن کو اور کچھ رات کو آتے رہتے ہیں اور وہ فجر اور عصر کی نمازوں میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر (فجر کے بعد) وہ فرشتے (آسمانوں پر) چلے جاتے ہیں جنھوں نے تمہارے ساتھ رات گذاری تھی، ان سے ان کا پروردگار پوچھتا ہے ــــــ حالانکہ

[1] ایک راستہ کا نام ہے ۔ الترغیب۔ [2] ق: بکم

وہ ان بندوں کے حالات سے خوب واقف ہے ۔۔۔۔۔ کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم نے انھیں نماز ہی پڑھتے چھوڑا ہے اور نماز ہی پڑھتے ہیں وہ ملے تھے۔

تشریح :۔

انسانوں کے ساتھ اس دنیا میں دن رات فرشتوں کی ایک بھاری تعداد رہتی ہے جو باری باری بدلتے رہتے ہیں ۔ خدائے علیم وخبیر جو کائنات کے ایک ایک ذرے کا مکمل تفصیلی علم ہر وقت اور ہر آن رکھتا ہے، اس نے اپنی مصلحتوں کے تحت یہ نظام بھی قائم فرما رکھا ہے کہ بندوں کے اعمال کی رپورٹ فرشتے پہنچایا کریں۔

ابن خزیمہ کی ایک روایت میں اخیر میں یہ بھی ہے کہ پھر یہ فرشتے درخواست کرتے ہیں کہ فاغفر لهم يوم الدين یعنی اے اللہ! قیامت کے دن ان کی مغفرت فرمادے۔

(۲۱۹) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الذی تفوته صلاة العصر فکانما وُتِرَ اهلهُ و مالهُ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کا مال و دولت اور بال بچے سب کچھ لٹ گیا۔

تشریح :۔

دینی نقصان کا کوئی اندازہ دنیوی نقصان سے نہیں لگایا جا سکتا۔ تاہم ایک صاحب ایمان کو اس کا رنج و ملال اتنا ہی یا اس سے بھی کچھ زائد ہونا چاہئے جتنا ایک دنیادار کو اپنے اس نقصان کا ہو سکتا ہے۔

فجر اور عصر کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہنے کا اجر و ثواب :۔

(۲۲۰) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی الصبح فی جماعة ثم قعد یذکر الله حتی تطلع الشمس. ثم صلی رکعتین کانت له کاجر حجة وعمرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تامة تامة تامة۔

(رواه الترمذی وقال حسن غریب ورواه الطبرانی عن ابی امامة بمعناه واسناده جید

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی پھر بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکل آیا پھر دو رکعت نماز پڑھی تو اس کا ثواب ایک حج اور ایک عمرے کی برابر ہوگا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ پورا پورا، پورا (یعنی کامل ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملے گا)۔

(۲۲۱) وعنه رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لان اقعد اصلی مع قوم یذکرون الله تعالیٰ من صلاة الغداة حتی تطلع الشمس احب الی من ان اعتق اربعة من ولد اسماعیل ولان اقعد مع قوم یذکرون الله من صلاة العصر الی ان تغرب الشمس احب الی من ان اعتق اربعة۔

(رواه ابوداود وابویعلی وزاد فی الآخر من ولد اسماعیل دیة کل واحد منهم اثنا عشر الفا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ میں فجر کی نماز سے سورج نکلنے تک ایسے لوگوں کے ساتھ

بیٹھوں جو یاد خدا میں لگے ہوئے ہوں یہ مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے کہ
میں اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں۔ اور (اسی طرح)
عصر سے لے کر سورج ڈوبنے تک میں اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ شریک
رہوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی
اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں ——— اور ایک روایت میں اسی
کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ان غلاموں میں سے ہر ایک کی قیمت بارہ ہزار ہو۔

تشریح :۔

غلام کا آزاد کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اور ایک قیمتی اور شریف غلام آزاد کرنا
اور بھی زیادہ اونچی نیکی ہے۔ لیکن سید الانبیاء حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ یہ تھوڑی دیر ذکر کی محفل میں بیٹھنا مجھے ایسے چار غلام آزاد کرنے سے
زیادہ پسند ہے۔

یہاں ذکر کی محفل سے کوئی خاص محفل مراد نہیں، بلکہ خدا کی یاد جس مجلس میں بھی اکٹھے
ہو کر یا اپنے اپنے طور پر ہو رہی ہو وہ سب اللہ کی یاد کرنے والے ہیں، اور ان کے ساتھ
بیٹھ کر خدا کی یاد میں لگنے سے آدمی اس اجر کا مستحق ہو جائے گا۔ مثلاً کہیں قرآن مجید کی
تفسیر بیان ہوتی ہے یا حدیث شریف کی کوئی مستند کتاب پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ یا
لوگ الگ الگ بیٹھے تلاوت کلام اللہ یا ذکر و دعا میں مصروف ہیں یہ سب یاد الہٰی
کی محفلیں ہیں۔

(۲۲۲) وعن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال کان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الفجر تربع فی مجلسہ حتی تطلع
الشمس حسناً۔ (رواہ مسلم وابوداود والترمذی والنسائی)

لہ نزل حسناً۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو چار زانو ہو کر (آلتی پالتی مار کر) بیٹھ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سورج اچھی طرح نکل آتا تھا۔

تشریح:۔

اچھی طرح سورج نکل آنے کا مطلب یہ ہے کہ آبادی پر سورج کی کرنیں صاف نظر آنے لگیں اور یہ کیفیت سورج نکلنے کے اصل وقت سے تقریباً بیس منٹ بعد ہوتی ہے، یہی اشراق کا وقت ہے۔

امامت کی ذمہ داریاں اور اس کا اجر و ثواب:۔

(۲۲۳) عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من أمّ قومًا فان أتمّ فله التمام ولهم التمام وان لم يتم فلهم التما[1] وعليه الاثم۔

(رواه احمد واللفظ له وابو داؤد وابن ماجه والحاكم وصححه وابن خزيمه وابن حبان في صحيحيهما)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کچھ لوگوں کی امامت کی اور نماز کامل طریقے پر ادا ہوگئی تو اس کی بھی پوری لکھی جائے گی اور ان (مقتدیوں) کی بھی، اور اگر (کچھ) ناتمام رہ گئی تو لوگوں کی پوری ہوگئی اور (اس کمی کا) گناہ اس پڑھانے والے پر ہے۔

(۲۲۴) عن عبد الله بن عمرؓ رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ام قومًا فليتق الله وليعلم انهٗ

[1] من ن۔ل ح۔س والزوائد وفی ق عمرو۔

مثل الاجر من له كان احسن وان ضمن لمّا مسئول منا
اجر من صلی خلفه من غیر ان ینقص من اجورهم شیئاً وما
کان من نقص فهو علیه۔

(رواه الطبرانی فی الاوسط وفیہ معارک بن عباد قال الہیثمی ضعفہ احمد والبخاری وابوزرعۃ
والدارقطنی وذکرہ ابن حبان فی الثقات)[1]۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کی امامت کرے اسے چاہئے کہ
پرہیزگاری اختیار کرے اور یقین رکھے کہ وہ لوگوں کی نمازوں کا بھی ذمہ دار
ہے، اور اس سے اس ذمہ داری کے متعلق سوال ہوگا۔ اگر اس نے نماز
اچھی طرح پڑھائی تو اسے (اپنے اجر کے ساتھ) تمام مقتدیوں کے ثواب
کے برابر (اکیلے کو) ثواب ملے گا، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں
کوئی کمی کی جائے اور (اس نماز میں) جو کچھ کمی ہوگئی ہوگی اس کا بوجھ
تنہا اس امام پر رہے۔

تشریح :-

امام پوری جماعت کی نماز کا ذمہ دار اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گویا ان سب
کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ جس معاملہ میں وہ نمائندگی کر رہا ہے یعنی
نماز۔ اس میں وہ اور سب لوگوں سے بہتر ہونا چاہئے۔ اور چونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کا نائب ہے اس لئے اس کی زندگی نبی کریم کی زندگی سے جس قدر مشابہ ہوگی اور اتباع
سنت میں وہ جتنا بڑھا ہوا ہوگا اسی قدر وہ اس منصب کا اہل ہوگا۔

ہر امام کو اپنی ذمہ داری کا احساس پوری طرح رہنا چاہئے، اگر امام ان صفات

---

[1] من ق۔ ن۔ ل من دالزوائد و ذرح لمن [2] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۶ :

کا حامل ہے تو اس ثواب کا وہ مستحق ہے ورنہ اسی لحاظ سے وہ اس وبال کا بھی ذمہ دار ہے۔

وہ امام جس سے نمازی ناخوش ہوں :۔

(۲۲۵) عن انس رضی اللہ عنہ مسندا وعطاء بن دینار الھذلی مرسلا واللفظ لہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاثۃ لا یقبل اللہ منھم صلاۃ ولا تصعد الی السماء ولا تجاوز رؤسھم، رجل ام قوما وھم لہ کارھون، ورجل صلی علی جنازۃ ولم یومر، وامرأۃ دعاھا زوجھا من اللیل فابت علیہ۔

(رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ بالوجہین[1])

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور عطاء بن دینار ہذلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کی کوئی نماز[2] اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا اور نہ ان کی نمازیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں بلکہ ان کے سروں سے اوپر بھی نہیں جاتیں، (ایک) وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اس سے ناخوش ہوں، (دوسرے) وہ شخص جو کسی میت کی نماز جنازہ بغیر (ولی کے) کہے پڑھائے، (تیسری) وہ عورت جسے اس کا شوہر رات میں بلائے اور وہ انکار کر دے۔

تشریح :۔

کوئی نماز قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک یہ تینوں اپنے ان غلط کاموں پر جمے رہتے ہیں اس وقت تک ان کی نمازوں کی قبولیت موقوف رہتی ہے۔

امام سے لوگوں کی ناراضی کا مطلب یہ ہے کہ امام کے اندر کوئی ایسی خامی ہے کہ

---

[1] الترغیب وانتقاء الترغیب والترہیب ص ۳۳ للحافظ ابن حجرؒ۔

[2] حدیث میں لفظ "صلاۃ" کی تنوین برائے تنکیر ہے۔

اس کی وجہ سے وہ امام ہونے کا اہل نہیں ہے یا کسی بدعملی میں مبتلا ہے۔ اس لئے لوگ اُسے نہیں چاہتے۔ لیکن اگر کوئی ذاتی رنجش کسی محلے والے کو یا متولی یا منتظمین مسجد کو ہو گئی ہے تو اس کا نماز سے کوئی تعلق نہیں اور ذاتی اختلاف کی وجہ سے کوئی امام کی امامت سے اختلاف کرتا ہے تو وہ خود گنہگار ہے ــــــــــ آج کل ان چیزوں میں دونوں ہی طرف سے بڑی بے احتیاطیاں ہو رہی ہیں۔

صفِ اوّل کی فضیلت و تاکید:

(۲۲۶) عن العرباض بن سارية رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يستغفر للصف المقدم ثلاثا وللثانی مرة۔

(رواه النسائى وابن ماجه واللفظ له وابن خزيمة وابن حبان فى صحيحيهما والحاكم وصححه)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صف کے لئے تین بار دعاء مغفرت فرماتے تھے اور دوسری صف کے لئے ایک بار۔

(۲۲۷) وعن النعمان بن بشير رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله وملائكته يصلون على الصف الاوّل او الصفوف الاوّل۔

(رواه احمد باسناد جيد، قال الهيثمى رواه احمد والبزار ورجاله ثقات [۱])

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالےٰ رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں پہلی صف کے لئے، یا یہ فرمایا کہ پہلی صفوں کے لئے۔

---

[۱] الترغیب، ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۹۱

(۲۲۸) وعن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایزال قوم یتاخرون عن الصف الاول حتی یؤخرھم اللہ فی النار۔

(رواہ ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ مسلسل (ایک عرصہ تک) صف اول سے پیچھے ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ ان کو جہنم کا مستحق کر کے پیچھے ہی کر دیتا ہے۔

تشریح:۔

یعنی ان کی اس بدعملی اور کوتاہی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ یہ لوگ جہنم کے مستحق ٹھہرا دیئے جاتے ہیں۔

صفوں کو سیدھا رکھنے کی تاکید:۔

(۲۲۹) عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی ناحیۃ الصف ویسوی بین صدور القوم ومناکبھم ویقول لا تختلفوا فتختلف قلوبکم۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی الصف الاول۔

(رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف کے کنارے تک تشریف لاتے اور لوگوں کے سینوں اور کاندھوں کو برابر کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے مختلف (آگے پیچھے) نہ ہو کہیں (اس کے نتیجہ میں خدانخواستہ) تمہارے دلوں میں باہم اختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں پہلی

عنت کے لئے۔

(۲۳۰) وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوّوا صفوفکم فان تسویۃ الصف من اتمام الصلوٰۃ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو برابر رکھا کرو۔ صف کی برابری و درستی نماز ہی کی تکمیل کا ایک جزو ہے۔

تشریح:۔
پہلی جلد کے شروع میں تفصیل سے اور اس کے بعد بھی کئی جگہ اجمال کے ساتھ عرض کیا گیا ہے کہ ہر بد عملی پر خدا تعالیٰ کے یہاں ایک یا متعدد مخصوص سزائیں ہیں اور اس کے اثرات اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ صفوں کی بے ترتیبی کا اثر انسانی دلوں پر یہ پڑتا ہے کہ ان میں بھی یہ اختلاف و انتشار کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ـــــ صفوں کی ترتیب یا بے ترتیبی کا دلوں کے اتحاد یا افتراق سے ایک گہرا مگر مخفی رشتہ ہے۔ــــ اور اسی کے ساتھ یہ نماز کی تکمیل کے لئے بھی ضروری ہے۔

(۲۳۱) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال خیارکم الینکم مناکب فی الصلوٰۃ۔

(رواہ ابو داؤد ورواہ البزار باسناد حسن وابن حبان فی صحیحہ عن ابن عمر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو نماز میں اپنے مونڈھے نرم رکھے۔

تشریح :۔

یعنی صفیں درست کرنے کے لئے اگر اس کے کاندھے پکڑ کر درست کرنے کی ضرورت پڑے تو اکڑ کر نہ کھڑا ہو جائے بلکہ امام یا کوئی دوسرا آدمی صف درست کرنے کی خاطر اگر کسی طرف کو سرکائے تو سرک جانا چاہئے اور اس کو اپنی کسر شان یا کچھ توہین نہیں سمجھنا چاہئے ——— سب سے بڑی توہین تو آدمی کی یہ ہے کہ حق بات قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔

(۲۳۲) وعن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی بھا القداح حتی رأنا انا قد عقلنا عنہ، ثم خرج یوما فقام حتی کاد یکبر فرای رجلا بادیا صدرہ من الصف فقال عباد اللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوھکم۔

(رواہ مالک ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس قدر سیدھا کیا کرتے تھے گویا ان کے ذریعے آپ تیروں کو سیدھا کریں گے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے اندازہ کر لیا کہ ہم آپ کا منشاء سمجھ چکے ہیں (اور خود ہی صفوں کو بالکل درست کرنے کا اہتمام کرنے لگے ہیں) اس کے بعد ایک روز آپ (نماز پڑھانے کے لئے حجرے سے) نکلے اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور قریب تھے کہ تکبیر کہہ (کر نیت باندھ) لیں اتنے میں ایک شخص کا سینہ صف سے کچھ باہر نکلا ہوا نظر آ گیا (آپ فوراً متوجہ ہوئے اور) فرمایا اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو ایک دوسرے کے مخالف

کردے گا۔

تشریح :۔

تیر جتنا سیدھا سچا ہوگا اسی قدر صحیح نشانہ پر پہنچے گا۔ اس لئے تیر کے نشانہ باز تیروں کو سیدھا کرنے کا انتہائی اہتمام کرتے ہیں ــــــــ اس حدیث میں تشبیہ کا کمال یہ ہے کہ حضرت نعمانؓ بن بشیر نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ صفوں کو اس قدر سیدھا کیا کرتے تھے، جیسے تیروں کو سیدھا کر رہے ہوں بلکہ یہ فرمایا کہ "گویا ان صفوں کے ذریعہ تیروں کو سیدھا کیا جائے گا" یعنی گویا آپ تیروں کی درستی کا بھی پیمانہ صفوں کو بنانا چاہتے ہیں۔

آپ غور کیجیے کہ لائن کی سیدھ یا ٹیڑھ جانچنے کے لئے فٹ کو رکھ کر دیکھا جاسکتا کہ وزن کی کمی بیشی معلوم کرنے کے لئے باٹوں کے ذریعہ تولا جاسکتا ہے، لیکن جس چیز کے ذریعہ خود فٹ کی سیدھ بنائی جائے اور باٹوں کا وزن مقرر کیا جائے وہ کس قدر سیدھی اور صحیح ہونی چاہیے۔

چہروں کو ایک دوسرے کے مخالف کر دینے سے بھی وہی مراد ہے جو گذشتہ حدیث ۲۲۰ میں گذرا، یعنی دلوں میں اختلاف اور پھوٹ۔ چنانچہ صحیح ابن حبان میں اسی روایت کے اندر اور ابوداؤد کی اسی روایت کے دوسرے الفاظ میں بجائے وجوھکم کے قلوبکم ہے۔

صفوں کے درمیان خالی جگہیں نہ چھوڑی جائیں :۔

(۲۲۳) عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رُصّوا صُفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطان یدخل من خلل الصف کانھا الحذف۔

(رواہ ابوداؤد ورواہ النسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیھما نحوہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں میں (نمازیوں کو) ایک دوسرے سے خوب اچھی طرح ملا دیا کرو اور صفوں کو قریب قریب رکھا کرو اور گردنیں برابر رکھا کرو، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں شیطان کو اچھی طرح دیکھتا ہوں کہ وہ صف کی خالی جگہوں میں بکری کے بچوں کی طرح گھس جاتا ہے۔

تشریح :-

حدیث کے پہلے لفظ "رصوا صفوفکم" سے تو نمازیوں کا ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہونا مراد ہے اور دوسرے لفظ "وقاربوا بینھا" سے صفوں کا آپس میں ایک دوسری سے قریب ہونا مراد ہے یعنی جتنے فاصلے میں سجدہ باطمینان ہو سکتا ہو اس سے زیادہ فاصلے نہیں ہونے چاہئیں۔

(۲۳۴) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب، وسدوا الخلل، ولینوا بایدی اخوانکم، ولا تذروا فرجات للشیطان[1]، ومن وصل صفًا وصلہ اللہ، ومن قطع صفا قطعہ اللہ۔

(رواہ احمد وابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو بالکل درست رکھو، اور کاندھوں کو کاندھوں کی سیدھ میں رکھو، درمیان کی خالی جگہوں کو پُر کر دو، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں (صفوں

[1] تمام نسخوں میں "فرجات الشیطان" ہے لیکن اصل سنن ابی داؤد میں "فرجات للشیطان" ہے مرتب کے نزدیک یہ راجح ہے اضافت کی صورت میں بھی اضافت لامیہ ہی ہوگی۔

کی ترتیب کی خاطر، نرم پڑ جاؤ، اور شیطان کے لئے بیچ میں خالی جگہیں نہ چھوڑو ـــــــ جو شخص صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اس سے میل رکھے گا (یعنی اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے گا) اور جو صف کو توڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو توڑ دے گا۔

تشریح :۔

صفیں درست کرنے کے لئے کاندھے گردنیں اور ایڑیاں دیکھنی چاہئیں۔ لوگ پیر کی انگلیاں دیکھ کر جو صفیں سیدھی کرتے ہیں اس سے صف سیدھی نہیں ہوتی۔ اور جب تک اگلی صف میں جگہ باقی ہو پیچھے کی صف شروع نہ کی جائے۔

صف توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ صف میں سے نکل کر چلا جائے۔ یا صف کے درمیان ایسی جگہ پر کوئی سامان رکھ دے کہ صف پوری نہ ہو سکے یا خالی جگہ دیکھ کر اسے پُر نہ کرے یہ سب صف کا توڑنا ہی شمار ہوگا[1]۔

صف کے دائیں اور بائیں حصّوں کی فضیلت :۔

(۲۳۵) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی میامن الصفوف۔

(رواہ[2] ابوداؤد وابن ماجہ۔ باسناد حسن وابن حبان فی صحیحہ[3])

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں صفوں کے داہنے حصّوں پر۔

---

[1] ق ، احمد ابوداؤد الخ ولعلہ سہو من الناسخ ۔

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۸۲ ، [3] الترغیب والجامع الصغیر۔

تشریح :-

جس طرح صفوں کے درمیان آپس میں مختلف درجات ہیں اسی طرح ایک صف کے مختلف حصّوں کے درجات میں بھی باہم فرق ہے۔ اوّل درجہ تو امام کے بالکل پیچھے کے حصّے کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ایک صاحب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے آپ نے فرمایا اذان کہا کرو، انھوں نے عرض کیا یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا، ارشاد ہوا " امام ہو جاؤ " عرض کیا کہ یہ بھی میرے بس سے باہر ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ " پس تو تم امام کے پیچھے اس کے بالمقابل کھڑے ہوا کرو۔[1]

یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ صف اوّل میں امام کے پیچھے کی جگہ وہی شخص پا سکتا ہے جو سب سے پہلے مسجد میں پہنچ جائے، اور دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اس شخص کا اجر و ثواب بہرحال بڑھا ہوا ہے۔

دوسرا درجہ صف کے داہنے حصّے کا ہے اس لئے صف میں شریک ہوتے وقت دیکھنا چاہیے اگر صف کا داہنا حصّہ بائیں حصّے کے مقابلہ میں کم ہے یا برابر ہے تو داہنی طرف کھڑا

---

[1] رواہ البخاری فی تاریخہ والطبرانی فی الاوسط والعقیلی فی الضعفاء ذکرہ المنذری بلفظ دوی و قال العراقی اسنادہ ضعیف وقال الھیثمی فیہ محمد بن اسماعیل الضبی وھو منکر الحدیث الترغیب اجا ہ فی فضل الاذان ج ۱ ص ۱۸۱، احیاء علوم الدین بتخریج العراقی ج ۱ ص ۱۵۶، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۷)۔

وعند الدیلمی عن ابن عمر من صلی قفا الامام فلہ بکل صلوۃ مائۃ حسنۃ ومن صلی علی یمین الامام فلہ بکل صلوۃ خمس وسبعون حسنۃ ومن صلی علی یسار الامام فلہ بکل صلوۃ خمسون حسنۃ

قال الحافظ ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی المتوفی ۹۶۳ھ فی سندہ جماعۃ لم اعرفھم

(تنزیہ الشریعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ لابن عراق ج ۲ ص ۱۲)۔ (بقیہ صفحہ پر)

ہونا چاہئے، اور اگر بائیں طرف کم آدمی ہیں تو پھر بائیں طرف ہی کھڑا ہونا چاہئے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

تیسرا درجہ صف کے بائیں حصے کا ہے لیکن اگر صف کا یہ حصہ خالی رہ جائے تو اُس کی فضیلت داہنے سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ آئندہ حدیث ایسے ہی موقع کے لئے ہے۔

(۲۳۶) وروی[1] عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میسرۃ المسجد قد تعطلت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عمّر میسرۃ المسجد لہ کفلان من الاجر۔

(رواہ ابن ماجۃ وابن خزیمۃ وغیرھما وروی الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس مرفوعاً من عمّر جانب الایسر لقلۃ اھلہ فلہ اجران، قال الھیثمی فیہ بقیۃ بن الولید وھو مدلس وقد عنعنہ ولکنہ ثقۃ[2])

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے عرض کیا کہ مسجد کا بایاں حصہ (لوگوں کے کھڑے نہ ہونے کی وجہ سے) بے کار ہو کر رہ گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(بقیہ صہ ۴۸) وعند الطبرانی فی الاوسط عن ابی برزۃ الاسلمی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان استطعت ان تکون خلف الامام والا فعن یمینہ۔ قال الھیثمی وفیہ من لم اجد لہ ذکراً ـــ (مجمع الزوائد ج ۲ صہ ۹۲)

[1] لفظ "روی" والی تمام روایات ہم نے چھوڑ دی ہیں مگر یہ روایت صحیح ابن خزیمہ کے علاوہ سنن ابن ماجہ صہ ۷۲ میں بھی ہے۔ حافظ منذری نے صرف ابن خزیمہ کا حوالہ دیا ہے۔ دوسرے اسی کے ہم معنی ایک اور روایت معجم طبرانی میں بھی ہے جو اوپر ذکر کر دی گئی ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے

[2] الترغیب وسنن ابن ماجہ باب فضل میمنۃ الصف صہ ۷۲، مجمع الزوائد ج ۲ صہ ۹۴، الجامع الصغیر (ج ۲ صہ ۲۴۹ السراج المنیر)۔

جو مسجد کا بایاں حصہ آباد کرے گا اُسے دو گُنا اجر ملے گا۔

تشریح :۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب معلوم ہوا کہ صف کے داہنے حصے کی فضیلت بائیں کے مقابلہ میں زیادہ ہے تو ہر ایک کو شوق ہوا کہ اسی طرف کھڑا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بائیں طرف جگہ خالی پڑی رہنے لگی۔ لیکن صف کا پورا ہونا داہنی طرف کی فضیلت سے بھی مقدم ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بائیں حصے کو آباد کرے یعنی جس وقت بائیں طرف کی جگہ خالی ہو ایسے وقت میں جو اس جگہ کو پُر کرے اسے دو گُنا اجر ملے گا۔ دو گنا اجر بظاہر اس لئے ہے کہ ایک تو صف کی کمی کو پورا کرنے کا دوسرے صف کی تکمیل کی خاطر داہنی طرف کے اجر کو قربان کرنے کا۔

گویا ثواب اصلاً داہنی جانب کا ہی زیادہ ہے۔ لیکن جب بائیں طرف لوگ کم رہ جائیں تو اس وقت بائیں طرف کا ثواب زیادہ ہو جائے گا۔

یہاں ایک یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بعض شُرّاحِ حدیث کو دائیں اور بائیں کے لفظ سے اشتباہ ہوا ہے اور وہ مسجد کا داہنا امام کے بائیں کو قرار دیتے ہیں لیکن راجح اور مختار یہی ہے کہ مذکورہ تمام روایات میں دائیں بائیں سے امام کا دائیں بائیں ہی مراد ہے۔

لوگوں کی تکلیف کی خاطر اگلی صف چھوڑ دینا :۔

(۲۳۷) رُوِیؔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترك الصف الاول مخافة ان یوذی احدًا اضعف اللہ لہ اجر الصف الاول۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ نوح بن ابی مریم وہو ضعیف[ا])

[ا] لفظ "روی" سے منذری نے اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس روایت

(باقی صفحہ ۵۱ پر)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صف اوّل اس خیال سے چھوڑ دی کہ کسی کو تکلیف پہنچے گی تو اللہ تعالےٰ اس کا اجر بڑھا کر صف اوّل ہی کے برابر کر دے گا۔

تشریح :۔

صف اوّل کا ثواب حاصل کرنے اور خالی جگہ کو پُر کرنے کے خیال سے بعض لوگ پہلی صف میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات خود اس شخص کو بھی پریشانی ہوتی ہے اور دوسرے لوگ بھی پریشان ہوتے ہیں۔ اس لئے گھسنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آرام سے کھڑے ہونے کے قابل جگہ ہے بھی یا نہیں۔ اگر جگہ تنگ ہے تو پیچھے ہی کھڑے رہنا بہتر ہے، اور جب اگلی صف کے شوق کے باوجود جذبہ یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے تو اللہ تعالےٰ اس جذبہ کی قدر کرتے ہوئے پچھلی صف میں بھی اگلی صف کا ثواب عطا فرمادے گا۔

دورانِ نماز کے چند اذکار اور دعائیں :۔

(۱) سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا

(۲۳۸) عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین فانه من وافق قوله قول الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه ۔ (رواه مالک والبخاری واللفظ له ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ)

(بقیہ ص ۵۰) کا ضعف شدید نہیں، اور غالباً اسی وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اتحاف الترغیب والترہیب ص ۳۵ میں یہ روایت نقل کرلی ہے۔

لہ الترغیب ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۹۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ پڑھے تو تم اٰمِيْن کہو۔ اس لئے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی اس کے گذشتہ تمام گناہ بخشدیئے جائیں گے۔

تشریح :۔

امام جس وقت سورہ فاتحہ ختم کرتا ہے تو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، اہل ایمان کو بھی ان کے ساتھ ساتھ آمین کہنے کی تعلیم دی جارہی ہے ______ گناہوں کی معافی سے مراد چھوٹے گناہوں کی معافی ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔

آمین کے متعلق چند اور روایات دعاء کے ابواب میں آرہی ہیں۔

(۲) نماز شروع کرتے وقت پڑھنے کی دعاء

(۲۳۹) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال بینا نحن نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال رجل من القوم اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرًا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلاً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من القائل کلمۃ کذا وکذا ؟ فقال رجل من القوم انا یا رسول اللہ فقال عجبت لہا فتحت لہا ابواب السماء ______ قال ابن عمر فما ترکتھن منذ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذلک۔

(رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ جماعت میں سے ایک صاحب

نے یہ الفاظ کہے :۔

اللہ اکبر کبیرا	اللہ تعالےٰ بہت زیادہ بڑا ہے۔
والحمد للہ کثیرا	اور تمام بے شمار تعریفیں اللہ ہی کے
وسبحان اللہ	لئے ہیں اور اللہ کے لئے پاکی و
بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا	بلندی ہے صبح بھی اور شام بھی (یعنی ہر آن وہ منزہ و برتر ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کلمات کس نے کہے ہیں ؟ ، وہ صاحب بولے کہ حضور ﷺ میں نے ، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تعجب میں پڑ گیا ، میں نے دیکھا کہ اس کے (قبول کرنے کے) لئے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے، ان الفاظ کو کبھی نہیں چھوڑا۔

(۳) رکوع سے اٹھتے وقت

(۲۴۰) عن رفاعۃ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ قال کنا نصلی وراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رفع راسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ قال رجل من ورائہ ربنا لک الحمد حمداً کثیرا طیبًا مبارکًا فیہ فلما انصرف قال من المتکلم ؟ قال انا، قال رایت بضعۃ و ثلاثین ملکا یبتدرونہا ایہم یکتبہا اول۔

(رواہ مالک والبخاری وابوداؤد والنسائی)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ، آپ نے جب رکوع

سے سر اُٹھایا تو فرمایا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اس پر ایک صاحب نے پیچھے سے کہا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ ۔ آپؐ نے جب نماز ختم کی تو پوچھا کہ یہ کون بولا تھا؟ ان صاحب نے عرض کیا کہ حضورؐ میں، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دیکھا تیس سے کچھ زائد فرشتے تھے ہر ایک لپک رہا تھا کہ ان کلمات کو میں پہلے لکھ لوں۔

(۲۴۱) وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللّٰھم ربنا لک الحمد فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ماتقدم من ذنبہ۔

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔ جس شخص کا یہ کہنا فرشتوں کے کہنے کے ساتھ ہوگیا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے گئے۔

ارکانِ نماز میں امام سے بڑھنے کی مذمت :۔

(۲۴۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما یخشی احدکم اذا رفع راسہ من رکوع او سجود قبل الامام ان یجعل اللہ راسہ راس حمار۔

(رواہ الائمۃ الستۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رکوع اور سجدے میں امام سے پہلے سر

اُٹھاتا ہے تو کیا اسے یہ ڈر نہیں لگتا کہ کہیں اللہ تعالےٰ اس کا سر گدھے کا سر نہ بنا دے۔

تشریح :۔

نماز کے شروع میں صفوں کو بالکل درست کر کے سب کو ایک ساتھ کر دیا گیا تھا اب ہر رکن کی ادائیگی میں وہاں یکسانیت وہم آہنگی مطلوب ہے جو شخص اس کے خلاف کرتا ہے، امام سے پہلے رکوع وسجود کرتا ہے یا اس سے پہلے اٹھتا ہے، تو ظاہر ہے کہ اپنی جلد بازی کی وجہ سے دوسرے نمازیوں سے پہلے تو فارغ ہونے سے رہا، پھر اس حماقت سے کیا فائدہ ؟ سوائے اس کے کہ آگے پیچھے ہو کر پوری صف کی ترتیب کو خراب کر رہا ہے، اور اس بے ترتیبی کی وجہ سے نماز کی معنوی خوبیوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور اندیشہ ہے کہ ایسے شخص کا اپنی اس حماقت کی سزا میں (معاذ اللہ!) چہرہ مسخ نہ ہو جائے۔

اس روایت سے اگرچہ صرف اٹھتے وقت پہلے اٹھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، لیکن بزار اور طبرانی کی روایت میں "یخفض ویرفع" کے الفاظ سے دونوں کی ممانعت ثابت ہونے کی وجہ سے کسی بھی عمل میں امام سے بڑھنا نہیں چاہئے۔

اس فرمان نبوی ؐ میں صورت مسخ ہو جانے کا اگرچہ صرف اندیشہ بتایا گیا ہے، لیکن یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے، اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے اس امت کو عام مسخ سے محفوظ فرمایا ہے۔ لیکن انفرادی مسخ کچھ بعید نہیں ہے۔ آج کل تبدیل جنس کے واقعات جس کثرت سے پیش آرہے ہیں ان کے پیشِ نظر یہ بات کچھ بھی حیرت انگیز نہیں ہے۔

ارکانِ نماز کو پورا پورا ادا کرنے کی تاکید :۔

(۲۴۳) وعن ابی مسعود البدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجزی صلاۃ الرجل

---

[۱] نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۵۰

حتی یقیم ظھرہ فی الرکوع والسجود۔

رواہ احمد وابوداؤد واللفظ لہ والترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن ماجۃ و ابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہما ورواہ الطبرانی والبیہقی وقالا اسنادہ صحیح ثابت

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کی نماز اس وقت تک کافی نہیں ہوتی جب تک کہ وہ رکوع اور سجدے میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے۔

تشریح :۔

رکوع اور سجدے میں کمر بالکل سیدھی رہنی چاہئے۔ یعنی رکوع میں ہاتھ کی پانچوں انگلیوں سے گھٹنوں کو اچھی طرح پکڑا جائے۔ اور پھر رکوع اور سجدے دونوں میں کولھوں سے گردن تک یکساں رکھا جائے، درمیان سے کمر اوپر کو اُبھری ہوئی نہ ہو۔

(۲۴۴) وعن عبد الرحمٰن بن شِبْل رضی اللہ عنہ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نقرۃ الغراب وافتراش السبع وان یوطن الرجل المکان فی المسجد کما یوطن البعیر۔

(رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہا)

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا (۱) کوے کی سی ٹھونگیں مارنے سے (۲) اور (سجدے میں) درندوں کی طرح بازوؤں کو بچھانے سے (۳) اور اس سے بھی کہ آدمی مسجد میں کسی مخصوص جگہ کو اپنے لئے مقرر کرلے جیسا کہ اونٹ کرلیا کرتا ہے۔

تشریح :۔

(۱) کوے کی سی ٹھونگیں مارنے کا مطلب صاف ہے کہ رکوع سجدے اتنی جلدی

جلدی نہ کیے سجائیں کہ ابھی سر جھکایا اور فوراً ہی اُٹھ گئے (۲) سجدے میں کہنیاں زمین سے اُٹھی ہوئی اور پہلو سے الگ رہنی چاہئیں۔ البتہ کوئی بیمار ہے یا بہت بوڑھا ہے اور وہ کہنیاں زمین پر لگاکر سہارا لینے کے لئے مجبور ہے تو اس کی بات اور ہے (۳) اونٹ کی عادت یہ ہوتی ہے کہ جس جگہ وہ بیٹھنے لگتا ہے وہاں پھر دوسرے اونٹ کو نہیں بیٹھنے دیتا۔ ارشادِ نبویؐ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کو مسجد کے اندر کوئی خاص جگہ اپنے لئے ایسی نہیں مقرر کرلینی چاہئے کہ اگر کسی وقت کوئی دوسرا وہاں بیٹھ جائے تو اُسے ناگوار ہو، مسجد تمام مسلمانوں کی جگہ ہے جو شخص جہاں پہلے آکر بیٹھ گیا وہ اسی کی جگہ ہے۔ چنانچہ حج کے موقع کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اس طرح کی تمام جگہوں کے لئے ایک اصولی حکم ہے کہ منیٰ مُناخ من سبق[۱]۔ یعنی منیٰ میں جس نے جہاں اپنا اونٹ پہلے لاکر بٹھا دیا وہ اسی کی قیام گاہ ہے۔

(۲۴۵) وعن طلق بن علی الحنفی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینظر اللہ تعالیٰ الی صلوٰۃ عبد لا یقیم فیھا صلبہ بین رکوعھا وسجودھا۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورواتہ ثقات)

حضرت طلق بن علی حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی نماز کو نظر اُٹھا کر دیکھتا بھی نہیں ہے کہ جو رکوع اور سجدوں کے درمیان اپنی کمر کو سیدھا نہیں رکھتا۔

تشریح :۔

اس حدیث کے مفہوم میں رکوع اور سجدے کے درمیان کھڑا ہونا (قومہ) بھی ہے، یعنی رکوع کے بعد جب تک سیدھا کھڑا نہ ہو جائے اور بدن کا ہر ہر جوڑ اپنی جگہ پر نہ آجائے

[۱] رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا فی حدیث ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۳) ۔

اس وقت تک سجدے میں نہیں جانا چاہئے اور خود رکوع اور سجدوں کی صحیح اور کامل ادائیگی کی تاکید بھی ہے۔

(۲۴۶) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوأ الناس سرقۃ الذی یسرق صلاتہ قال وکیف یسرق صلاتہ؟ قال لا یتم رکوعھا ولا سجودھا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز کی چوری کرے، حضرت ابوہریرہؓ نے پوچھا کہ نماز کی چوری کیسے ہوتی ہے؟ ارشاد ہوا کہ (نماز کی چوری یہ ہے کہ) آدمی اپنے رکوع کو اور سجدوں کو پوری طرح ادا نہ کرے۔

نماز کی ظاہری و باطنی تکمیل:-

نماز کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اعضائے جسمانی سے بھی یہ بات ظاہر ہو رہی ہو، کہ یہ اس وقت ایک بہت بڑے مالک الملک اور خالق دوجہاں کے سامنے کھڑا ہے اور اس کے باطن میں بھی اللہ رب العزت کا پورا پورا خوف اور اس کی محبت وشوق پوری طرح بیدار ہو یعنی اس کا اندر اور باہر دونوں اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ اسی کا نام خشوع وخضوع ہے۔ اور خدائے تعالےٰ کے نزدیک نماز کی اصل قدر وقیمت اسی خشوع وخضوع کی وجہ سے ہوتی ہے، جس کی نماز میں یہ کیفیت جتنی زیادہ ہوگی اسی قدر اس کی نماز قیمتی ہوگی۔

(۲۴۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا قام یصلی انما یقوم یناجی ربہ فلینظر کیف یناجیہ۔

(رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ فی حدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک لمبی روایت نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اسی لئے کھڑا ہوتا ہے کہ اپنے رب سے مناجات و سرگوشی کرے لہٰذا اسے یہ خیال کرنا چاہیئے کہ وہ کس طرح مناجات کر رہا ہے۔

تشریح :-

سرگوشی اور مناجات کسی سے تنہائی میں چھپکے چھپکے باتیں کرنے کو کہتے ہیں۔ اللہ اور بندے کا آپس میں ایک ایسا قریبی اور گہرا تعلق ہے جو کسی اور سے نہیں ہو سکتا اس محبت و تعلق کا تقاضا ہے کہ دونوں کی باہم راز و نیاز کی باتیں ہوا کریں۔ نماز دراصل اسی راز و نیاز اور سرگوشی کے ایک مخصوص طریقے کا نام ہے۔ سرکار عالی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بندہ راز و نیاز کرنے کھڑا ہوتا ہے تو دل و دماغ کو بھی اس طرف متوجہ کرنا چاہیئے اور یہ سمجھ کر کھڑا ہونا چاہیئے کہ میں کون سے دربار میں کھڑا ہوں اور کس طرح کھڑا ہوں۔

(۲۴۸) وعن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اوّل شئ یرفع من هذه الامة الخشوع حتی لاتری فیها خاشعا۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن[1])

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں سے سب سے پہلے جو چیز اُٹھائی جائے گی وہ خشوع ہے، حتی (کہ ایک وقت ایسا آجائے گا) کہ ان میں ایک بھی خشوع والا دیکھنے کو نہ ملے گا۔

---

[1] الترغیب و مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۶،

تشریح :-

ہر عمل اپنی ابتداء میں بہت طاقت ور با مقصد اور ہر طرح مکمل ہوتا ہے، لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے اس کی حقیقت اور روح کمزور پڑتی چلی جاتی ہے۔ اور اخیر میں اس کا صرف ڈھانچہ اور صورت باقی رہ جاتی ہے ——— ابھی اگرچہ اللہ کے بہت سے بندے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے موجود ہیں لیکن بڑی تعداد لوگوں کی ایسی ہے کہ شروع سے اخیر تک پوری نماز پڑھ جائیں گے لیکن ایک بار بھی یہ خیال نہیں آئے گا کہ ہم کس بارگاہ عالی میں کھڑے ہیں اور کس سے ہم کلامی کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

(۲۴۹) وعن مطرف عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وفی صدرہ ازیز کازیز الرحی من البکاء۔

(رواہ ابوداود وروی النسائی ولفظہ وجوفہ ازیز کازیز المرجل)

حضرت مُطَرِّف نے اپنے والد (عبداللہ بن شِخِّیر) رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا آپؐ کے سینۂ مبارک سے چکی چلنے کی سی آواز آرہی تھی، اور ایک روایت میں ہے کہ سینۂ مبارک سے دیگ پکنے کی سی سنسناہٹ محسوس ہو رہی تھی۔

(۲۵۰) وعن علی رضی اللہ عنہ قال ما کان فینا فارس یوم بدر غیر المقداد، ولقد رأیتنا وما فینا الا نائم الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحت شجرۃ یصلی ویبکی حتی اصبح۔

(رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر سوائے مقدادؓ

کے کوئی گھڑ سوار نہ تھا اور میں نے (اس رات) اپنے پورے قافلے پر نظر ڈالی تو ہر ایک سویا ہوا تھا، صرف ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی کہ آپ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور روتے جا رہے تھے اسی حال میں آپ نے صبح کر دی۔

تشریح :۔

مومن کی اصل دولت خدا سے تعلق ہے اور اس کا سب سے بڑا سہارا اللہ رب العالمین کی مدد ہے۔ اسی کے ساتھ جو کچھ اسباب ظاہری میسر ہوں وہ بھی ضرور حاصل کرنا چاہئے۔ آیت وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ، (اور تم دشمن سے مقابلہ کے لئے طاقت فراہم کرو جتنی بھی تمہارے بس میں ہو۔ سورۃ الانفال آیت ٦٠) کے ذریعہ اس کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے، لیکن مومن کی اصل تیاری یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ اپنے کو خدائی امداد کا مستحق بنائے اور خدا ہی سے مدد مانگے۔ بدر کے میدان میں جب ہر آنکھ محوِ خواب تھی اس وقت الگ ایک درخت کے نیچے دو آنکھیں جو زار و قطار آنسو بہا رہی تھیں وہ اسی امدادِ غیبی کا سوال کر رہی تھیں۔ چنانچہ مدد آئی اور ایسی آئی کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ الانفال ١٧)

(وہ جو آپ نے خاک کی مٹھی پھینکی تھی وہ آپ نے نہیں پھینکی تھی درحقیقت وہ اللہ ہی نے پھینکی تھی۔)

(٢٥١) وعن عبد اللہ بن ابی بکر ان ابا طلحۃ الانصاری رضی اللہ عنہ کان یصلی فی حائطہ، فطار دبسی فطفق یتردد یلتمس مخرجا فلا یجد فاعجبہ ذلک فجعل یتبعہ بصرہ ساعۃ ثم رجع الی صلاتہ فاذا ھو لا یدری کم صلی فقال لقد اصابنی فی مالی ھذا فتنۃ فجاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر لہ الذی اصابہ فی صلاتہ وقال یا رسول اللہ ھو صدقۃ

فتنعہ حیث شئت ـــــــــــ (رواہ مالک)

عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنے باغیچہ میں نماز پڑھ رہے تھے (سامنے) ایک کبوتر اُڑا اور اِدھر اُدھر پھڑ پھڑانے لگا وہ نکلنے کے لئے راستہ تلاش کرتا تھا لیکن کہیں راستہ نہ پاتا تھا (اس کا اس طرح بار بار اِدھر سے اُدھر جانا) انھیں بھلا معلوم ہوا اور کچھ دیر اُن کی نظر میں اسی پر جمی رہ گئیں پھر نماز کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ انھیں خیال نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔ بس انھوں نے سوچا کہ مجھے یہ فتنہ اسی مال کی وجہ سے پہنچا (نہ یہ باغیچہ ہوتا نہ میں اس میں اُڑتے ہوئے کبوتر کو دیکھ کر نماز سے غافل ہوتا) اس لئے فوراً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نماز کے دوران جو صورتِ حال پیش آئی تھی بیان کی۔ اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! یہ (باغیچہ راہِ خدا میں) صدقہ کرتا ہوں۔ آپؐ اسے جہاں چاہیں خرچ کریں۔

تشریح :-

یہ واقعہ اس بات کی بہترین مثال ہے کہ اصلی دین داری نہ غریبی ہے اور نہ مالداری بلکہ ہر حال میں ایمانی تقاضوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہر چیز سے مقدم سمجھنا اور ہر چیز کو شریعت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھنا اصل دین ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں اگرچہ اکثریت غریب لوگوں کی تھی لیکن مال دار بھی تھے۔ مگر سب سے اہم چیز یہ ہے کہ ان میں کا ہر غریب اور امیر مال کی محبت سے بالکل آزاد تھا اور شریعت کے ایک چھوٹے بڑے چھوٹے عمل کے مقابلہ میں اپنی تمام دولت کو قربان کر دینا ان کے لئے ایک معمولی بات تھی۔

نماز پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنے کی ممانعت :-

(۲۵۲) عن انس بن مالك رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما بال اقوام یرفعون ابصارهم الی السماء فی صلاتهم فاشتد قوله فی ذلك حتی قال لینتهن عن ذلك او لتخطفن ابصارهم۔

(رواه البخاری وابوداود والنسائی وابن ماجة)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے رہتے ہیں۔ پھر اس سلسلے میں آپ نے مزید سختی اختیار فرمائی، یہاں تک کہ ارشاد فرمایا کہ یا تو لوگ (اپنی) اس (حرکت) سے باز آجائیں ورنہ یقیناً اُن کی بینائی چھین لی جائے گی۔

تشریح :-

شروع شروع جب نماز فرض ہوئی تو نماز کے دوران بات چیت اور سلام وکلام جائز تھا۔ لیکن بعد میں اس کی ممانعت کردی گئی اسی وقت کی عادت کی وجہ سے لوگ نماز میں اِدھر اُدھر اور آسمان کی طرف نظریں بھی اُٹھاتے تھے، اس سے روکنے کے باوجود جب بعض لوگوں سے اس میں غفلت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے کام لیا۔

نماز میں اِدھر اُدھر توجہ کرنا یا نماز کی ہیئت کے خلاف کوئی کام کرنا :-

(۲۵۳) عن ابی ذر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یزال الله مقبلا علی العبد فی صلاته ما لم یلتفت فاذا صرف وجهه انصرف عنه۔

(رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم وصححہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ بندے کی طرف اسی وقت تک توجہ رکھتا ہے جب تک کہ وہ نماز میں کسی اور طرف توجہ نہ کرے۔ اور جب بندہ اپنا چہرہ (اور اپنی توجہ نماز کی طرف سے) ہٹا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی خصوصی توجہ ادھر سے ہٹا لیتا ہے۔

(۲۵۴) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال اوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم بثلاث و نھانی عن ثلاث، امرنی برکعتی الضحی کل یوم والوتر قبل النوم وصیام ثلاثۃ ایام من کل شھر ونھانی عن نقرۃ کنقرۃ الدیك واقعاء کاقعاء الکلب و التفات کالتفات الثعلب

(رواہ احمد باسناد حسن)[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی اور تین چیزوں سے منع فرمایا۔

---

[1] حافظ منذری اور حافظ ابوبکر ہیثمی نے اس روایت کا صرف نصف اخیر ذکر کیا ہے۔ حافظ منذری نے احمد ابویعلی کا حوالہ دیا ہے اور ہیثمی نے ان کے ساتھ طبرانی فی الاوسط کا بھی اضافہ کیا ہے روایت کے شروع میں چونکہ دونوں نے اوصانی بثلاث ونھانی عن ثلاث (مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی اور تین چیزوں سے منع فرمایا) کا ذکر کیا ہے۔

اس لئے جب تک روایت پوری سامنے نہ ہو مضمون تشنہ رہ جاتا ہے اس وجہ سے یہاں یہ پوری روایت اصل مسند احمد سے لی گئی ہے۔

(مسند احمد ج ۱۵ ص ۲۴۰ رقم الحدیث ۸۰۹۱ بتحقیق احمد محمد شاکر۔ دارالمعارف مصر ۱۳۷۲ھ)۔

مجھے حکم فرمایا (۱) روزانہ دو رکعت اشراق کی نماز پڑھنے کا اور (۲) سونے سے پہلے وتر پڑھ لینے کا اور (۳) ہر مہینہ تین دن کے روزے رکھنے کا۔

اور منع فرمایا مجھے (نماز کے اندر) (۱) مرغے کی سی ٹھونگیں مارنے سے اور (۲) کتے کی طرح بیٹھنے سے اور (۳) لومڑی کی طرح اِدھر اُدھر دیکھنے سے۔

تشریح :۔

مرغے کی سی ٹھونگیں مارنے سے تو مراد یہ ہے کہ رکوع، سجدے جلدی جلدی نہ کئے جائیں اور کتے کی طرح بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ سامنے زمین پر ہاتھ رکھ کر گھٹنے کھڑے کرکے نہ بیٹھنا چاہیئے، نہ سجدے میں جانے اور اُٹھنے کے دوران اور نہ قعدے کے وقت۔ لومڑی کی طرح ادھر ادھر نہ دیکھنے کا مطلب واضح ہے کہ نظریں اپنی جگہ پر ہوں اور چہرہ قبلہ کی جانب رہے۔

سجدے کی جگہ سے کنکریاں یا گرد و غبار صاف کرنا :۔

(۲۵۵) عن مُعَيْقِيب رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قال لاتمسح الحصی وانت تصلّی فان کنت لابد فاعلا فواحدۃ تسويَۃَ الحصٰی۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت مُعیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھنے کی حالت میں کنکریاں نہ صاف کیا کرو اور اگر شدید ضرورت میں کرنا ہی پڑے تو کنکریاں برابر کرنے کے لئے صرف ایک بار کر سکتے ہو

تشریح :۔

اسلام کے ابتدائی دور میں آج کل کی طرح مسجدوں کے اندر دریوں، چٹائیوں وغیرہ کا انتظام نہ تھا بلکہ کنکریاں لاکر بچھا دی جاتی تھیں، سجدہ کرتے وقت بسا اوقات

کوئی کنکری کھڑی ہوئی بھی پیشانی کے سامنے آجاتی تھی جس کی وجہ سے پیشانی کا زمین پر رکھنا دشوار ہوتا تھا۔ ایسے مواقع کے لئے صرف ایک بار ہاتھ سے اس کا رخ بدل دینے یا ہٹانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کنکریاں ہٹانے یا گرد و غبار صاف کرنے کی اجازت نہیں ہے، سجدہ تو نام ہی خدا کے سامنے اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ دینے کا ہے اگر تھوڑی سی گرد لگ بھی جائے تو یہ اس پیشانی کے لئے سعادت کی بات ہے۔ نماز کے بعد پیشانی کو صاف کر سکتے ہیں۔

نماز پڑھتے ہوئے پہلو پر ہاتھ رکھنا :۔

(۲۵٦) عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الاختصار فی الصلوٰة راحة اهل النار

(رواه ابن خزیمة وابن حبان فی صحیحهما وهو فی صحیحا لبخاری ومسلم بلفظ "نهی عن الخصر فی الصلوٰة")

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھتے ہوئے پہلوؤں (کولھوں) پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کے آرام لینے کا طریقہ ہے۔

تشریح :۔

زیادہ لمبی نماز پڑھنے میں کمر دکھنے لگتی ہے، ایسے وقت میں بجائے کولھوں پر ہاتھ رکھ کر آرام لینے کے نماز ہی کو مختصر کر دیا جائے، اس لئے کہ اتنی لمبی نماز پڑھنا تو ضروری اور واجب نہیں ہے۔ لیکن نماز کے آداب اور اس کی ہیئت کا لحاظ رکھنا بہر حال ضروری ہے، اور مسند احمد کی ایک روایت سے اس ممانعت کی ایک اور وجہ بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ کولھوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونے میں صلیب[1] کے ساتھ

---

[1] پھانسی کا یہ نشان + جو عیسائیوں کے یہاں بہت مقدس سمجھا جاتا ہے۔

مشابہت ہے۔ چنانچہ زیاد بن صُبَیْحُ الحنفی کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا جب کھڑے کھڑے دیر ہوگئی تو میں نے (آرام لینے کے لئے) کولھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا یہ صلیب کے ساتھ مشابہت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔[1]

نمازی کے سامنے سے گذرنا:۔

(۲۵۷) عن ابی الجھم عبد اللہ بن الحارث بن الصِّمَّة الانصاری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیه لکان ان یقف اربعین خیرا له من ان یمر بین یدیه قال ابو النضر لا ادری قال اربعین یوما او شهرا او سنة۔

(رواہ الستة ورواہ البزار وفیہ" لکان یقوم اربعین خریفا" الحدیث ورجال البزار رجال الصحیح)۔

حضرت ابو الجہم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس گذرنے کی کیا سزا ہے تو اسے گذرنے کے مقابلہ میں چالیس (.......) تک کھڑا رہنا آسان ہو ________ حدیث کے راوی ابو النضر کا بیان ہے کہ مجھے یہ خیال نہیں رہا کہ چالیس روز کہا تھا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ لیکن مسند بزار میں اسی روایت کے اندر چالیس سال کا لفظ صاف موجود ہے۔[2]

---

[1] مسند احمد رقم ۴۸۴۹ (ج ۷ ص ۴ مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۳۶۹ھ) ـــــ

[2] رقم ۳۸۳ (ج ۸ ص ۱۷ مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۳۶۹ھ ۱۹۵۰ء) (دیکھئے ص ۶۸)

تشریح :۔

نمازی کے سامنے سے گذرنے کی تین صورتیں ہیں :۔

(۱) نمازی کے سامنے کے علاوہ گذرنے کا راستہ موجود تھا اس کے باوجود ایک شخص جان بوجھ کر سامنے سے گذرتا ہے ــــــــــ اس صورت میں گذرنے والا گناہگار ہے۔

(۲) نمازی ایسی جگہ نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے کہ گذرنے والا سوائے سامنے سے جانے کے اور کہیں سے نکل ہی نہیں سکتا ــــــــــ اس صورت میں نمازی گنہگار ہے۔

(۳) اور اگر نمازی ایک طرف کونہ کی جگہ چھوڑ کر بیچ میں کھڑا ہو گیا مگر اب بھی گذرنے کے لئے راستہ موجود ہے اور اس کے باوجود گذرنے والا سامنے سے گذرتا ہے تو دونوں گنہگار ہیں۔

ایسی جگہ نماز پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی چیز اپنے سامنے رکھ لے جو کم از کم ایک انگلی کی برابر موٹی اور تقریباً ایک ہاتھ اونچی ہو ــــ اور اگر نمازی کے سامنے کوئی چیز رکھی ہوئی نہیں ہے۔ تو گذرنے والا اتنے فاصلے سے گذر سکتا ہے کہ نمازی اگر سجدے کی جگہ پر نظر رکھے تو یہ گذرنے والا اس کو نظر نہ آئے۔ لیکن سامنے اتنی جگہ اگر نہ ہو تو یا تو کوئی لکڑی، کپڑا وغیرہ سامنے کر کے گذر جائے یا انتظار کرے، جب وہ سلام پھیر لے تب گذرے۔ اور اس نادان نمازی کو سمجھایا جائے کہ اس طرح لوگوں کے راستہ میں دیواریں کھڑی نہ کیا کرو کہ چلنا پھرنا مشکل ہو جائے۔

(۲۵۸) وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ

حاشیہ :۔ بزار کے علاوہ اور روایات سے بھی سال ہی کی تائید ہوتی ہے جن میں سے بعض منذری نے بھی نقل کی ہیں۔ امام طحاوی نے بھی ان روایات کی بنا پر سال ہی ثابت کیا ہے (مشکل الآثار اصلاح

صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا صلی احدکم الی شیئ یسترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفع فی نحرہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ھو شیطان۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے کوئی ایسی چیز رکھ کر نماز پڑھ رہا ہو جو (گذرنے والے) لوگوں کے اور اس (نمازی) کے درمیان آڑ ہے۔ تو اگر اب کوئی شخص اس کے سامنے (اس چیز اور نمازی کے درمیان) سے گذرتا ہو تو نمازی کو چاہئے کہ اس کے سینہ پر ہاتھ مار کر اُسے ہٹادے اور اگر وہ نہ مانے اس کا مقابلہ کرے (یعنی سختی سے روکے) کیونکہ وہ یقیناً شیطان ہے۔

تشریح:-

ایک شخص نے نماز سے پہلے خود ہی سترہ سامنے رکھ لیا۔ مگر دوسرے شخص نے اس کو نہیں دیکھا اور گذرنے لگا اس پر نمازی اس کو ہاتھ لگا کر روک بھی رہا ہے اس کے باوجود وہ شخص بڑھا چلا جاتا ہے اور روکے نہیں رُکتا تو اس کی بدتمیزی اور شیطان میں کیا شبہ ہے، ایسے اناڑی کو سختی سے روکنا چاہئے۔ البتہ قاضی عیاض اور ابن بطال نے باتفاق علماء لکھا ہے کہ اتنی مزاحمت اور اس قدر مقابلہ نہ کیا جائے کہ عمل کثیر ہو جائے اور نماز ٹوٹ جائے [۱] چنانچہ ایک بار اس حدیث کے ناقل حضرت ابوسعید خدری کے سامنے سے ایک بچہ گذرنے لگا تو انھوں نے اُسے روکا جب وہ اس پر بھی باز نہ آیا تو پہلے سے زیادہ سختی سے روکا [۲] اور امام شافعی سے بھی منقول ہے کہ مقابلہ

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۱ صفحہ ۵۰۲ نیل الاوطار ج۳ صفحہ ۵ [۲] نیل الاوطار ج۳ صفحہ ۵ عن صحیح البخاری

مقابلے سے مراد یہ ہے کہ پہلی بار کی بہ نسبت زیادہ سختی سے روکا جائے۔[1]

جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا یا وقت ٹال کر پڑھنا :۔

ہر قوم و ملت کا ایک امتیازی نشان اور کچھ خاص اعمال ہوتے ہیں جن سے اس قوم و جماعت کو پہچانا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے نماز انہی اعمال میں سے ہے، جو مسلمان ہونے کی علامت اور پہچان اور اس کا خاص نشان ہیں۔

اعمالِ اسلام میں سے کوئی عمل ایسا نہیں جس کے چھوڑنے کو کفر و نفاق قرار دیا گیا ہو، لیکن علماءِ اسلام میں سے متعدد اونچے درجے کے علماء اور بہت سے صحابۂ کرام نماز چھوڑنے والے کو صاف صاف کافر کہتے ہیں۔ جمہور علماء کی رائے اگرچہ اس کے اسلام سے خارج ہوجانے کی تو نہیں ہے، لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز کا چھوڑنا نہایت سخت درجہ کا گناہ بہت ہی بڑی نافرمانی اور خدا اور اس کے رسول سے کھلی بغاوت ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ نماز چھوڑ دینے کے متعلق احادیثِ نبویہ میں جو وعیدیں آئی ہیں ان سب کو سامنے رکھنے کے بعد یہ بات بالکل صاف نظر آتی ہے کہ جو شخص نماز پڑھنا چھوڑ دے وہ اسلام کی عملی زندگی سے گویا بالکل کٹ جاتا ہے۔ اب کلمہ کا اقرار کرنے کی وجہ سے خواہ اسے کافر نہ کہا جاسکے لیکن خود اس نے اپنے آپ کو گویا مسلمانوں سے الگ کرلینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

(۲۵۹) عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الرجل وبین الشرك والکفر ترك الصلوٰۃ

(رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے کفر اور شرک کے درمیان (بس) نماز (پڑھنا)

---

[1] نیل عن البیہقی۔

چھوڑ دینے کا فاصلہ ہے۔

تشریح:۔

یعنی نماز چھوڑ دینا گویا اسلام کی سرحد کو پار کر کے رفتہ رفتہ کفر و شرک کی راہ پر پڑ جانے کے مترادف ہے، نماز چھوڑ دینے سے گویا وہ سفر شروع ہو جاتا ہے جس پر اگر کوئی روک نہ لگائی جائے اور اُسے جاری رکھا جائے تو آخر ایک وقت ایسا بھی آ سکتا ہے کہ آدمی دولتِ اسلام سے محروم ہو کر کفر و شرک کے اندھیرے غار میں جا پڑے۔

(۲۶۰) وعن بریدة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول العهد الذی بیننا وبینهم الصلاة فمن ترکها فقد کفر۔

(رواہ احمد وابوداود والنسائی والترمذی وقال حسن صحیح وابن ماجة وابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال صحیح ولانعرف له علة)

حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور ان (منافقین) کے درمیان صرف نماز کا معاہدہ ہے بس جس نے یہ چھوڑ دی وہ ——— کافر ہو گیا۔

تشریح:۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہ تصور تو تھا ہی نہیں کہ ایک آدمی مسلمان ہو اور نماز نہ پڑھے، لہٰذا اگر کوئی غیر مسلم بھی اپنے کو (کسی مصلحت سے) مسلمان ظاہر کرنا چاہتا تھا تو نماز کی پابندی ضروری سمجھتا تھا۔ یہ گویا اس بات کا ثبوت تھا کہ یہ شخص مسلمان ہے۔ اور نماز کا چھوڑ دینا ہی اس بات کی پہچان تھی کہ یہ شخص کافر ہے۔

(۲۶۱) وعن عبادة بن الصامت رضی الله عنه قال اوصانی

خلیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبع خصال فقال لاتشرکوا باللہ شیئاً وان قطعتم اوحرقتم اوصلبتم ولا تترکوا الصلاۃ متعمدین ، فمن ترکہا متعمداً فقد خرج من الملۃ ولا ترکبوا المعصیۃ فانہا سخط اللہ ولا تشربوا الخمر فانہا راس الخطایا کلہا ۔ (الحدیث)

(رواہ الطبرانی ومحمد بن نصر فی کتاب الصلاۃ باسنادین لاباس بہما)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کی نصیحت کی ہے (جن میں سے چند یہ ہیں) آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، چاہے تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، یا جلا ڈالا جائے یا پھانسی دے دی جائے، اور کبھی جان بوجھ کر نماز مت چھوڑنا جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیتا ہے وہ ملتِ (اسلامیہ) سے خارج ہو جاتا ہے اور کبھی کسی گناہ میں مبتلا مت ہونا اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے، اور شراب مت پینا، اس لئے کہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

تشریح:۔

نماز پڑھنا ملتِ اسلامیہ کے ان مخصوص اور امتیازی اعمال میں سے ہے جو اس بات کی پہچان ہوتے ہیں کہ یہ شخص اس ملت کا فرد ہے یا کسی دوسری ملت کا ــــــ تاجروں کے گروہ میں سے تجارت کرتے کرتے اگر ایک شخص تجارت کا پیشہ چھوڑ دے، تو خواہ یہ اپنے کو تاجروں ہی کے گروہ میں شمار کرے لیکن دیکھنے والا ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ اس گروہ سے نکل گیا ہے۔

ملتِ اسلامیہ درحقیقت انسانوں کے اس گروہ کا نام ہے جو چند مخصوص عقائد و

اعمال اور ایک خاص قسم کا طرزِ زندگی رکھتا ہے وہ نہ کوئی مخصوص نسل ہے اور نہ کسی مخصوص خطے کے باشندوں کا نام ہے بلکہ ان مخصوص اعمال و عقائد کے پابند لوگوں کو ملّتِ اسلامیہ کے افراد کہا جاتا ہے۔ اب ایک شخص اگر انہی اعمال سے بے تعلق ہے تو خواہ عقائد اسلامی ہونے کی وجہ سے اسے کافر نہ کہا جاسکے، لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ پوری طرح اس ملّت کا فرد نہیں رہا۔

جن لوگوں سے اسلامی اعمال کے بارے میں کوتاہی ہورہی ہے انھیں چاہئے کہ اگر وہ تمام اعمال کو ایک دم نہیں اپنا سکتے تو تھوڑا تھوڑا کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور جو کوتاہی ہو اس پر نادم رہیں۔ اور خدا تعالےٰ سے معافی اور نیکی کی توفیق مانگتے رہیں، امید ہے کہ انشاءاللہ تعالےٰ ضرور ان کی زندگی سدھرنا شروع ہوجائے گی۔

(۲۶۳) وعن نوفل بن معاویۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من فاتتہ صلاۃ فکانما وتر اھلہ ومالہ

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ)

حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی ایک نماز (بھی) چھوٹ گئی (اس کا نقصان ایسا سمجھو کہ) وہ گویا اپنے بیوی بچوں اور مال و دولت سب سے محروم کردیا گیا۔

نوافل کا بیان

رات اور دن میں پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں۔ جو اسلام کا عظیم الشان رکن اور آدمی کے ایمان کی علامت ہیں۔ جن کا مضبوطی سے پکڑے رہنا اور اُن کی پابندی کرنا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ ان کے علاوہ جو فرائض ہی کے آگے پیچھے یا دوسرے اوقات میں کچھ سنتیں اور نوافل پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ وہ درحقیقت فرائض کی حفاظت کے لئے باڑھ یا حفاظتی دیوار کے درجہ میں ہیں، جو شخص فرائض کے ساتھ نوافل کی بھی پابندی کرتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ فرائض کی کیا اہمیت ہے اور نوافل کا کیا درجہ ہے۔ تو اس شخص سے اس بات کا بالکل اندیشہ نہیں ہے کہ اس سے کبھی فرائض ترک ہو سکتے ہیں۔ جو مالی اپنے باغ کے کناروں پر کھڑے ہوئے باڑھ کے درختوں تک بھی کسی جانور کو نہ پہنچنے دے کیا اس سے اس بات کا اندیشہ ہو سکتا ہے کہ کوئی جانور چرتا چرتا اس کے باغ میں آگھسے گا؟۔

باغ کی باڑھ پر کوئی قیمتی درخت نہیں لگایا جاتا، اور ملک کی سرحدوں پر ملک کا قیمتی سرمایہ نہیں رکھا جاتا بلکہ ایسی جگہوں پر وہ چیزیں رکھی جاتی ہیں کہ اگر ان پر کوئی آفت باوجود حفاظت کے آ بھی جائے تو زیادہ نقصان نہ ہو اور تھوڑے سے نقصان کے بعد ہی فوراً قابو پا لیا جائے۔ بالکل یہی صورت نفل نمازوں اور تمام نفل عبادات

کی ہے کہ ہر فریضۂ اسلامی کے ساتھ شریعت نے اسی جیسی کچھ نفل عبادتیں بھی رکھی ہیں اور ان کے کرنے کی بھی ترغیب دی ہے۔ اب اگر حالات کی گردش سے یا نفس وشیطان کے حملوں سے آدمی کے عباداتی نظام میں کچھ زوال شروع ہوگا۔ تو پہلی زد ان نفل عبادتوں پر ہی آئے گی اور ایک دو نفل عبادت کچھ دن کے لئے چھوٹ جائے گی لیکن چونکہ مومن ان نوافل کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں پابندی سے نباہتا ہے اس لئے اس کی قوتِ ایمانی اس زوال اور پستی کو گوارا نہ کرے گی اور اس کا ضمیر اس کو ملامت کرے گا اور آخر اس کو تنبہ ہو گا اور چونکے گا اور قبل اس کے کہ اس کے فرائض پر کوئی خراب اثر پڑے وہ پھر سنن ونوافل اور مستحبات کی پابندی شروع کر دے گا۔

یہی وہ حکمت ہے جس کے تحت فرض نمازوں کے ساتھ نفل نمازیں اور فرض روزوں کے ساتھ نفل روزے اور فرض زکوٰۃ کے ساتھ صدقات نافلہ اور فریضۂ حج کے ساتھ نفل حج اور عمروں کی ترغیب دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ نفل عبادتوں کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کا دل ان کی وجہ سے عادی ہو جاتا ہے اور پھر ان جیسی فرض عبادتیں اس پر شاق نہیں گذرتیں

اسی طرح فرض عبادتوں میں آدمی سے جو کچھ کوتاہی رہ جاتی ہے نوافل کے ذریعے ان کی تلافی کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں نفل عبادتوں کے اس خاص فائدہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:۔

(۲۶۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ من عملہ صلاتہ فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب وخسر فان انتقص من فریضتہ شیئا قال الرب تبارک وتعالٰی انظروا ھل لعبدی من تطوع فیکمل بھا ما انتقص من الفریضۃ

ثم یکون سائر عملہ علی ذالک۔

(رواہ الترمذی والنسائی ورواہ احمد وابن عساکر لوبراخرعنہ باسناد حسن)[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب ہوگا وہ نماز ہے۔ اگر وہ ٹھیک نکلی تو یہ شخص کامیاب و کامران ہوگا اور اگر وہ ٹھیک نہ نکلی تو خسارے اور نقصان میں رہے گا۔ اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوگی تو اللہ تعالےٰ (فرشتوں سے) فرمائے گا دیکھو! کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفل اعمال بھی ہیں، چنانچہ فرائض کی کمی ان نوافل سے پوری کردی جائے گی۔ اسی طرح دوسرے تمام اعمال کا معاملہ ہوگا۔

تشریح :۔

یعنی اور جتنے بھی اسلامی فرائض ہیں ان کی کمی انہی جیسے دوسرے نفل اعمال پر کردی جائے گی ——— لیکن اس حقیقت سے بھی بے خبر نہ رہنا چاہئے کہ فرائض کے مقام میں اور نوافل کے مقام میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ فرائض کی تھوڑی سی کمی پورا کرنے کے لئے نوافل کا بہت بڑا ذخیرہ درکار ہے۔ جس طرح ایک تولہ سونے کی کمی اگر لوہے سے پوری کی جائے تو اس میں شک نہیں کہ لوہے سے وہ کمی پوری

---

[1] و فی الباب عن تمیم الداری عند ابی داؤد وابن ماجۃ والحاکم وعن رجل عند احمد ورجالہ رجال الصحیح وعن رجل من الانصار عند احمد وفیہ ادلم یسم وعن انس عند ابی یعلی وفیہ یزید الرقاشی ضعفہ شعبۃ وغیرہ ووثقہ ابن معین وابن عدی وعن ابن عمر عند الحاکم فی الکنٰی وعن عبداللہ بن قرط وعن عبادبن قرط عند الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات ——— (مسند احمد ج ۱۵ صہ ۱۹ بحاشیۃ احمد محمد شاکر، الجامع الصغیر بشرحہ السراج المنیر ج ۲ صہ ۸۲ کنزالعمال ج ۴ صہ الترغیب ج ۱ صہ ۲۴۲ و صہ ۲۴۳ مشکوٰۃ صہ ۱۱۷، مجمع الزوائد ج ۱ صہ ۲۸۸ و صہ ۲۹۱

تو ہو سکتی ہے، لیکن منوں لوہا فروخت کرکے کہیں ایک تولہ سونے کی کمی پوری ہوگی،
چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ستر نوافل مل کر ایک فرض کے
برابر ہوتے ہیں[1] اس لئے پہلی امکانی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ فرائض میں کسی بھی
طرح کی کمی باقی نہ رہے، لیکن پھر بھی بشر ہے کوتاہیاں کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتی ہیں، اس
کوتاہی اور خامی کی تلافی کے لئے نوافل کا بھی کچھ ذخیرہ جمع رکھنا چاہئے۔

نفل نمازوں کی تقسیم (۱) نفل نمازوں میں بعض تو وہ ہیں جو فرض نمازوں کے
ساتھ پڑھی جاتی ہیں، جن میں کچھ سنن مؤکدہ اور کچھ نوافل
ہیں۔ (۲) اور بعض وہ ہیں جو رات دن کے مختلف اوقات میں پڑھی جاتی ہیں (۳)
تیسری قسم ان نفل نمازوں کی ہے جو سال میں ایک بار آتی ہیں۔ جیسے تراویح وغیرہ (۴)
اور نوافل کی ایک چوتھی قسم وہ ہے جن کا تعلق مختلف اسباب وعوامل اور زندگی میں
پیش آنے والے حوادث ومشکلات سے ہے ——— آسانی کی غرض سے ان
سب کو علیحدہ علیحدہ لکھا جاتا ہے۔

سننِ مؤکدہ:۔

(۲۶۴) عن ام حبیبۃ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا قالت
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من عبد مسلم
یصلی للہ تعالیٰ فی کل یوم ثنتی عشرۃ رکعۃ تطوعًا غیر فریضۃ الا بنی اللہ
لہ بیتًا فی الجنۃ ——— (رواہ مسلم وابوداود والنسائی والترمذی ——— وزاد
——— اربعًا قبل الظہر ورکعتین بعدھا ورکعتین بعد المغرب و
رکعتین بعد العشاء ورکعتین قبل صلاۃ الغداۃ)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

[1] مرقاۃ الصعود

علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ اللہ تعالےٰ کے لئے روزانہ بارہ رکعتیں فرض نمازوں کے علاوہ پڑھے اللہ تعالےٰ اس کے لئے جنت میں ایک مکان تیار فرمادے گا۔ ان رکعتوں کی تفصیل یہ ہے :۔ ـــــــــ چار رکعتیں ظہر سے پہلے دو ظہر کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے۔

تشریح :۔

ان بارہ رکعتوں کا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بہت اہتمام فرماتے تھے۔ اور امت کو بھی اس کی تاکید فرمائی ہے کہ علاوہ فرضوں کے جتنی نمازوں کی ترغیب دی گئی ہے ان میں ان بارہ رکعتوں کا خاص طور پر اہتمام کریں۔

فجر کی دو سنتوں کی خصوصی فضیلت وتاکید :۔

(۲۶۵) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیہا۔

(رواہ مسلم والترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو رکعت (سنت) تمام دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔

تشریح :۔

انسان کو دنیا میں جو بھی کچھ ملتا ہے وہ سب عارضی اور چند روزہ ہے۔ دنیا کا مال و دولت ایک سایہ ہے جو یا تو انسان کی زندگی ہی میں ڈھل جائے گا۔ ورنہ یہ طے ہے کہ ایک دن خود انسان اس مال و دولت اور عیش و عشرت سے نکل کر ایک گڑھے میں چلا جائے گا ـــــــــ اس کے برخلاف آخرت میں جو بھی کچھ ملے گا

ابدی و دائمی ہوگا جو نہ کبھی چھنے گا اور نہ موت ہی اس سے لطف اندوز ہونے میں کبھی رکاوٹ ڈالے گی۔

اگر آپ سے ایک شخص یوں کہے کہ یا تو یہ ایک لاکھ روپیہ لے لو مگر پرسوں واپس کرنا پڑے گا اور یا یہ ایک روپیہ لے لو اور یہ تمہارا ہوگا واپس نہیں لیا جائے گا تو بتایئے کہ آپ اس ایک لاکھ کو پسند کریں گے یا یہ ایک روپیہ؟ اور پھر جب کہ آخرت میں جو کچھ ملنے والا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہونے کے علاوہ مقدار و تعداد کے لحاظ سے بھی بے حد و بے شمار ہوگا۔ اس لئے دنیاوی مال و دولت کا آخرت سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔

(۲۶۶) وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتدعوا رکعتی الفجر ولو طردتکم الخیل۔

(رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو رکعت (سنت) نہ چھوڑو اگرچہ تمہارے پیچھے گھوڑے دوڑے آرہے ہوں۔

تشریح:۔

مقصود ان دو رکعتوں کی اہمیت کا بیان کرنا ہے۔ کہ جب اس قدر پریشانی اور بھاگ دوڑ کا عالم ہو ایسے وقت میں بھی موقع نکال کر یہ دو رکعتیں بہر حال پڑھ ہی لینی چاہئیں۔

ظہر سے پہلے اور اس کے بعد نفل نماز:۔

(۲۶۷) عن ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یحافظ علی اربع رکعات قبل الظہر

واربع بعدها حرمه الله على النار۔

(رواہ احمد واصحاب السنن وصحہ الترمذی)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور چار رکعتیں ظہر کے بعد پابندی سے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کا جہنم میں جانا حرام کردے گا۔

تشریح :۔

ان آٹھ رکعتوں میں چھ تو وہی سنن مؤکدہ ہیں جن کا ذکر اوپر حدیث ۲۶۶ میں آچکا ہے اور ۲ دو رکعتیں غیر مؤکدہ یعنی نفل ہیں اور یہ خاص فضیلت اس مجموعے کی ہے۔

عصر سے پہلے چار رکعتیں :۔

(۲۶۸) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ امرأً صلی قبل العصر اربعا۔

(رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وحسنہ وصححہ ابن خزیمہ وابن حبان و رواہ الطیالسی والبیہقی فی السنن [1])۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعا دیتے ہوئے) فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو عصر سے پہلے چار رکعت (نفل) نماز پڑھے۔

مغرب کے بعد نفل نماز :۔

(۲۶۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ

---

[1] قال الحافظ فی التلخیص ص۱۱۵ فیہ محمد بن مہران وفیہ مقال لکن وثقہ ابن حبان۔

صلی اللہ علیہ وسلم من صلّی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیما بینھن بسوءٍ عُدِلن بعبادۃ ثنتی عشرۃ سنۃ۔

(رواہ ابن ماجۃ والترمذی وقال حدیث غریب وابن خزیمۃ فی صحیحہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ درمیان میں کوئی فضول بات نہ کی تو یہ عمل اس کے لیے بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوگا۔

تشریح:۔

ہمارے یہاں کے عام محاورے کے لحاظ سے اس نماز کا نام صلوٰۃ الاوّابین ہے ـــــ اوّابین دراصل جمع ہے اَوّاب کی جس کے معنی ہیں اللہ سے لو لگانے والا اور اس کی طرف رجوع کرنے والا۔ اس لحاظ سے صلوٰۃ الاوابین کے معنی ہیں اللہ سے لو لگانے والوں کی نماز اور یہ بات . . . . . . ہر نماز کے متعلق کہی جاسکتی ہے، لیکن روایاتِ حدیث میں زیادہ تر صلوٰۃ الاوّابین کا لفظ نماز چاشت کے لئے بولا گیا ہے اور بعض غیر معروف روایتوں میں ان مغرب کے بعد کے نوافل کے لئے صلوٰۃ الاوّابین کا لفظ بولا گیا ہے۔ اسلئے دونوں صحیح ہیں[1]۔

---

[1] یہی رائے علامہ شوکانیؒ کی ہے فرماتے ہیں:۔ لا مانع ان یکون کل من الصلاتین صلاۃ الاوّابین ـــــ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۹)

نماز چاشت کے لئے یہ لفظ (۱) صحیح مسلم، سنن ترمذی مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند میں بروایت زید بن ارقم (۲) صحیح ابن خزیمہ میں بروایت ابی ہریرہؓ (۳) اور معجم طبرانی اور صحیح ابن خزیمہ میں بروایت ابی ہریرہؓ آیا ہے ـــــ (السراج المنیر ج ۲ ص ۳۶۰ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۶۱ و ص ۴۶۶، نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۷) اور مغرب کے بعد کے نوافل کے لئے یہ لفظ محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل میں

(آگے صفحہ آئندہ پر)

یہ چھ رکعتیں ان دو مؤکدہ سنتوں کو شامل کر کے ہیں جن کا ذکر اوپر حدیث ۲۶۴ میں آیا ہے[1] لیکن جو ہمت کر سکے وہ صرف چھ رکعتوں پر اکتفا نہ کرے بلکہ زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی مرتبہ مغرب سے عشاء تک مسلسل نوافل میں مشغول رہتے تھے[2]

سنن ابی داؤد کی ایک روایت کی روسے یہ آیت جس میں اہل کمال مومنین کی تعریف ہے اسی نماز کے متعلق نازل ہوئی تھی[3]:۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (سورۃ السجدۃ آیت ۱۶)	ان کے پہلوان کی خواب گاہوں سے (نماز اور یادِ الٰہی کی خاطر) جدا رہتے ہیں۔

نمازِ وتر کی فضیلت و تاکید:۔

(۲۷۰) عن علی رضی اللہ عنہ قال الوتر لیس بحتم کصلاۃ المکتوبۃ لکن سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وتر یحب الوتر فاوتروا یا اھل القرآن۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ واللفظ لہ والنسائی وابن ماجہ وصححہ ابن خزیمہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی نماز فرض نمازوں کی طرح حتمی (اور اتنی) ضروری تو نہیں ہے، لیکن اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رائج کیا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ وتر

(بقیہ ص۱) اور عبداللہ بن مبارکؒ نے کتاب الرقائق میں بروایت محمد بن المنکدر مرسلاً نقل کیا ہے۔

(السراج المنیر ج ۲ ص ۲۴۴، اتحاف السادۃ المتقین بشرح اسرار احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۳۷۲)

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی ج ۶ ص ۱۶۸

[2] رواہ النسائی باسناد جید عن حذیفہ رض

[3] رواہ ابوداؤد عن انس رض [4] وتر عربی زبان میں ہر اس عدد کو کہتے ہیں جو برابر برابر تقسیم نہ ہو سکے جیسے تین پانچ اور سات وغیرہ

(طاق ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے، لہذا اے قرآن مجید (کے ماننے) والو! وتر پڑھا کرو۔

(۲۷۱) وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ، ومن طمع ان یقوم آخرہ فلیوتر آخر اللیل فان صلاۃ آخر اللیل مشھودۃ محضورۃ وذالک افضل۔

(رواہ مسلم والترمذی وابن ماجۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اندیشہ ہو کہ آخر رات میں نہ اُٹھ سکے گا اسے چاہیے کہ شروع ہی رات میں (عشاء کی نماز کے بعد) وتر پڑھ لے اور جسے شوق ہو (اور پوری امید ہو) کہ آخر رات میں آنکھ کھل جائے گی اسے آخر شب میں ہی وتر پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ اس وقت کی نماز (میں فرشتے بھی) موجود ہوتے ہیں اور یہ (آخر شب میں وتر پڑھنا) بہت بہتر ہے۔

(۲۷۲) وعن بریدۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، ثلاثا۔

(رواہ احمد وابوداود واللفظ لہ والحاکم وصححہ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وتر (مسلمان کے ذمہ) حق لازم ہے پس جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے، وتر (مسلمان کے ذمہ) حق لازم ہے پس جو وتر

نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے، وتر (مسلمان کے ذمہ) حق لازم ہے پس جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔

تشریح :-

نماز وتر کو پانچوں نمازوں کی طرح چھٹی فرض نماز تو کسی نے بھی نہیں کہا ہے لیکن اس کے متعلق یہ آخری روایت اور اسی مضمون کی دوسری بہت تاکیدی روایات کی بناء پر یہ طے ہے کہ فرض کے بعد تاکید واہتمام کا جو زیادہ سے زیادہ درجہ ہو سکتا ہے وہ وتر کو حاصل ہے اسی لئے اس کا درجہ واجب کا قرار دیا گیا ہے۔

وتر کا اصل وقت عشاء کی نماز کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔ لیکن بہترین وقت رات کا آخری حصہ ہے، جسے تہجد میں اٹھنے کی عادت ہو یا اسے یقین ہو کہ اخیر شب میں اٹھ جائے گا اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ اخیر شب میں اٹھ کر پڑھے، اور جسے اٹھنے کی پوری امید نہ ہو اسے عشاء کے بعد ہی پڑھ کر سو رہنا چاہئے۔

اخیر شب میں اٹھنے کی فضیلت :-

(۲۷۳) عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یعقد الشیطان علی قافیة رأس احدکم اذا هو نام ثلاث عُقَدٍ یضرب علی کل عقدة علیك لیل طویل فارقد فان استیقظ فذکر الله تعالیٰ انحلت عقدة فان توضأ انحلت عُقْدَةٌ فان صلی انحلت عُقَدُہٗ کلها فاصبح نشیطاً طیب النفس والا اصبح خبیث النفس کسلان۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انسان جب سو جاتا ہے تو شیطان اُس کی گدّی پر (غفلت کی) تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ لگاتے وقت وہ یہ کہہ کر مہر ثبت کرتا ہے کہ "رات بہت لمبی ہے سو نا رہ" پس اگر انسان بیدار ہو جاتا ہے اور اللہ کا (کچھ) ذکر کر لیتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اُٹھ کر وضو بھی کر لیتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں اور صبح کو بالکل چست اور خوش و خرم اٹھتا ہے ورنہ وہ سست اور کاہل اُٹھتا ہے۔

تشریح:۔

انسان جب دن بھر کے کام دھندے سے تھک کر چور ہو جاتا ہے تو اس کی طبیعت آرام کا تقاضا کرتی ہے اور اسے نیند آجاتی ہے۔ انسان کی اس بے خبری سے شیطان یہ فائدہ اٹھاتا ہے کہ اس پر غفلت کے مزید کچھ پردے ڈال دیتا ہے اور اس کی قوتِ خیال جو سر کے پچھلے حصے (گدّی) میں ہوتی ہے اس پر اپنا جادو چلاتا ہے۔ لیکن بندۂ مومن جب بیدار ہوتے ہی خدا کو یاد کرتا ہے اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جاتا ہے تو یہ شیطانی پردے مکڑی کے جالے کی طرح ایک ایک کر کے صاف ہو جاتے ہیں اور انسان صبح کو بالکل خوش و خرم، ہشاش بشاش اُٹھتا ہے۔

نفل نمازوں کی دوسری قسم

یہاں سے نفل نمازوں کی دوسری قسم شروع ہوتی ہے۔ یعنی رات دن کی وہ نفل نمازیں جو اپنے مستقل اوقات میں پڑھی جاتی ہیں۔

نمازِ تہجد :۔

(۲۷۴) عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم افضل الصیام بعد رمضان شهر اللہ المحرم وافضل الصلوٰة بعد الفریضة صلاة اللیل ۔

(رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن خزیمة فی صحیحہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے بعد سب سے بہترین روزے ماہ محرم کے ہیں اور فرض نمازوں کے بعد سب سے بہترین نماز رات کی نماز ہے۔

تشریح :۔

احادیث میں تہجد کے لیے عموماً رات کی نماز کا لفظ بولا گیا ہے۔

(۲۷۵) وعن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی علیه وسلم ایها الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصِلُوا الارحام وصَلُّوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام ۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح وابن ماجہ والحاکم وصححہ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو آپس میں سلام کا رواج ڈالو اور (آپس میں ایک دوسرے کو اور بالخصوص بھوکوں کو) کھانا کھلایا کرو، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، اور راتوں کو جب دنیا (اپنے بستروں پر) آرام کی نیند سو رہی ہو تم نماز میں پڑھا کرو۔

(۲۷۶) وعن المغیرة بن شعبة رضی اللہ عنه قال قام

النبي صلى الله عليه وسلم حتى تورمت قدماه فقيل لقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر، قال افلا اكون عبداً شكوراً۔

(رواه البخاری و مسلم)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (راتوں کو) اس قدر (لمبی لمبی) نمازیں پڑھتے تھے کہ آپ کے قدموں پر ورم آگیا تھا (یہ دیکھ کر) کسی نے کہا کہ (یا رسول اللہ) اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہیں (پھر بھی کیوں آپ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں ؟) آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں (اللہ کا) شکر گذار بندہ نہ بنوں ؟۔

تشریح :۔

عام لوگ تو کوئی کام اس لئے کرتے ہیں کہ اس سے انھیں کسی فائدے کی توقع ہوتی ہے یا نہ کرنے کی صورت میں کوئی خطرہ سامنے ہوتا ہے، لیکن بلند حوصلہ اور اونچے لوگوں پر اس سے کہیں زیادہ تقاضہ اس چیز کا ہوتا ہے کہ کسی نے ہم پر اگر کوئی احسان کیا ہے تو اس کا کچھ نہ کچھ بدلہ ضرور کرنا چاہئے۔ سید الانبیاء حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر تقاضہ اسی ممنونیت اور شکر گزاری کا تھا کہ جب خدا نے میرے اوپر اتنا بڑا احسان کیا ہے۔ تو مجھے تو اس کے شکریہ میں سب سے زیادہ اظہار نیاز مندی کرنا چاہئے۔

(۲۷۷) وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال احب الصلاة الى الله صلاة داود واحب الصيام الى الله صيام داؤد كان ينام نصف الليل

ويقوم ثُلُثَهٗ وينام سُدُ سَهٗ ويصوم يومًا ويُفطِر يومًا۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز (کے طریقوں) میں اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤدؑ کی نماز (کا طریقہ) ہے اور روزوں (کے معمول) میں بھی سب سے زیادہ پسندیدہ (معمول) حضرت داؤدؑ ہی کا ہے، وہ آدھی رات تو سوتے تھے پھر ایک تہائی رات نماز پڑھتے تھے رات کے چھٹے حصے کے بقدر آرام کرتے تھے (اسی طرح) ایک دن روزہ رکھتے تو ایک دن بے روزہ رہتے تھے۔

تشریح :-

عبادت کا یہ طریقہ جو خلیفۃ اللہ حضرت داود علیہ السلام نے اختیار کیا تھا، انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ انسان کوئی بھی ایسا کام مسلسل نہیں کرسکتا جس میں اس کے جسمانی تقاضوں کی رعایت نہ کی گئی ہو ــــــــ ایسا ضرور ممکن ہے کہ ایک شخص پوری رات عبادت کرے اور ہمیشہ روزہ رکھا کرے لیکن یہ چیز تمام لوگوں کے لئے قابلِ عمل نہیں، دوسرے خود یہ شخص بھی کچھ عرصہ کے بعد اپنی صحت و قوّت جسمانی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اس لئے اتنی ہی عبادت کو معمول بنانا چاہئے جتنی کا تحمّل و برداشت ہو اور انسان اسے نباہ سکے۔

(۲۷۸) وعن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال علیکم بقیام اللیل فانہٗ دأب الصالحین قبلکم وقربۃ الی ربکم ومکفرۃ للسیئات ومنھاۃ عن الاثم۔

(رواہ الترمذی وابن ابی الدنیا فی کتاب التہجد وابن خزیمۃ والحاکم وصححہ) ــــــ

(رواه الطبرانی عن سلمان والترمذی عن بلال وفی آخرہ ومطردۃ للداءعن الجسد)۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم رات کی نماز (تہجد) کی پابندی کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ رہا ہے اور تمہیں تمہارے پروردگار سے قریب کرنے کا سبب ہے اور (اب تک کے) گناہوں کو معاف کرنے والی ہے اور (آئندہ) گناہوں سے روکنے والی ہے ——— اور ایک روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ نماز جسم سے بیماریوں کو دور کرنے والی ہے۔

(۲۷۹) وعن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ رجلاً قام من اللیل فصلی وایقظ امرأته فان ابت نضح فی وجهها الماء ورحم اللہ امرأۃ قامت من اللیل فصلت وایقظت زوجها فان ابیٰ نضحت فی وجهه الماء

(رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیهما والحاکم وصححہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت نازل ہو اس آدمی پر جو تہجد کے لئے اٹھا خود نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا اور اگر (نیند کے غلبہ سے) وہ نہ اٹھی تو پانی کا (ہلکا سا) چھینٹا اس کے چہرے پر دیا ——— اور اللہ کی رحمت نازل ہو اس عورت پر جو تہجد کے لئے اٹھی خود نماز پڑھی اور اپنے شوہر کو جگایا اور اگر وہ (نیند کے غلبہ کی وجہ سے) نہ اٹھا تو اس کے چہرے پر پانی کا (ہلکا سا) چھینٹا دیا (اور دونوں نے مل کر نماز ادا کی)۔

تشریح:۔ وہ میاں بیوی کیسے خوش نصیب ہیں جو نماز تہجد کا شوق رکھتے

ہیں اور ہر ایک خود پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے کو بھی اس سعادت سے محروم دیکھنا نہیں چاہتا۔ اور محبت و شفقت کے دائرے میں کسی نہ کسی طرح جگا کر دوسرے کو بھی اپنے ساتھ خدا کی بارگاہ میں کھڑا کر لیتا ہے۔

جگانے کے لئے پانی چھڑکنا اور پھر سونے والے کا بخوشی اُٹھ کھڑا ہونا اسی صورت میں ممکن ہے کہ دونوں کو تہجد کا شوق ہو اور سونے والے کو جاگنا بدشوقی کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف نیند کے غلبہ کی وجہ سے مشکل ہو رہا ہو۔ ورنہ پیشانی اگر ذوقِ سجود سے محروم اور دونوں کے دل آپس میں الفت و محبت سے خالی ہوں تو پانی کا چھینٹا نفرت کی آگ بھڑکانے کا کام کرے گا۔

(۲۸۰) وعن عبد الله رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فضل صلاة اللیل علی صلاة النهار کفضل صدقة السر علی العلانیة۔

(رواه الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن کی (نفل) نماز کے مقابلہ میں رات کی (نفل) نماز ایسی ہے جیسے سب کے سامنے دیئے ہوئے صدقہ خیرات کے مقابلہ میں چھپ کر دیا ہوا صدقہ۔

تشریح:۔

یعنی رات کی نماز میں اور چھپ کر کی جانے والی خیرات میں خلوص زیادہ ہوگا اور یوں بھی رات میں اور بالخصوص رات کے آخر حصہ میں ذہن ہر طرح کے خیالات سے پاک اور جسم محنت کی تھکن سے آزاد ہوتا ہے اور پھر اس وقت کی خاص برکات کی وجہ سے نماز کی قیمت میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۲۸۱) وعن ایاس بن معاویة المزنی رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لا بد من صلاۃ بلیل ولو حلب شاۃ ــــــــ وما کان بعد صلاۃ العشاء فهو من اللیل

(رواہ الطبرانی)

حضرت ایاس بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کو (کچھ نہ کچھ) نفل نماز ضرور پڑھ لیا کرو، خواہ اتنی سی دیر ہو جتنی دیر میں ایک بکری کا دودھ دوہا جاتا ہے (یعنی تھوڑی دیر ہی سہی) اور جو نماز بھی عشاء کی نماز کے بعد (صبح صادق سے پہلے تک) پڑھی جائے وہ رات کی نماز ہے۔

تشریح:

تہجد کی نماز کے لئے بہترین وقت اگرچہ رات کا آخری حصہ ہی ہے جیسا کہ آگے دوسری روایات سے معلوم ہوگا لیکن جو شخص اس بہترین وقت کی ہمت نہیں کرسکتا وہ اگر عشاء کے بعد ہی چند رکعات تہجد کی نیت سے پڑھ کر سو رہے تو یہ بھی تہجد ہی میں شمار ہو جائے گا۔

سبحان اللہ! بندوں کی سہولتوں کا خدائے رحیم و کریم نے کہاں کہاں تک خیال رکھا ہے۔

(۲۸۲) وعن سهل بن سعد رضی اللہ عنه قال جاء جبرئیل الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال یا محمد و اعلم ان شرف المومن قیام اللیل وعزہ استغناءہ عن الناس۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن فی حدیث)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (چند باتیں کہنے کے بعد) کہا اور اے محمدؐ! یہ جان لیجئے کہ مومن کی بڑائی تہجد کی نماز پڑھنے میں اور اس کی عزت و سربلندی لوگوں سے بے نیاز رہنے میں ہے۔

(۲۸۳) وعن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاثۃ یحبہم اللہ ویضحک الیہم ویستبشر بہم الذی اذا انکشفت فئۃ قاتل وراءھا بنفسہ للہ عزوجل فاما ان یُقتلَ واما ان ینصرہ اللہ عزوجل ویکفیہ فیقول انظروا الی عبدی ھذا کیف صبرلی بنفسہ۔ والذی لہ امراۃ حسنۃ وفراش لین حسن فیقوم من اللیل فیقول یذر شھوتہ ویذکرنی ولوشاء رقد۔ والذی اذا کان فی سفر وکان معہ رکب فسھروا ثم ھجعوا فقام من السحر فی ضراء وسراء،

(رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین (قسم کے) آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے اور انھیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور (فرشتوں کے سامنے) اظہار مسرت کرتا ہے (۱) ان میں سے ایک وہ آدمی ہے کہ جنگ میں اس کے ساتھی سب بھاگ کھڑے ہوئے اور یہ تن تنہا ڈٹ گیا اور خدا کو راضی کرنے کے لئے اکیلا (دشمن کی پوری فوج سے) بھڑ گیا خواہ نتیجہ میں شہید ہو جائے یا اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرما (کر اسے غالب کر) دے۔

اللہ تعالےٰ اس کے متعلق (فرشتوں سے) کہتا ہے میرے اس بندے کو دیکھو میری خاطر اس نے کس صبر و ضبط سے کام لیا ہے۔

(۲) دوسرا وہ آدمی جس کے پہلو میں خوبصورت بیوی ہو اور بہترین نرم و گداز بستر حاصل ہو اور پھر وہ (ان سب کو چھوڑ کر) رات میں کھڑا ہو جائے اور نماز میں مشغول ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے دیکھو یہ اپنی خواہشات کو قربان کر کے میری یاد میں لگ گیا ہے۔ اگر چاہتا تو آرام سے پڑا سویا رہ سکتا تھا۔

(۳) تیسرا وہ شخص جو سفر میں ہو اور اس کے ساتھ ایک قافلہ ہو اور ان سب کو خاصی رات گئے تک جاگنا پڑا ہو آخر قافلہ والے سب پڑ کر سو گئے ہوں اب یہ بندہ اخیر شب میں اُٹھے، دُکھ تکلیف یا آرام و راحت کا کچھ خیال نہ کرے اور اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو جائے۔

تشریح:-

ان تینوں باتوں میں سے ہر ایک ایسی ہے کہ اس کے لئے نفس کے سخت مقابلہ اور بہت بلند حوصلہ کی اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ غیر معمولی محبت کی ضرورت ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ خدا کا محبوب اور فرشتوں کی نورانی محفل میں رب العالمین کی زبان سے تعریف کے قابل بنتا ہے۔

(۲۸۴) وعن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا حسد الا فی اثنتین رجل اتاہ اللہ القرآن فھو یقوم بہ اناء اللیل واناء النھار ورجل اتاہ اللہ مالا فھو ینفقہ اناء اللیل واناء النھار۔

(رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قابل رشک صرف دو آدمی ہیں، ایک تو وہ جسے اللہ نے حفظ قرآن کی دولت سے نوازا ہو اور وہ دن کو اور راتوں کو نماز میں قرآن مجید پڑھتا ہو، اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالے نے مال و دولت عطا فرمائی ہو اور وہ دن رات اسے راہ خدا میں لٹاتا ہو۔

(۲۸۵) وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام بعشر اٰیات لم یکتب من الغافلین ومن قام بمائة آیة کتب من القانتین ومن قام بالف آیة کتب من المقنطرین۔

(رواہ ابوداؤد وابن خزیمۃ فی صحیحہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز (تہجد) میں (کم از کم) دس آیتیں بھی پڑھ لیں وہ غافلوں میں شمار نہ ہوگا۔ اور جس نے سو آیتیں پڑھ لیں اس کا شمار عبادت گذاروں میں ہوگا۔ اور جس نے ایک ہزار آیتیں پڑھ لیں اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کے لئے ایک قنطار اجر لکھا جاتا ہے۔

تشریح :۔

میدان عمل میں قدم بڑھانے والوں کے لئے بہت سے درجات ہیں جو جتنا عمل رکھتا ہو اتنا ہی آگے بڑھ جائے۔ قنطار کی مقدار دوسری روایات میں یہ ہے کہ وہ دنیا اور اس کی تمام دولت سے زیادہ قیمتی ہے۔[1]

[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط باسناد حسن عن فضالۃ بن عبید وتمیم الداری رضی اللہ عنہما۔

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ سورۃ الملک (انتیسویں پارے کے شروع) سے ختم قرآن تک ایک ہزار آیتیں ہوتی ہیں۔

معذور آدمی بیٹھ کر نمازِ تہجد ادا کرلے:۔

(۲۸۶) عن عبد اللہ بن ابی قیس[1] قال قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا لا تدع قیام اللیل فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یدعہ وکان اذا مرض او کسل صلی قاعدا۔

(رواہ ابوداود وابن خزیمہ فی صحیحہ)

عبد اللہ بن ابی قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (مجھ سے) فرمایا کہ رات کی نماز نہ چھوڑا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کبھی نہیں چھوڑتے تھے، اگر آپ کو کوئی بیماری یا طبیعت میں سستی بھی ہوتی تب بھی بیٹھ کر تہجد ادا فرمالیتے تھے۔

تشریح:۔

نمازِ تہجد کوئی فرض یا واجب نہیں ہے کہ ہر حال میں جیسے بھی ہو اس کو ادا کیا ہی جائے، لیکن اس کے اجر و ثواب، اللہ کے نزدیک اس کی محبوبیت اور انسان کی زندگی پر اس کے پاکیزہ و مبارک اثرات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا اس قدر اہتمام تھا کہ ایسی حالت میں بھی ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔

[1] الترغیب کے زیرِ انتخاب نسخے میں یہ نام عبد بن ابی قیس ہے اور اسعاء، الترغیب مطبوعہ عالیہ کی میں عبد اللہ بن قیس ہے اور یہ دونوں غلط ہیں صحیح عبد اللہ بن ابی قیس ہے جیسا کہ منیریہ، نظامی، لاہوری اور فخر میں ہے اور اصل سنن ابی داؤد میں بھی اسی طرح ہے۔

نیند کے غلبہ کی حالت میں نماز و دعا کی ممانعت :۔

(۲۸۷) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نعس احدکم فی الصلوٰۃ فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ۔

(رواہ البخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کسی کو (رات میں) نماز پڑھتے پڑھتے نیند آنے لگے تو اسے سو جانا چاہئے اس لئے کہ ہو سکتا ہے ایک شخص اونگھتے ہوئے کرنا تو چاہتا ہو استغفار لیکن اس کے بجائے اپنے نفس کو ملامت (بددعا) کرنے لگے۔

(۲۸۸) وعن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نعس احدکم فی الصلاۃ فلینم حتی یعلم ما یقرؤہ

(رواہ البخاری واللفظ لہ والنسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کسی کو نماز پڑھتے پڑھتے نیند کا غلبہ ہونے لگے تو اسے چاہئے کہ سو جائے؛ یہاں تک کہ (نیند کا خمار کچھ نکل جائے اور) وہ یہ سمجھ سکے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔

تشریح :۔

اللہ تعالےٰ کو وہی عبادت پسند ہے جو تازگی وانشراح اور انبساط طبع کے ساتھ ہو۔ جو نماز آدمی پر بوجھ بن رہی ہو، نیند کے غلبہ سے یہ تک

خبر نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کتنی رکعتیں پڑھ چکا ہوں ایسی نماز سے سو رہنا بہتر ہے۔ یہ شان تو صرف فرائض کی ہے کہ دل چاہے نہ چاہے، طبیعت لگے نہ لگے بہر حال اس کو ادا کرنا ہی ضروری ہے۔

تمام رات غافل پڑے سوتے رہنا :۔

(۲۸۹) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال ذکر عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل نام لیلۃ حتی اصبح قال ذالک رجل بال الشیطان فی اذنیہ او قال فی اذنہ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا جو تمام رات پڑا سوتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی (دو چار رکعتیں بھی تہجد کی نہ پڑھیں) آپ نے فرمایا اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔

تشریح :۔

کسی چیز پر پیشاب کر دینے کا مطلب محاورے میں یہ ہوتا ہے کہ اس کو بہت ذلیل و بے حیثیت سمجھا[1]۔ اسی طرح مجازاً کسی چیز کو ضائع کر دینے اور نقصان پہنچانے کے لئے بھی پیشاب کر دینے کا لفظ بولا جاتا ہے[2]۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان نے اس کی اس درجہ غفلت دیکھ کر اسے ذلیل سمجھا اور اس میں مزید سستی و کاہلی پیدا کر کے اسے تہجد سے محروم کر دیا۔ گویا غفلت کے مارے ہوئے

---

[1] نہایہ ج ۱ ص ۱۱۹ اردو محاورے میں بھی یہ چیز عام ہے۔

[2] کقول الشاعر ؎ "بال سہیل فی الفضیخ ففسد" ای لما کان الفضیخ یفسد بطلوع سہیل کان ظہورہ علیہ مفسداً لہ۔ (النہایہ ج ۱ ص ۱۱۹)

کے دو لاتیں اور مار دیں ۔

(۲۹۰) وعن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد اللہ! لا تکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ رات میں اٹھا کرتا تھا، اب رات کا اٹھنا اس نے چھوڑ دیا ہے ۔

تشریح :-

کوئی نیک عمل کر کے چھوڑ دینا بے برکتی کا سبب ہوتا ہے اس لئے جو عمل شروع کیا جائے اسے پابندی سے نباہا جائے خواہ بہت تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

(۲۹۱) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبغض کل جعظری جواظ صخاب فی الاسواق جیفۃ باللیل حمار بالنہار عالم بامر الدنیا جاھل بامر الآخرۃ ۔

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ والاصبہانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے کو وہ آدمی بہت برا لگتا ہے جو بدمزاج ہو، کھانے میں بہت آگے ہو، بازاروں میں خوب چیختا پھرتا ہو، رات کا لاشہ ہو (کہ تمام رات مردوں کی طرح پڑکر گذار دیتا ہو)

اور دن کا گدھا کہ (دن بھر گدھے کی طرح لدالدا پھرتا ہو اور سوائے گدھے کی طرح پیٹ بھر لینے کے دوسری کوئی فکر نہ ہو) دنیا کی باتوں میں ماہر ہو اور آخرت کے معاملات میں کورا۔

جس کا رات کا معمول فوت ہو جائے :۔

(۲۹۲) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن حزبہ او عن شئی منہ فقرأہ فیما بین صلاۃ الفجر وصلاۃ الظہر کتب لہ کانما قرأہ من اللیل۔

(رواہ مسلم وابو داود والترمذی والنسائی وابن ماجہ وصححہ ابن خزیمۃ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سوتا رہ جائے اور اس کا رات کا معمول (پورا) یا اس کا کچھ حصہ چھوٹ جائے اور اسے (اگلے دن) فجر اور ظہر کے درمیان ادا کرلے تو وہ ایسے ہی لکھا جائے گا جیسے رات میں ہی ادا کرلیا ہو۔

تشریح :۔

جس کا معمول روزانہ تہجد پڑھنے کا یا تلاوتِ قرآن مجید یا کوئی اور ذکر و تسبیح وغیرہ کا ہو اور کسی روز نیند کے غلبہ یا کسی اور وجہ سے چھوٹ جائے تو صبح فجر کے بعد پورا کرلینا چاہیئے۔

فجر اور ظہر کے درمیانی نوافل[1] :۔

آفتاب طلوع ہونے کے بعد سے ظہر تک کے درمیان احادیث میں کچھ نوافل

---

[1] الترغیب میں " الترغیب فی صلاۃ الضحیٰ " کا عنوان قائم کرکے وہ تمام احادیث نقل کردی گئی ہیں جو یہاں " اشراق " اور " چاشت " کے عنوانات کے تحت لکھی جارہی ہیں یہاں صفحہ کا عنوان اور اشراق و چاشت کی تفصیل مرتب کی طرف سے ہے۔

پڑھنے کی فضیلت آئی ہے۔ جن کی تعداد میں اور ان کے علیحدہ علیحدہ اوقات میں کچھ اختلاف[1] ہے۔ اس سلسلہ کی ——— اپنے مطالعہ کی حد تک ——— تمام روایات دیکھنے کے بعد جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سورج نکلنے کے کچھ بعد سے زوال تک کے درمیان کی نفل نماز کے لئے نام تو حدیثوں میں صرف "الضحیٰ" کا آیا ہے لیکن روایات کے الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ نوافل کے لئے تو آپ نے یہ فرمایا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج کچھ بلند ہونے تک نماز کی جگہ پر ہی بیٹھا رہے اور پھر چند رکعات پڑھے، بعض روایات میں جن کا ذکر آگے آرہا ہے یہ ہے کہ دن کے اولین حصہ میں چار رکعتیں پڑھی جائیں۔ اور اسی مضمون کی متعدد روایات ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ نوافل سورج ذرا بلند ہونے کے فوراً بعد پڑھے جائیں ——— ہمارے عرف میں اس نماز کو "اشراق" کہا جاتا ہے اور اس کا اشارہ آیت قرآنی میں ملتا ہے :-

اور وہ پاکی بیان کرتے تھے (خدا کی تسبیح کرتے تھے) صبح و شام۔	یسبحن بالعشی والاشراق[2] (سورہ ص آیت ۱۸)

[1] بعض اہل علم جن میں نمایاں نام حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ضحیٰ" کی نماز پڑھی ہی نہیں اگرچہ مسلم، احمد، نسائی ابن ماجہ، ترمذی فی الشمائل اور ابو نعیم وغیرہم نے حضرت عائشہؓ ہی سے اس کے خلاف بھی نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس کی قائل تھیں (الحاوی للسیوطی صد ۵ نیل الاوطار ج ۳ صد ۶۵ و زاد المعاد ج ۱ صد ۹۰) حافظ ابو عبداللہ الحاکم پندرہ صحابہ کرام کے نام لیتے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلاۃ الضحیٰ پڑھنے کی روایات نقل کی گئی ہیں (زاد المعاد ج ۱ صد ۹ مصطفی الحلبی مصر ۱۳۶۹ھ) پھر اس میں بھی دو رائیں ہیں کہ اشراق و چاشت دونوں ایک ہی ہیں یا دو۔ اسی طرح اس کے وقت میں بھی اختلاف ہے۔ [2] (دیکھئے صفحہ آئندہ)

اور کچھ نوافل کا وقت آپ نے اپنے قول وفعل سے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جب لوگ اپنے اپنے کام دھندوں میں لگ جائیں اور دھوپ اتنی تیز ہوجائے کہ اونٹ کے بچوں کے پیر جلنے لگیں اس وقت پڑھے جائیں۔ یہ وقت تقریباً دس بجے کا ہے، اسے ہمارے عرف میں "چاشت" کہتے ہیں ——— اور یہ تفصیل جو ہم نے متعدد روایات کی روشنی میں کی ہے۔ اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جو ابھی آنے والی ہے۔ اب ہم اشراق اور چاشت کے زیر عنوان جو روایات نقل کریں گے ان میں کچھ تو وہ ہونگی جن کا مضمون اپنے اپنے عنوانات کے ساتھ مخصوص ہوگا اور کچھ مشترک ہوں گی جن کا مصداق اشراق و چاشت دونوں ہیں۔

اشراق :-

(۲۹۳) وعن سهل بن معاذ عن ابيه رضى الله عنه ان

(حاشیہ صفحہ ۱۰۰) سے اشرق شرقاً کے اصل معنی چیرنے پھاڑنے کے آتے ہیں۔ آفتاب چونکہ شب کی تاریک چادر چاک کرکے نمودار ہوتا ہے اس لئے آفتاب کے طلوع ہونے کو "اشرقت الشمس" کہتے ہیں اور اس کا مصداق بالکل وہ وقت ہے جب سورج طلوع ہورہا ہوتا ہے حدیث میں اس وقت نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔ اس لئے نماز اشراق کا وقت طلوع شمس کے تقریباً بیس منٹ بعد ہوتا ہے۔

ل اخرج ابن شاہین وابن مندۃ کلاہما فی الصحابۃ عن قدامۃ وحنظلۃ الثقفیین رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ارتفع النہار وذہب کل احد وانقلب الناس خرج الی المسجد فرکع رکعتین او اربعا ثم ینصرف (الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ا ص ۵۶) واخرج احمد ومسلم عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلاۃ الاوابین حین ترمض الفصال۔ (السراج المنیر ج ۲ ص ۲۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قعد فی مصلاہ حین ینصرف من صلاۃ الصبح حتی یسبح رکعتی الضحی لا یقول الا خیراً غفر لہ خطایاہ وان کانت اکثر من زبد البحر۔

(رواہ احمد وابوداود والبیہقی فی سننہ[1])

سہل بن معاذ اپنے والد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز کے بعد ضحی (اشراق) کی نماز پڑھنے تک اسی جگہ بیٹھا رہے اور سوائے نیکی کے کوئی اور بات نہ کرے تو اس کی تمام خطائیں معاف ہو جائیں گی خواہ وہ سمندر کے جھاگوں کے برابر کیوں نہ ہوں۔

تشریح :۔

اس بیٹھنے کے دوران بیٹھنے کی ہیئت وشکل بدل جانے میں تو کوئی حرج نہیں[2] ہے لیکن جگہ وہی رہنی چاہیے اور کوئی فضول بات نہ ہونی چاہیے۔

(۲۹۴) وعن عبد اللہ بن غابر[3] ان ابا امامۃ وعتبۃ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہما حدثاہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی صلوٰۃ الصبح فی جماعۃ ثم ثبت حتی یسبح للہ سبحۃ الضحی کان لہ کاجر حاج ومعتمر تاماً لہ حجہ وعمرتہ۔

(رواہ الطبرانی وفیہ الاحوص بن حکیم وثقہ العجلی وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ ثقات وللحدیث شواہد کثیرۃ[5])

[1] الترغیب والترہیب للمنذری ج ۱ ص ۲۰۵۔ [2] چنانچہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع شمس تک چہار زانو ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ [3] مجمع الزوائد میں نام غلطی سے "عامر" عین مہملہ اور میم کے ساتھ لکھا گیا ہے [4] ذاتی نسخہ اور مجمع میں لفظ "ابا" چھوٹ گیا ہے دوسرے نسخوں میں اور مجمع الزوائد اور الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۱ ص ۵۹ میں صحیح ہے [5] الترغیب و مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۰۴

عبداللہ بن غابر رضؓ حضرت ابوامامۃ اور حضرت عتبۃ بن عبد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز باجماعت ادا کرے پھر (وہیں) ٹھہرا رہے یہاں تک کہ اللہ کے لئے ضحیٰ (اشراق) کی نماز پڑھے تو اس کیلئے اس حج کرنیوالے اور عمرہ کرنیوالے کے برابر اجر و ثواب ہوگا جس کا حج و عمرہ مکمل ہو۔

(۲۹۵) وعن ابی مرۃ الطائفی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ عزوجل ابن آدم صل لی اربع رکعات من اول النہار اکفک آخرہ۔

(رواہ احمد ورواتہ محتج بہم فی الصحیح و روی نحوہ اسرو ابو یعلی عن عقبہ بن عامر الجہنی ورجال ابی یعلی ثقات[1])

حضرت ابومرۃ طائفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اے آدمؑ کے بیٹے! دن کے شروع حصے میں تو میرے لئے (صرف مجھے خوش کرنے کے لئے) چار رکعتیں پڑھ لے میں دن بھر کے لئے تیرا کفیل اور ذمہ دار ہو جاؤں گا۔

تشریح :۔

دن کی ابتدار تو صبح صادق سے ہو جاتی ہے لیکن یہاں دن کی عملی سرگرمیوں کا آغاز اور انسان کے دن بھر کے مشاغل کی ابتدار مراد ہے[2]۔ اور اس لحاظ سے اشراق

---

[1] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۲ صہ ۲۳۵ الحاوی ج ۱ صہ ۶۰ وصہ ۶۲، وفی الباب عن نعیم بن ہمار اخرجہ ابوداود والبیہقی فی شعب الایمان وعن النواس بن سمعان اخرجہ الطبرانی بسند رجالہ ثقات وعن ابی امامۃ اخرجہ الطبرانی وعن ابی الدرداء وابی ذر اخرجہما الترمذی وعن ابی الدرداء اخرجہ احمد والبیہقی بسند جید وعن ابن عمر اخرجہ الطبرانی وفیہ لیث بن ابی سلیم وہو مدلس (الترغیب ومجمع الزوائد ج ۲ صہ ۲۳۵ تا صہ ۲۳۹ والحاوی ج ۱ صہ ۶۰ تا صہ ۶۲

[2] جیسا کہ کفایت وکفالت کے مفہوم سے مترشح ہوتا ہے۔

اور چاشت دونوں ہی نمازیں اس کا مصداق ہو سکتی ہیں۔ مگر اشراق مقدم ہے،

چاشت :۔

(۲۹۶) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقۃ فکل تسبیحۃ صدقۃ و کل تحمیدۃ صدقۃ و کل تھلیلۃ صدقۃ و کل تکبیرۃ صدقۃ و امر بالمعروف صدقۃ و نھی عن المنکر صدقۃ و یجزی من ذلک رکعتان یرکعھما من الضحیٰ

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ذمہ اس کے جسم کے ایک ایک جوڑ کے بدلے روزانہ صبح کو ایک صدقہ ہوتا ہے۔ پس ہر سبحان اللہ، کہنا صدقہ ہے ہر الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ ہر لا الہ الا اللہ، کہنا صدقہ ہے، ہر اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے بھلائی کا حکم کرنا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور اس (شکر) کی ادائیگی کے لئے وہ دو رکعتیں کافی ہیں جو وہ دن چڑھے پڑھ لے۔

تشریح :۔

نیند گویا ایک طرح کی موت ہے کہ انسان کا ہر ہر عضو بالکل بے حس و حرکت ہو جاتا ہے اور انسان مردے کی طرح تمام دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اس نیم موت کے بعد خداوند عالم نے جو دوبارہ ایک زندگی بخشی ہے اور ہر عضو پہلے سے بھی زیادہ تازہ و توانا اور چست ہو گیا اور جوڑ جوڑ میں ایک نئی زندگی آ گئی یہ اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان ہے جس کا شکر ہر انسان پر واجب ہے ——— تمام اعمالِ خیر سے ایک ایک کر کے اس کی ادائیگی ہوتی ہے لیکن اس کی یکبارگی ادائیگی کے لئے اللہ نے اپنے فضل سے [1] دن چڑھنے کے بعد دو رکعت پڑھنا قرار دے دیا ہے۔ (لہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

(۲۹۷) وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریۃ فغنموا واسرعوا الرجعۃ فتحدث الناس بقرب مغزاھم وکثرۃ غنیمتھم وسرعۃ رجعھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ادلکم علی اقرب منھم مغزی واکثر غنیمۃ واوشک رجعۃ ؟ من توضأ ثم غدا الی المسجد لسبحۃ الضحی فھو اقرب منھم مغزی واکثر غنیمۃ واوشک رجعۃ۔ (رواہ احمد من روایۃ ابن لہیعۃ فیہ کلام و رواہ الطبرانی واسنادہ جید لانہ جعل بدل ابن لہیعۃ ابن وہب[1])

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جو (بہت سا) مال غنیمت لیکر اور بہت جلد لوٹ آیا، لوگوں میں ان کے اس قدر جلد جنگ جیت لینے، اتنا کثیر مال غنیمت لے آنے اور اس کے باوجود اتنی جلد لوٹ آنے کا ذکر و تذکرہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ لوگ اس کامیابی اور مال و دولت کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ تو آپ نے ازراہ تربیت ان کے ذہن کا رخ موڑا اور آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے زیادہ کامیاب جنگ اور اس سے زیادہ غنیمت اور اس سے زیادہ جلد لوٹ آنے والا نہ

(گذشتہ سے آگے) ان دو رکعتوں کی ادائیگی کو ادائے شکر کے لئے کافی کہنا اللہ کا محض کرم ہے ورنہ تمام زندگی کی عبادت اللہ کے کسی چھوٹے سے احسان کا بھی بدلہ نہیں بن سکتی۔

[1] الترغیب و مجمع الزوائد ج ۲ صہ ۲۳۵۔ معمولی لفظی فرق سے یہ روایت ابو یعلی بزار اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے و رجالہ رجال الصحیح (الترغیب و مجمع الزوائد ج ۲ صہ ۲۳۵) اور ترمذی نے دعوات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے (الترغیب صہ ۲۹۱ جلوس المرء فی مصلاہ و صہ ۲۶۴ صلاۃ الضحی)

بتادوں ؟ (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) جس شخص نے وضو کیا پھر وہ ضحی کے نوافل پڑھنے کے لئے مسجد گیا وہ اس سے قریب تر جنگ کا فاتح اس سے زیادہ غنیمت پانے والا اور اس سے جلد لوٹ آنے والا ہے۔

(۲۹۸) وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من خرج من بیتہ متطھرا الی صلاۃ مکتوبۃ فاجرہ کاجر الحاج المحرم ومن خرج الی تسبیح الضحی لا ینصبہ الا ایاہ فاجرہ کاجر المعتمر وصلاۃ علی اثر صلاۃ لا لغو بینھما کتاب فی علیین۔ (رواہ ابوداود والبیہقی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کے لئے جائے تو اس کا اجر حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے کے برابر ہے، اور جو شخص ضحی پڑھنے کے لئے جائے اور سوائے اس کے دوسری کوئی وجہ اس کے اُٹھ کر چلنے کی نہ ہو تو اس کا اجر عمرہ کرنے والے کے برابر ہے۔ اور ایک نماز کے بعد جو دوسری نماز پڑھی جائے اور دونوں کے درمیان کوئی فضول اور واہیات بات نہ ہو تو وہ علیین میں لکھ دی جاتی ہے۔

تشریح :-

علیین ان لوگوں کو کہتے ہیں جو جنت کے بلند ترین مقامات پر ہوں گے[۲] اور جنت کے انہی مقامات میں وہ دفتر بھی ہے جہاں جنتیوں کے ناموں کے رجسٹر اور

---

[۱] الترغیب ص۲۱۳ المشی الی المساجد و ص۲۸۲ انتظار الصلوٰۃ و ص۴۶۵ الضحیٰ الحاوی للسیوطی ص۱/۶

[۲] مفردات القرآن للامام الراغب ص۱۲۵ ج۲ (علی ہامش النہایۃ)

ان کے اعمال کی مثلیں مرتب کرکے رکھی جاتی ہیں[1]۔

ان روایات میں وضو کرکے چلنا، اٹھ کر ضحی پڑھنے کے لئے جانا وغیرہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ چاشت کی نماز ہے اور اس کا وقت اس نماز (اشراق) کے بعد ہے اس لئے کہ اشراق فجر کے بعد سورج نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہنے اور سورج ذرا بلند ہو جانے کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے ——— حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل روایت میں دونوں کا وقت الگ الگ صاف طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۲۹۹) عن علی رضی اللہ عنہ انہ سئل عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنہار فقال کان یصلی بالنہار ست عشرۃ رکعۃ کان اذا زالت الشمس من مطلعہا قید رمح او رمحین کقدر صلاۃ العصر من مغربہا صلی رکعتین ثم امتقل حتی اذا ارتفع الضحی صلی اربع رکعات وکان یصلی قبل الظہر اربع رکعات وبعد الظہر رکعتین وقبل العصر اربع رکعات۔

(رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ وسعید بن منصور فی سننہ[2])

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں (نفل) نماز کتنی پڑھتے تھے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپؐ (رات کے علاوہ صرف دن) دن میں کل سولہ رکعتیں (نفل) پڑھتے تھے۔ (۱) سورج جب طلوع ہو کر ایک یا دو نیزے بلند ہو جاتا جتنا کہ غروب ہوتے ہوئے عصر کے وقت ہوتا ہے اس وقت آپؐ دو رکعتیں پڑھتے تھے (۲) پھر وہاں سے (مسجد سے) چلے آتے تھے اور جب دن چڑھ جاتا تھا تو اس وقت چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ (۳) اور چار رکعتیں ظہر سے پہلے (۴)

[1] سورہ المطففین وتفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۷۶۷ [2] الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۱ ص ۵۶

اور ۲ دو رکعتیں ظہر کے بعد پڑھتے تھے (۵) اور چار رکعتیں عصر سے پہلے پڑھتے تھے۔

تشریح :۔

اس روایت سے اشراق و چاشت کا الگ ۲ دو نمازیں ہونا اور دونوں کے لیے علیحدہ مستقل وقت ہونا واضح طور پر معلوم ہو گیا۔

تعداد رکعت :۔ اشراق اور چاشت کی رکعتوں کی تعداد حدیثوں میں مختلف وارد ہوئی ہے، زیادہ سے زیادہ جو تعداد حدیث میں وارد ہوئی ہے وہ بارہ رکعت ہے[۱] لیکن کسی روایت میں کوئی حد بندی نہیں کی گئی ہے۔ جو جتنی رکعات پڑھنا چاہے اسی اختیار ہے۔ حافظ عراقی نے شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ صحابہؓ اور تابعین میں سے کسی نے بھی اس کی رکعتوں کی کوئی مخصوص تعداد مقرر نہیں کی ہے[۲]۔ کوئی شخص اگر بارہ سے زیادہ پڑھے تو اسے اختیار ہے۔ حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن غالب حنفی کی سو رکعتیں پڑھتے تھے[۳]۔ البتہ متعدد روایات سے اشراق کی دو یا چار رکعت اور چاشت کی دو سے آٹھ رکعت تک معلوم ہوتی ہیں۔

نماز زوال[۴] :۔

(۳۰۰) عن عبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی اربعا بعد ان تزول الشمس قبل الظهر وقال انها ساعة تفتح فيها ابواب السماء فاحب

---

[۱] جیسا کہ طبرانی کی حضرت ابوالدرداء سے مفصل روایت میں بسند حسن نقل کیا گیا ہے۔

[۲] الحاوی ج ۱ ص ۴۹

[۳] ایضاً

[۴] یہ عنوان مرتب کی طرف سے اضافہ ہے "الترغیب والترہیب" میں یہ دونوں روایات ص ۳۰۲ و ص ۳۰۱ "الترغیب فی الصلاۃ قبل الظہر وبعدہا" کے تحت درج ہیں

ان یصعد لی فیھا عمل صالح۔

(رواہ احمد والترمذی وقال حدیث حسن غریب)

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ظہر سے پہلے سورج ڈھلنے کے بعد چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ وہ ساعت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ اس ساعت میں میرا کوئی نیک عمل پہنچے۔

(۲۰۱) عن عبد الرحمٰن بن حمید عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلاۃ الھجیر مثل صلاۃ اللیل، قال الراوی فسألت عبد الرحمٰن بن حمید عن الھجیر فقال اذا زالت الشمس۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر قال المنذری فی سندہ لین وقال الہیثمی رجالہ موثقون)[1]

عبدالرحمٰن بن حمید اپنے والد (حمید) سے اور وہ اپنے والد (عبدالرحمٰن بن عوف) رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ھجیر" کی نماز (اجر و ثواب میں) رات کی نماز (تہجد) کی طرح ہے۔ روایت نقل کرنے والے صاحب نے عبدالرحمٰن بن حمید سے ہجیر کا مطلب پوچھا تو انھوں نے کہا وہ وقت جب سورج ڈھل جائے۔

تشریح:۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت رسول اللہ

---

[1] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۱۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ سفروں میں شریک رہا ہوں۔ فلم ار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الرکعتین حین تزیغ الشمس[1]۔ یعنی اس پورے عرصہ میں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد کی دو رکعتیں چھوڑی ہوں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زوال کے بعد کی چار رکعتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے[2]۔ امام غزالیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے نماز زوال کو مسنون و مستحب کہا ہے[3]۔

قاضی شوکانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ (نمبر ۲۹۹) سے نماز زوال پر استدلال کیا ہے[4]۔

امام ترمذیؒ نے نماز زوال کا ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور اس میں حضرت عبداللہ بن سائبؓ کی مذکورہ روایت نقل کی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ کی طرف اشارہ کیا ہے[5]۔

حافظ عراقیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ زوال کے وقت کی یہ چار

---

[1] المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۱۵ ـ قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی۔

[2] رواہ احمد بسند ضعیف وابوداود وابن ماجۃ (احیاء العلوم بتخریج العراقی ج ۱ ص ۱۷۴ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۴۶ھ)

[3] احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۰۸ عمل الیوم واللیلۃ للسیوطی ص ۱۹ (مصطفیٰ الحلبی مصر ۱۳۶۵ھ)

[4] حضرت علیؓ کی روایت کے جو الفاظ منتقی الاخبار میں نقل کیے گئے ہیں ان میں والاربعا قبل الظہر اذا زالت الشمس ہے (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ج ۳ ص ۲۰ مصطفیٰ الحلبی مصر ۱۳۷۱ھ) یہ استدلال ص ۱۲۱ انہی الفاظ سے ہے۔

[5] سنن ترمذی ج ۱ ص ۹۵ باب ماجاء فی الصلوٰۃ عند الزوال۔

رکعتیں، ظہر کی چار رکعت سنتِ مؤکدہ کے علاوہ ہیں۔[1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، ابو سلمہؒ اور عروہؒ اور بہت سے علماءِ سلف سے نمازِ زوال کا معمول نقل کیا گیا ہے۔[2]

نفل نمازوں کی تیسری قسم

سالانہ نمازوں کا بیان

تراویح :-

(۳۰۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم بعزیمۃ ثم یقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہم لوگوں کو) تراویح پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے لیکن لازمی اور حتمی طور پر حکم نہیں فرماتے تھے، پھر آپؐ فرماتے تھے کہ جس نے رمضان میں ایمان کی حالت میں اور اجر و ثواب کی نیت سے نماز

---

[1] نیل الاوطار ج ۳ ص ۷۲، شرح احیاء العلوم ص ۱۴۵/۵ عن شرح الشمائل

[2] عمل الیوم واللیلۃ للسیوطی ص ۱۹، الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۵۹، شرح احیاء العلوم ج ۳ ص ۳۷۰، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۱۔

(۲۰ رمضان ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۳ء دوشنبہ)

(تراویح) پڑھی اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔

(۳۰۴) وعن عبد الرحمٰن بن عوف[1] رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر رمضان بفضلہ علی الشھور فقال من قام رمضان ایمانا و احتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔

(رواہ احمد والنسائی وابن ماجۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا تذکرہ فرمایا اور اسے تمام مہینوں کے مقابلہ میں افضل قرار دیا اور اس کے بعد فرمایا جس نے رمضان میں ایمان کی حالت میں اور (صرف) اجر و ثواب کی نیت سے نماز (تراویح) پڑھی وہ اپنے گناہوں سے اس طرح الگ ہوجائے گا جیسے اپنی پیدائش کے دن تھا۔

تشریح:۔

رمضان المبارک میں ہر نیکی کا اجر و انعام دوسرے دنوں کے مقابلے میں بہت بڑھ جاتا ہے، اس لیے، اس کے دنوں اور راتوں میں آپ نے

---

[1] حافظ منذری نے نسائی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ روایت حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے نقل کی جاتی ہے اور یہ غلط ہے۔ اصلاً یہ روایت ابوہریرہؓ سے ہے۔ لیکن تمام محدثین اس کو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ہی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۸ (دار المعارف مصر ۱۳۷۴ھ) ابن ماجہ ص ۹۵ اور خود نسائی! اور منذری نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ منتقی الاخبار میں بھی عبد الرحمٰن بن عوف ہی کے حوالے سے ہے (نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۳) احمد محمد شاکر نے حاشیہ مسند میں اس پر عمدہ کلام کیا ہے۔

عام دن رات کے مقابلہ میں زیادہ عبادت اور زیادہ نماز و تلاوت اور صدقات و خیرات کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

تراویح کا ذکر چونکہ عام طور پر روزوں کے ساتھ ہی کیا گیا ہے اس لئے اس موضوع کی اور بہت سی روایات روزوں کے بیان میں بھی آئیں گی۔

(نوٹ)، شعبان کی پندرھویں شب کا ذکر روزوں کے بیان میں آئے گا۔ اور عیدین کی راتوں میں عبادت کی فضیلت والی روایتیں ہمارے معیار سے کم درجہ کی ہیں اس لئے چھوڑ دی گئیں۔

نفل نمازوں کی چوتھی قسم

وہ نفل نمازیں جو مختلف اسباب و حوادث کی وجہ سے پڑھی جاتی ہیں

صلوٰۃ الحاجۃ:۔

(۳۰۴) عن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ الی اللہ حاجۃ او الی احد من بنی آدم فلیتوضاء ولیحسن الوضوء ولیصل رکعتین ثم لیثن علی اللہ، ولیصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم لیقل: لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم، سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العلمین، اسألک موجبات رحمتک، وعزائم مغفرتک، و الغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم، لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا حاجۃ ھی لک رضا الا

قضیتھا یا ارحم الراحمین۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ ورواہ الحاکم مختصراً)[1]

"حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے کوئی حاجت ہو اللہ تعالیٰ سے یا کسی انسان سے تو اُسے چاہیئے کہ وہ بہت اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی کچھ حمد و ثنا کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ○ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ ○ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ ○ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ ○ وَالسَّلَامَةَ	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑے حلم والا بڑے کرم والا ہے پاک اور مقدس ہے وہ اللہ جو عرش عظیم کا بھی پروردگار اور خالق ہے۔ تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اے اللہ! میں تجھ سے ان تمام اعمال واخلاق اور ان تمام چیزوں کا سوال

[1] وفیہ فائد بن عبدالرحمٰن ابو الورقاء العطار قال الحاکم فی المستدرک ج ۱ صـ ۳۲۰ وھو مستقیم الحدیث وقال الذھبی فی تلخیص المستدرک بل متروک وقال المنذری متروک روی عنہ الثقات وقال ابن عدی "مع ضعفہ یکتب حدیثہ" وقال السیوطی فی اللآلی قال ابو الورقاء فائد مستقیم الحدیث وقال الحافظ ابن حجر وجدت لہ شاھدا عند الطبرانی فی الدعاء من حدیث انس رضی اللہ عنہ وسندہ ضعیف کما فی شرح الاحیاء ج ۳ صـ ۴۷۰۔

مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ ۝ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ ۝ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝

کرتا ہوں جو تیری رحمت کا مستحق بنا دیتی ہیں اور جو تیری مغفرت کا پختہ اور مضبوط ذریعہ ہیں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر نیکی میں سے بھرپور حصہ لینے (کی توفیق) کا اور ہر گناہ سے سلامتی اور حفاظت کا (اے اللہ!) میرے تمام کے تمام گناہ بخشدے اور میرے تمام غموں اور پریشانیوں کو دُور فرما دے اور میری ہر ہر جائز حاجت کو پورا فرما دے اے سب مہربانوں سے بڑے مہربان!

(۳۰۵) وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اثنتی عشرۃ رکعۃ تصلیھن من لیل او نھار و تتشھد بین کل رکعتین فاذا تشھدت فی اٰخر صلٰوتک فاثن علی اللہ عزوجل وصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقرأ وانت ساجد فاتحۃ الکتاب سبع مرات واٰیۃ الکرسی سبع مرات وقل لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہٗ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیر عشر مرات ثم قل اللّٰھم انی اسألک بمعاقد العز من عرشک ومنتھی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم وجدک الاعلٰی و کلماتک التامۃ ثم سل حاجتک ثم ارفع راسک ثم سلم

يمينًا وشمالًا ولا تعلموها السفهاء فانهم يدعون بها فيستجابون۔

رواه الحاكم والديلمي ورواه ابو نعيم في الحلية من قول وهيب بن الورد بسند قواه الزبيدي في شرح الاحياء[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صلوٰۃ الحاجۃ کا ایک طریقہ اس طرح تعلیم) فرمایا کہ رات میں یا دن میں کسی وقت بارہ رکعت نماز پڑھو اور ہر دو رکعتوں کے درمیان التحیات پڑھو۔ اس طرح جب (اس) نماز کی آخری التحیات پڑھ چکو تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور پھر سجدے کی حالت میں سات مرتبہ سورۂ فاتحہ اور سات مرتبہ آیت الکرسی[2] پڑھو اور دس مرتبہ یہ پڑھو:۔

---

[1] ورواية ابي نعيم اورده السخاوي في القول البديع وقال رواه عبدالرزاق الطبسي في الصلاة له من وجهين والنميري في الاعلام وابن بشكوال اتحاف السادة لشرح الاحياء ج ۳ ص۳۰۸

[2] احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت علیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے منع فرمایا ہے اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ سجدے میں تو خوب دل لگا کر دعا کرنی چاہئے۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص۹۸) لیکن سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ دعا بھی ہیں۔ سورہ فاتحہ کا دوسرا حصہ تو دعا پر مشتمل ہے اور شروع میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے اور آیت الکرسی میں بھی اللہ کی حمد وثنا اور اس کی عظمت وکبریائی کا بیان ہے اور کریم کی تعریف سوال ہی ہوتی ہے اس لئے ان دونوں باتی صفحہ آئندہ پر

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰے کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تن تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، دکائنات کے ذرے ذرے پر) اسی کی حکومت ہے۔ تمام تعریفیں اسی کو زیب دیتی ہیں اور اس کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَ لُکَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِکَ وَمُنْتَھَی الرَّحْمَۃِ مِنْ کِتَابِکَ وَاِسْمِکَ الْاَعْظَمِ وَجَدِّکَ الْاَعْلٰی وَکَلِمَاتِکَ التَّآمَّۃِ۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عرش عظیم کے غلبہ واقتدار کی بنیادوں اور مرکزوں کے واسطے سے اور تیری کتاب کی رحمت کی آخری حدوں کے وسیلے سے اور تیرے اسم اعظم اور تیرے مرتبۂ عالی اور تیرے پورے اور مکمل احکام اور فیصلوں کے سہارے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

اور پھر اپنی حاجت کا سوال کرو اور اس کے بعد سجدے سے سر اُٹھاؤ اور دائیں بائیں سلام پھیر دو ــــ اور یہ چیز بے وقوفوں اور ناسمجھ لوگوں کو نہ سکھاؤ ورنہ وہ (الٹی سیدھی) دعائیں کرلیں گے اور وہ قبول ہو جائیں گی۔

(نوٹ:) امام ابوعبداللہ حاکم یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ احمد بن حرب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کو سجدے میں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نے کہا ہے کہ میں نے اس کا تجربہ کیا اور صحیح پایا۔ ابراہیم بن علی الدبلی کہتے ہیں کہ میں نے بھی اس کا تجربہ کیا اور درست پایا۔ حاکم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوزکریا نے بیان کیا کہ میں نے اسے آزمایا اور صحیح پایا اور خود حاکم فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اس کا تجربہ کیا تو اسے حق پایا۔

مرتب کہتا ہے کہ اس حدیث کی سند کمزور ہے اور ہمارے معیار انتخاب سے کمتر ہے لیکن حافظ زکی الدین المنذری اور حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے ناقدین فن نے اس روایت کو یہ کہہ کر قبول کر لیا ہے کہ والاعتماد فی مثل ھذا علی التجربۃ لا علی الاسناد یعنی اس طرح کی روایات پر سند کی وجہ سے نہیں بلکہ تجربہ کی بنیاد پر اعتماد کر لیا جاتا ہے۔

تشریح :۔ اپنی ہر طرح کی حاجتوں اور تمناؤں کے لئے نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط (سورۂ بقرہ آیت ۱۵۳)	اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو صبر اور نماز کے ذریعہ۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا معمول تھا کہ جب بھی آپ کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی یا کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری پوری قدرت حاصل ہے اور دنیا کا کوئی بھی کام خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔ ایک مؤمن کا یہ طریقہ ہونا چاہئے کہ ہر کام کے

۱؎ الترغیب وانتقاء الترغیب والترہیب ص ۵۰۔

۲؎ رواہ احمد وابوداؤد عن حذیفہ رض ــــــ (الجامع الصغیر)

لئے صحیح طریقہ پر پوری کوشش کرے اور یقین رکھے کہ میری تمام تدبیروں کو کامیاب یا ناکام کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے پھر اسی سے اپنے کام کے بننے کی درخواست کرے۔ جو شخص پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ صلوٰۃ الحاجۃ کو اپنا معمول بنا لیتا ہے وہ صاف طور پر اس کے فوائد و برکات کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ امت کے تمام نیک لوگوں نے اپنی مشکلات کے دور کرنے اور ضروریات کے پورا کرانے میں صلوٰۃ الحاجۃ کو اکسیر پایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کا جو حکم فرمایا گیا ہے اس کے لئے سورۂ فاتحہ اور نماز والا درود بھی کافی ہے اور آگے "نماز برائے حفظ قرآن مجید" کے بیان میں بھی حمد و ثنا اور درود و سلام کے الفاظ آ رہے ہیں، وہ زیادہ جامع ہیں

نمازِ استخارہ

فضیلت و اہمیت

انسان اپنے محدود علم اور ناقص تجربے کی وجہ سے اپنے بہت سے معاملات کے نفع و نقصان سے ناواقف ہوتا ہے۔ وہ ایک کام کرنا چاہتا ہے لیکن اسے یہ خطرہ دامن گیر ہو جاتا ہے کہ یہ کام میرے لئے مفید بھی ہے یا نہیں؟ اسی موہوم اندیشے اور پوشیدہ خطرے نے انسان کو آمادہ کیا کہ وہ اپنے مستقبل کی برائی یا بھلائی معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نکالے۔ چنانچہ مختلف قوموں نے اس کے لئے متعدد طریقے ایجاد کئے، کسی نے پرندوں کے اڑنے کی سمت سے اس کام کی برائی بھلائی پہچانی، کسی نے چھینک آنے سے بدشگونی سمجھ لی بعض قوموں نے ستاروں وغیرہ کا سہارا لیا، عربوں نے جوئے کے تیروں کو اپنے معاملات کی برائی بھلائی میں فیصل قرار دیا غرض انسان کے سامنے ایک ضرورت تھی تو اس نے مختلف طریقوں سے اسے پورا کرنا چاہا۔

سرکار دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ عالم کے لئے رحمت بن کر آئے تھے اور انسانوں کی دنیا وعقبیٰ دونوں کا حل لے کر تشریف لائے تھے۔ انھوں نے اس کا اصلی اور واقعی حل تعلیم فرمایا جس سے سچ مچ آئندہ کی برائی بھلائی معلوم ہوجاتی ہے۔ پرندے کے اُڑنے یا تیروں کے نکلنے جیسے اتفاقی واقعات سے اپنے مقصد کی برائی بھلائی سمجھنا ایک طفل تسلی اور من سمجھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ استخارہ اللہ رب العالمین کے پیغمبر کا تعلیم کردہ وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ انسان عالم الغیب والشہادہ کے ازلی اور محیط علم سے براہ راست فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اس لئے استخارہ خدائے رب العالمین کا ایک بہت ہی عظیم الشان عطیہ اور مستقبل کے خطرات سے بچنے کے لئے بہترین ہتھیار ہے۔

"استخارہ" کے لغتی معنیٰ بھلائی چاہنے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں استخارہ یہ ہے کہ جب کسی بندہ کو اپنے کسی معاملے کے مفید یا مضر ہونے میں تردد ہو تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ وہ اس معاملے کی بہتری اس کے قلب پر واضح کردے اور شک وتردد دُور کر کے کسی ایک جانب کو متعین فرمادے جو مفید ہو۔

استخارہ چونکہ اللہ تعالیٰ سے ایک طرح کا مشورہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر ہر شئی کا پورا پورا علم ہے اس لئے جس کام کے لئے استخارہ کرلیا جائے اس میں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ نقصان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

ماخاب من استخار ولاندم من استشار[1] یعنی جو استخارہ کرلیتا ہے وہ ناکام نہیں ہوتا اور جو مشورہ کرتا ہے اسے شرمندگی وندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

---

[1] ولاعال من اقتصد، رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن انس رضی اللہ عنہ۔ (الجامع الصغیر ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۰)۔

(۳۰۶) عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سعادۃ ابن آدم استخارتہ اللہ عزوجل
(رواہ احمد وابویعلی والحاکم وزاد ——— ومن شقوۃ ابن آدم ترکہ استخارۃ اللہ[1] ——— قال الحاکم صحیح الاسناد قلت ووافقہ الذھبی[2] وروی نحوہ الترمذی والبزار وابو الشیخ ابن حیان والاصبہانی۔)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی سعادت ونیک بختی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ وہ (اپنے اہم معاملات میں) اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا کرے اور آدمی کی بدنصیبی کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ استخارہ کرنا چھوڑ دے۔

تشریح :۔ جو شخص کوئی اہم کام اس کے نفع ونقصان کو جانے بغیر شروع کررہا ہے۔ اس کے لئے کامیابی اور ناکامی دونوں کے امکانات موجود ہیں اور جو شخص پہلے استخارہ کرکے اس کے برے بھلے کو معلوم کرلیتا ہے اور اس کے بعد قدم اٹھاتا ہے وہ بلاشبہ خوش قسمت اور سعادت مند ہے۔

(۳۰۷) وعن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کما

---

[1] یہ اضافہ حافظ منذری نے صرف حاکم کا قرار دیا ہے لیکن مسند احمد ج ۳ ص ۲۵ رقم ۱۴۴۴ بحاشیہ احمد محمد شاکر مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۳۷۶ھ میں بھی یہ اضافہ اور مزید چند الفاظ کا اضافہ موجود ہے۔

[2] المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۱۸ مع تلخیص المستدرک للذھبی۔

يعلمنا السورة من القرآن ـ يقول اذا هَمَّ احدكم بالامر فليركع ركعتين من غير الفريضة ثم ليقل اللهمّ انى استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسألك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب ـ اللّٰهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خيرٌ لى فى دينى ومعاشى وعاقبة امرى ــ اوقال عاجل امرى واٰجِلِهٖ فاقدرهُ لى ويسرهُ لى ثم بارك لى فيه وان كنت تعلم ان هذا الامر شرٌلى فى دينى ومعاشى وعاقبة امرى اوقال عاجل امرى واٰجله فاصرفه عنى واصرفنى عنه واقدِرْلِى الخيرَحيث كان ثم ارضنى به قال ويسمى حاجته ـ

(رواه البخاری[1] وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو تمام معاملات کے لئے استخارہ اس طرح (بہت اہتمام سے) تعلیم فرماتے تھے جیسے آپؐ قرآن کریم کی کوئی سورہ ہمیں تعلیم فرماتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی (اہم) کام کا ارادہ کرے تو اسے چاہیئے کہ دو رکعت غیر فرض (یعنی نفل) نماز پڑھے اور پھر یہ دعا کرے۔

[1] حصن حصین میں یہ حدیث مسلم اور سنن اربعہ کی طرف منسوب کی گئی ہے اور بخاری کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے ۔ یہ بظاہر نقل کرنے والوں کی چوک ہے یا خود مصنف ہی کا سہو ہے ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ	اے اللہ! میں تیرے علم کے ذریعہ
بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ	(اپنے معاملہ میں) خیر کی صورت
بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ	معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اور
مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ	تیری قدرت کاملہ سے قدرت حاصل
تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ	کرنا چاہتا ہوں اور تیرے عظیم الشان
وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ	فضل کی بنا پر تجھ سے سوال
وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ	کرتا ہوں اس لئے کہ تو قدرت
اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ	والا ہے اور مجھے قدرت نہیں ہے
اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ	اور تجھے علم ہے اور مجھے کچھ علم نہیں
فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ	ہے یقیناً تو ہی پوشیدہ باتوں کا
اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ[1]	جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر
فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ	تیرے علم میں اس کام کے اندر
ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ	میرے لئے بہتری ہے۔ میرے
كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا	دین کے لحاظ سے اور میری معاش
الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ	اور میری آخرت وانجام کے لحاظ
وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ	سے بہتری ہے تو اس کام کو میرے

[1] ایک روایت میں " وعاقبۃ امری" ہے اور دوسری روایت میں اس کے بجائے وعاجل امری وَاٰجِلِهٖ ہے علامہ ابراہیم حلبی کی رائے یہ ہے کہ دونوں روایتوں کی رعایت کرلی جائے (غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی ص۴۳۲) یہاں الفاظ کی ترتیب میں اسی کا لحاظ رکھا گیا ہے اور روایت کے الفاظ کا فرق اوپر حدیث میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔

وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔	لئے مقدر فرما دے اور یہ کام میرے لئے آسان (بھی) کر دے اور پھر میرے لئے اس میں برکت عطا فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے دین، یا معاش (دنیا) یا انجام کار میں اچھا نہیں ہے تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھ (یعنی میری توجہ) اس کی طرف سے پھیر دے اور میرے لئے خیر و بھلائی مقدر فرما دے خواہ وہ کہیں بھی ہو اور پھر جو کچھ تو میرے لئے مقدر فرمائے اس پر مجھے راضی اور مطمئن فرما دے۔

اور آپؐ نے فرمایا کہ اپنی حاجت کا نام بھی لینا چاہیئے۔ ھٰذَا الامر ــــ پر دونوں جگہ دل میں اپنی حاجت کا خیال کر لینا بھی کافی ہے۔

تشریح:۔ اس حدیث سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک استخارہ کی کیا اہمیت تھی۔ قرآن مجید کی سورتوں کی طرح آپؐ نہایت اہتمام سے اس کی تعلیم فرماتے تھے۔ استخارہ کے متعلق یہ چند ضروری باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں۔

(۱) صوفیاء کرام اور عاملوں کے یہاں استخارے کے بہت سے طریقے رائج ہیں جو اگرچہ قرآن و حدیث کے اشارات اور ذاتی تجربات ہی سے سمجھے گئے ہیں تاہم سب سے زیادہ متبرک اور بہتر یہی طریقہ ہے جو زبانِ نبوت سے ارشاد ہوا ہے

اور خدائی رہنمائی کہلانے کا سب سے زیادہ مستحق یہی ہے اور ان کی ممانعت پر بھی چونکہ کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے ان پر عمل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں[1] ہے

(۲) استخارہ ان ہی کاموں کے لئے کیا جاتا ہے جن کا خیر یا شر ہونا مشکوک ہو لہٰذا جو کام شرعاً و اخلاقاً واجب و ضروری ہیں یا ناجائز و حرام ہیں ان کے لئے استخارہ نہیں ہو سکتا۔

مشہور مقولہ ہے کہ :

؎ در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست۔

البتہ حج کے سفر میں اس بات کے لئے استخارہ ہو سکتا ہے کہ ہوائی راستہ اختیار کریں یا سمندری اور فلاں فلاں لوگوں میں سے کس کو رفیق سفر بنائیں۔ یا مثلاً شادی فلاں فلاں رشتوں میں سے کونسی جگہ کریں وغیرہ۔

(۳) دعا کے شروع و آخر میں سورۂ فاتحہ اور درود شریف بھی تین یا پانچ یا سات بار پڑھ لینا چاہیئے۔

(۴) استخارہ کی دعا پڑھنے کے بعد کسی سے بات چیت کئے بغیر پاک بستر پر قبلہ رُخ داہنی کروٹ پر سو جانا چاہیئے اور اٹھنے کے بعد غور کرے جس طرف طبیعت کا رجحان زیادہ ہو اللہ کا نام لے کر وہی کام شروع کر دینا چاہیئے۔ اگر پہلے دن دل کسی ایک رائے پر نہ جمے اور شرح صدر نہ ہو تو دوسرے دن بھی اسی طرح کرنا چاہیئے۔ اور اس کی آخری تعداد سات مرتبہ ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے

---

[1] محترم مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے بھی معارف السنن شرح سنن ترمذی میں یہی رائے ظاہر فرمائی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ صوفیاء کرام کے مجوزہ استخاروں کے ساتھ اگر یہ مسنون دعا بھی شامل کر لی جائے تو بہتر ہے۔ (جلد ۴ صفحہ ۲۷۸-۲۷۹ - مطبوعہ کراچی ۱۳۸۵ھ)

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذا هممت بامر فاستخر ربک فیہ سبع مرات ثم انظر الی الذی یسبق الی قلبک فان الخیر فیہ[1] ـــــــــــ یعنی جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو سات مرتبہ، تک) اپنے پروردگار سے استخارہ کرو پھر دیکھو تمہارا دل کس طرف جھکتا ہے۔ بس سمجھ لو اسی میں بھلائی ہے۔ کبھی خواب میں بھی کچھ اشارہ ہو جاتا ہے لیکن خواب نظر آنا ضروری نہیں ہے۔ سو کر اُٹھنے کے بعد دل کا میلان دیکھنا چاہیئے۔

(۵) اگر کوئی کام فوری طور پر پیش آگیا اور اتنا موقع نہیں ہے کہ استخارہ کیا جائے تو استخارے کا ایک بہت مختصر طریقہ یہ ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے صرف مذکورہ دعا،[2] تین یا پانچ یا سات بار پڑھ لی جائے اور اس سے بھی مختصر یہ کہ گیارہ[3] مرتبہ یہ چھوٹی دُعا پڑھ لے۔

اللّٰھُمَّ خِرْ لِیْ وَاخْتَرْ لِیْ ۔ اے اللہ! میرے لئے خیر فرما اور میرے لئے بہتر صورت ظاہر فرما۔

(۶) جس رات کو استخارہ کیا جائے بہتر یہ ہے کہ اس رات میں بادی چیزیں آلو، گوبھی وغیرہ نہ کھائی جائیں۔ تبخیر معدہ کا مریض خود استخارہ کرنے کے بجائے کسی دوسرے

---

[1] رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ ص۱۶۱ (دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۵۸ھ)

[2] کتاب الاذکار للنووی ص۱۲۳ (مطبعہ حجازی قاہرہ سن ندارد) مجمع الزوائد ج۲ ص۲۸۰، ص۲۸۱ وج۱۰ ص۱۸۶ میں متعدد صحابہ کرامؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی و فعلی حدیثیں نقل کی گئی ہیں جن میں نماز کے بغیر صرف دعا کے ذریعہ استخارہ کرنے کا ذکر ہے۔

[3] یہ تعداد اصول عامہ کی روشنی میں مرتب کی طرف سے اضافہ ہے۔ (باقی صفحہ آئندہ پر)

سے کرائے تو بہتر ہے۔

صلوٰۃ التوبہ

(۳۰۸) عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل یذنب ذنباً ثم یقوم فیتطہر ثم یصلی ثم یستغفر اللہ الا غفر اللہ لہ ثم قرأ ھذہ الاٰیۃ والذین اذا فعلوا فاحشۃ اوظلموا انفسہم ذکروا اللہ الی اٰخر الاٰیۃ۔

(رواہ الترمذی وحسنہ وابوداود والنسائی وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی وقالا "ثم یصلی رکعتین"[1])

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی کوئی شخص کوئی گناہ کرے پھر اٹھ کر وضو کرے اور نماز پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اس ارشادِ گرامی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) اور اللہ کے نیک صالح بندے وہ ہیں کہ جب وہ کوئی کھلا ہوا گناہ کر بیٹھیں یا کوئی اور برا کام ان سے ہو جائے تو (فوراً) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] رواہ الترمذی من ابی بکر رضی اللہ عنہ کما فی الاذکار للنووی ص۱۲۳ قلت ورواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ ص۱۶۱ ورواہ البزار کما فی الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النواویہ ج۳ ص۵۶ [2] ایضاً منہ، یہ عبارہ کی تعداد روایت میں نہیں، بعض اہل علم کی تجویز ہے

[1] الترغیب ج۱ ص۲۷۴ صلوٰۃ التوبہ و ج۲ ص۱۱۴ فی الاستغفار بزیادۃ القصۃ۔

سامنے اپنے گناہوں کی توبہ و استغفار کرتے ہیں۔

تشریح:۔ انسان کی انسانیت اور اس کی نیکی و پرہیزگاری یہ نہیں ہے کہ اس سے کبھی گناہ سرزد ہی نہ ہو بلکہ اس کی پرہیزگاری اور بندگی کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر کبھی بتقاضائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو وہ اس داغِ معصیت کو دھونے کے لئے بے چین ہوجائے اور اپنی پیشانی کو خدا تعالیٰ کے سامنے رکھ کر ندامت و شرمندگی کا اظہار اور آئندہ کبھی وہ غلطی نہ کرنے کا عہد کرے ؎

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
اک بار خطا ہوجاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی تعریف میں یہ نہیں فرمایا کہ ان سے کبھی گناہ صادر نہیں ہوتا بلکہ تعریف کے ضمن میں یہ ارشاد فرمایا کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہوجاتا ہے تو وہ توبہ کرتے ہیں۔ مومن کو ہر وقت توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہیئے اور اگر خدانخواستہ کبھی کوئی بڑا گناہ ہوجائے تو صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر خوب گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیئے۔ استغفار کا بیان آگے تفصیل سے آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

نماز برائے حفظِ قرآن مجید:۔

(۳۰۹) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاءہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فقال بابی انت تفلت ھذ القرآن من صدری فما اجدنی اقدر علیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا الحسن افلا اعلمک کلمات ینفعک اللہ بھن وینفع بھن من علمتہ ویثبت ما تعلمت فی صدرک قال اجل یا رسول اللہ فعلمنی قال اذا کان لیلۃ الجمعۃ فان

استطعت ان تقوم فی ثلث اللیل الآخر فانہا ساعۃ مشہودۃ والدعاء فیہا مستجاب فقد قال اخی یعقوب لبنیہ سوف استغفر لکم ربی یقول حتی تاتی لیلۃ الجمعۃ فان لم تستطع فقم فی وسطہا فان لم تستطع فقم فی اولہا فصل اربع رکعات تقرأ فی الرکعۃ الاولیٰ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ یٰس وفی الرکعۃ الثانیۃ بفاتحۃ الکتاب وحٰمٓ الدخان وفی الرکعۃ الثالثۃ بفاتحۃ الکتاب والمٓ تنزیل السجدۃ وفی الرکعۃ الرابعۃ بفاتحۃ الکتاب وتبارک المفصل فاذا فرغت من التشہد فاحمد اللّٰہ واحسن الثناء علی اللّٰہ و صلّ علیّ واحسن وعلی سائر النبیین واستغفر للمؤمنین والمؤمنات والاخوانک الذین سبقوک بالایمان ثم قل فی آخر ذٰلک :-

دعاء

" اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَّآ اَبْقَیْتَنِیْ وَارْحَمْنِیْٓ اَنْ اَتَکَلَّفَ مَالَا یَعْنِیْنِیْ وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظَرِ فِیْمَا یُرْضِیْکَ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعِزَّۃِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْاَلُکَ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِکَ وَنُوْرِ وَجْھِکَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ کِتَابِکَ

كَمَا عَلَّمْتَنِي وَارْزُقْنِي اَنْ اَتْلُوَهُ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي يُرْضِيكَ عَنِّي
اَللّٰهُمَّ بَدِيعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ
وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ اَسْاَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ
وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِي وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ
لِسَانِي وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِي وَاَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِي
وَاَنْ تَسْتَعْمِلَ[1] بِهٖ بَدَنِي فَاِنَّهُ لَا يُعِيْنُنِي عَلَى الْحَقِّ
غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْنِيْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

يا ابا الحسن تفعل ذالك ثلث جمع او خمسا او سبعا
تجاب باذن الله والذی بعثنی بالحق ما اخطأ مؤمنا قط
قال ابن عباس رض فو الله مالبث علیؓ الا خمسا او سبعا
حتی جآء رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مثل ذلك
المجلس فقال یا رسول الله انی کنت فیما خلا لا آخذ

---

[1] حافظ منذری فرماتے ہیں کہ ترمذی کے اکثر نسخوں میں یہ لفظ اسی طرح ہے اور بعض میں تشغل ہے مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۱۷ میں بھی یہی لفظ ہے۔ معنیٰ دونوں کے ایک ہی ہیں اور ترمذی کے بعض نسخوں میں تغسل بھی ہے اس صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے اللہ میرے جسم کو گناہ کی آلودگیوں سے پاک صاف کر دے۔

الأربع آيات ونحوهن فاذا قرأتهن على نفسي تفلّتن وانا اتعلم اليوم اربعين آية ونحوها فاذا قرأتهن على نفسي فكانما كتاب الله بين عيني ولقد كنت اسمع الحديث فاذا رددته تفلت وانا اليوم اسمع الاحاديث فاذا تحدثت بها لم اخرم منها حرفا۔ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذلك مؤمن ورب الكعبة يا ابا الحسن۔

(رواه الترمذي[1] والحاكم وصححه على شرط الشيخين واسانيد هذا الحديث جيدة ومتنه غريب جداً)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ (یا رسول اللہ!) میرا باپ آپ پر قربان، یہ قرآن مجید میرے سینے سے نکلا جاتا ہے میں اپنے اندر اسے یاد رکھنے کی قدرت نہیں پاتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] قال الترمذي حديث حسن غريب لا نعرفه الا من حديث وليد بن مسلم قلت ورواه الطبراني وليس فيه وليد بن مسلم كما نقله الحافظ ابن كثير في فضائل القرآن ص۵۶ (الملحق بآخر تفسيره)۔

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوالحسن! (یہ حضرت علی کی کنیت ہے) کیا میں تمہیں
چند ایسے کلمات نہ سکھا دوں جو تمہارے لئے بھی مفید ہوں اور جسے تم بتادو
اس کے بھی کام آئیں اور جو کچھ تم یاد کرو وہ بھی تمہارے سینہ میں محفوظ
ہوجایا کرے؟ حضرت علیؓ بولے ہاں اے اللہ کے رسول! ضرور
سکھا دیجئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جب (جمعرات کا دن گذرنے کے بعد)
جمعہ کی شب آئے تو اگر تم رات کے آخری تہائی حصہ میں اُٹھ سکو تو یہ بہت
بہتر ہے کیونکہ یہ وقت فرشتوں کے نازل ہونے اور دعاؤں کے قبول
ہونے کا ہے اور یہی وقت ہے جس کے انتظار میں میرے بھائی حضرت
یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ
رَبِّيْ: (میں تمہارے لئے عنقریب اپنے رب سے مغفرت طلب کروں
گا یعنی جمعہ کی رات میں) اور اگر (آخری تہائی رات میں) جاگنا مشکل
ہو تو آدھی رات کے وقت اور اگر اتنا بھی نہ کر سکو تو شروع ہی رات میں
کھڑے ہو اور چار رکعت نماز اس طرح پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ
کے بعد سورہ یٰسٓ شریف[1] پڑھو اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ
کے بعد سورۂ دخان، اور تیسری میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ الٓمٓ
سجدہ اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھو اور

---

[1] سورہ یٰسین ۳۶ ویں سورت ہے ۲۲ ویں پارے میں ـــ سورۂ دخان ۴۴ ویں سورت ہے ۲۵ ویں پارے میں ـــ الٓمٓ سجدہ ۳۲ ویں سورت ہے اور اُسے صرف السجدہ بھی کہتے ہیں یہ ۲۱ ویں پارے میں ہے ـــ سورۂ ملک ۶۷ ویں سورت ہے۔ ۲۹ واں پارہ اسی سے شروع ہوتا ہے۔

جب (چوتھی رکعت میں) التحیات پڑھ چکو تو اللہ تعالیٰ کی خوب حمد وثنا کرو اسکے بعد مجھ پر اچھی طرح درود وسلام پڑھو اور پھر تمام انبیاء علیہم السلام پر درود پڑھو اس کے بعد تمام مومن عورتوں مردوں اور ان تمام مسلمان بھائیوں کے لیۓ استغفار کرو جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور اخیر میں یہ دعا پڑھو۔[1]

(دُعا کا ترجمہ)۔ اے اللہ! مجھ پر رحم فرما کہ میں جب تک زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں، اور مجھ پر رحم فرما کہ میں غیر ضروری مشقتوں کا بار اپنے اوپر نہ لوں اور مجھے وہ فہم وبصیرت عطا فرما کہ میں تیرے پسندیدہ کاموں کو پہچان سکوں۔ اے اللہ! اے زمین اور آسمانوں کے بغیر سابقہ نمونہ ومثال کے پیدا کرنے والے، اے عظمت وبزرگی والے اے ناقابل تصور غلبہ واقتدار والے۔

اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری عظمت وجلال اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح (جس لطف وکرم سے) تو نے مجھے اپنی کتاب (قرآن کریم) سکھایا اسی طرح (اسی لطف واحسان سے) اس کو میرے سینے میں محفوظ بھی فرما دے اور مجھے قرآن مجید اس طرح پڑھنے کی توفیق دے جس طرح پڑھنے سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

اے اللہ! اے زمین اور آسمانوں کے بغیر سابقہ نمونہ ومثال کے وجود بخشنے والے، اے عظمت وجبروت کے مالک! اے ماورائے وہم وخیال

[1] دعا حدیث کی عربی عبارت کے ضمن میں ہے۔ اس پر زبر زیر لگا دیۓ گۓ ہیں۔ الا باللّٰہ العلی العظیم پر دعا ختم ہے۔

غلبہ و اقتدار والے! اے اللہ! اے رحمٰن! میں تجھ سے تیری عظمت و جلال اور تیری ذات کے نور کے صدقہ و طفیل سوال کرتا ہوں کہ اپنی کتاب (مقدس) کے نور سے میری آنکھوں کو روشن اور میری زبان کو اس کے لئے جاری وساری فرما دے۔ اور اس کی برکت سے میرے دل کی تنگی کو کشادگی بخش دے اور میرے سینے کو اس کے لئے کھول دے اور میرے جسم کو قرآن حکیم کے مطابق چلنے کی توفیق دے۔ بلاشبہ راہ حق پر چلنے میں تیرے سوا میری کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے۔ اور میری یہ دست آرزوئیں تیرے سوا کوئی اور پوری کرنے والا نہیں ہے۔ اور (گناہوں سے بچنے کی) طاقت اور (نیکیوں کی طرف بڑھنے کی) قوت سوائے خدائے علی و عظیم کی مدد کے کسی سے نہیں مل سکتی

یہ دعا، تعلیم فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا! اے ابوالحسن! تم یہ عمل تین یا پانچ یا سات جمعہ تک کرو انشاء اللہ ضرور تمہاری دعا قبول ہوگی۔ (پھر آپؐ نے فرمایا) قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے ہرگز یہ دعا کسی مومن سے نہ چوکے گی۔ (یعنی بغیر مقبول ہوئے نہ رہے گی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم حضرت علیؓ کو پانچ یا سات ہی جمعہ گذرے ہوں گے کہ وہ حضورؐ کی اسی جیسی ایک مجلس میں (دوبارہ) حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں پہلے تقریباً صرف چار آیتیں لیا کرتا تھا اور جب انھیں حفظ یاد کرتا تھا تو وہ بھی مجھے محفوظ نہ رہتی تھیں اور اب یہ حال ہوگیا ہے کہ میں تقریباً چالیس آیتیں لیتا ہوں اور جب انھیں یاد کرتا ہوں تو ایسی ازبر ہوجاتی ہیں کہ گویا قرآن مجید میری نظروں کے سامنے کھلا رکھا ہے اور اسی طرح

پہلے، میں کوئی حدیث سنتا تھا تو جب میں اُسے دہرانا چاہتا تو ذہن سے نکل جاتی تھی اور اب حال یہ ہے کہ میں بہت سی حدیثیں سنتا ہوں اور جب انھیں بیان کرنا چاہتا ہوں تو کوئی ایک حرف بھی مجھ سے نہیں چھوٹتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوالحسن! ربّ کعبہ کی قسم تم (واقعی) مومن ہو۔

آتش ربیع:۔ جن لوگوں کا حافظہ کمزور ہو اور وہ قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق رکھتے ہوں یہ عمل ان کے لیے بڑی قیمتی دولت ہے۔ دعا کرتے وقت اس کے معنیٰ کا خیال بھی دل میں کرتے رہنا چاہیئے۔ حدیث میں قسم کھا کر یہ جو فرمایا گیا ہے کہ یہ دُعا کسی مومن سے بغیر قبول ہوئے نہ رہے گی اور اخیر میں دوبارہ قسم کھا کر ارشاد ہوا ہے کہ ابوالحسن حقیقتہً تم مسلمان ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو جتنا زیادہ جذبات ایمانی اور اعمال اسلامی سے متصف اور ان کا پابند ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ اس دعا کے مبارک اثرات سے فیض اُٹھا سکے گا۔

اس نماز میں سورتیں پڑھنے کی جو ترتیب بتائی گئی ہے وہ قرآنی ترتیب سے مختلف ہے لیکن اوّل تو فقہاء نے نوافل میں اس طرح کی گنجائش دی ہے دوسرے نوافل کی ہر دو رکعت مستقل نماز کا حکم رکھتی ہیں۔ اور اس طرح دیکھئے تو ہر دو رکعت کی ترتیب قرآنی ترتیب کے مطابق ہے۔ لہٰذا اس ترتیب میں کوئی کراہت نہیں۔

لے شبہ کا یہ جواب ملا علی قاری کی شرح حصن حصین سے ماخوذ ہے۔ (حاشیہ حصن حصین صد ۱۵۲)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک تیسرا جواب یہ بھی دیا ہے کہ جب حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے تو ترتیب کے عام اصول سے اس ایک نماز کو مستثنیٰ کر لیا جائے گا اور یہ اس کی خصوصیت ہوگی (الکوکب الدری علی السنن الترمذی ج ۲ صد ۳۰۷)

دعاء سے پہلے حمد وثنا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام پر درود اور تمام مسلمانوں کے لئے دعاء مغفرت اپنے عام الفاظ میں بھی طلب کی جاسکتی ہے اور سہولت کے لئے ہم اس کے عربی الفاظ بھی نقل کئے دیتے ہیں جن میں سے اکثر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں۔ مذکورہ نماز پوری کرنے کے بعد اور دعاء شروع کرنے سے پہلے ان الفاظ کے ساتھ حمد وثنا اور درود وسلام پڑھ لیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ اَللّٰھُمَّ لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَآ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔	تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اس کی تمام مخلوقات کے برابر اس کی مرضی کے مطابق اس کے عرش کے وزن کے برابر اس کے کلمات (احکامات کی تحریر) کی روشنائی کے برابر۔ اے اللہ! میں تیری تمام تعریف بیان نہیں کرسکتا۔ تو ویسا ہی ہے جیسا کہ خود تو نے ہی اپنی تعریف بیان فرمائی ہے۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْھَاشِمِیِّ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْبَرَرَۃِ الْکِرَامِ وَعَلٰی سَآئِرِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ	اے اللہ! ہمارے سردار حضرت نبی امی ہاشمی پر رحمتیں سلامتیاں اور برکتیں برسا اور آپ کی آل (اولاد) اور نیکوکار (بلند مرتبہ صحابہ کرام پر بھی اور تمام نبیوں اور رسولوں پر اور مقربین بارگاہ فرشتوں پر

وَالْمَلٰٓئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ بھی۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

اے ہمارے پروردگار ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کینہ (اور دشمنی) پیدا نہ ہونے دے۔ اے ہمارے رب! تو مہربان اور رحیم ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اِنَّكَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُّجِیْبُ الدَّعْوَاتِ۔

اے اللہ! میری مغفرت فرما اور میرے والدین اور تمام مومن و مسلمان عورتوں مردوں کی مغفرت فرما دے۔ بے شک تو سننے والا، بہت قریب اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

اس کے بعد وہ دعا، پڑھیں جو حدیث شریف کے درمیان میں آئی ہے۔
—— اللہ تعالیٰ مجھے بھی قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے انوار و برکات سے سرفراز فرمائے اور آپ تمام ناظرین کو بھی ــ آمین۔

صلوٰۃ التسبیح:۔

(۳۱۰) عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن عبد المطلب یا عباس! یا عماہ! الا اعطیک الا امنحک

الا احبوك الا افعل بك عشر خصال اذا
انت فعلت ذلك غفر الله لك ذنبك اوّله
وآخره وقديمه وحديثه وخطاءه وعمده
وصغيره وكبيره وسرّه وعلانيته، عشر خصال
ان تصلى اربع ركعات تقرأ فى كل ركعة
بفاتحة الكتاب وسورة فاذا فرغت من القراءة
فى اول ركعة نقل وانت قائم سبحان الله والحمد
لله ولا اله الا الله والله اكبر خمس عشرة مرة
ثم تركع فتقول وانت راكع عشرا ثم ترفع راسك
من الركوع فتقولها عشرا، ثم تهوى ساجدا
فتقول وانت ساجد عشرًا ثم ترفع راسك من السجود
فتقولها عشرًا ثم تسجد فتقولها عشرًا ثم ترفع راسك
من السجود فتقولها عشرًا فذلك خمس وسبعون
فى كل ركعة تفعل ذلك فى اربع ركعات و
ان استطعت ان تصليها فى كل يوم مرة فافعل
فان لم تستطع ففى كل جمعة مرة فان لم تفعل ففى
كل شهر مرة فان لم تفعل ففى كل سنة مرة فان لم
تفعل ففى عمرك مرة۔

رواه ابو داؤد وابن ماجه وابن خزيمة فى صحيحه وقال ان صح الخبر فان فى القلب
من هذا الاسناد شيئًا ــــ قال المنذرى وقد روى هذا الحديث من
طرق كثيرة وعن جماعة من الصحابة وامثلها حديث عكرمة هذا وقد

صحیح جامعۃ -)۔

حضرت عکرمہ رضہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے چچا) حضرت عباس بن عبد المطلب سے فرمایا! اے عباس! اے میرے چچا! کیا میں آپ کو ایک عطیہ اور ایک (قیمتی) تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو ایک عمدہ بات بتاؤں؟ کیا میں آپ کو ایسے دس قیمتی عمل بتاؤں کہ جب آپ ان کو کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کے تمام گناہ بخش دے اگلے پچھلے، نئے پرانے، دانستہ کئے ہوئے اور نادانستہ کئے ہوئے، چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے (غرض ہر طرح کے گناہ معاف ہوجائیں) وہ عمل یہ ہے کہ آپ چار رکعت نفل (صلوۃ التسبیح کی نیت سے) پڑھیں

سلہ والحدیث اخرجہ ایضاً النسائی عسہ والبیہقی فی الدعوات الکبیر والسنن الکبری ج ۳ ص ۵۱ ص ۵۲ والبخاری فی جزء القراءۃ خلف الامام والدارقطنی والحاکم فی المستدرک ج ۱ ص۳۱۸ وقال " ہذا اسناد صحیح لا غبار علیہ ووافقہ الذہبی و قال الحاکم " ومما یستدل بہ علی صحۃ ہذا الحدیث استعمال الائمۃ من اتباع التابعین الی عصرنا ہذا ایاہ ومواظبتہم علیہ وتعلیمہن الناس ... وقال البیہقی ومما یدلہا العالمون بعضہم من بعض وفی ذالک تقویۃ للحدیث المرفوع " قلت وفی ذالک کلام طویل مبسوط فی کتب اہل الفن کشرح المہذب للنووی والتلخیص الحبیر والخصال المکفرۃ کلاہما للحافظ ابن حجر العسقلانی واللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ والتعقبات کلاہما للسیوطی وشرح الاحیاء للزبیدی والآثار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ للعلامۃ عبد الحی اللکنوی وغیرہا من الکتب وفیما ذکرناہ کفایۃ

عسہ (حاشیہ در حاشیہ) قالہ الحاکم فی المستدرک وقال الحافظ ابن حجر فی نتائج الافکار والسیوطی فی اللآلی لم نرہ فی شیء من نسخ السنن لا الصغری ولا الکبری عسہ کذا فی الاصل

اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھیں پھر جب آپ قرأت سے فارغ ہو جائیں تو قیام ہی کی حالت میں (رکوع میں جانے سے پہلے) پندرہ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں پھر رکوع کریں اور (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے بعد یہی الفاظ رکوع میں) دس مرتبہ کہیں پھر رکوع سے کھڑے ہو کر دس مرتبہ کہیں، پھر سجدہ میں (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد) دس مرتبہ کہیں پھر سجدے سے اُٹھیں اور (دونوں سجدوں کے درمیان) دس مرتبہ کہیں پھر (دوسرا) سجدہ کریں اور اس میں بھی دس مرتبہ کہیں پھر سجدے سے سر اُٹھانے کے بعد (دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر) دس مرتبہ یہی کلمات کہیں (اور پھر اللہ اکبر کہے بغیر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں)، یہ تعداد اس طرح ہر رکعت میں پچھتّر ہوئی چاروں رکعتوں میں اسی ترتیب سے یہ کلمات کہے جائیں گے۔

اگر یہ نماز آپ روزانہ ایک بار پڑھ سکیں تو روزانہ پڑھیں اور اگر روزانہ نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار (جمعہ کے دن) پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار اور اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک بار پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو (کم از کم) زندگی بھر میں ایک بار تو پڑھ ہی لیں۔

تشریح: یہ نماز اپنے مخصوص فضائل و برکات کی وجہ سے ایسی ہے کہ کسی صاحب ایمان کو بھی اس سے محروم نہ رہنا چاہیئے اور جتنے دن کے بعد بھی ہو سکے فرد اس کا اہتمام[1] کرنا چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ دس صحابہ کرامؓ نے صلوٰۃ

---

[1] مشہور محدث امام ابن جوزیؒ جن کا تشدد حدیث کے معاملے میں — باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

التسبیح کی حدیث نقل کی ہے ہر زمانے میں اہل علم اور دیندار لوگوں نے اس
کا اہتمام کیا ہے اور ہر قسم کے گناہوں کی مغفرت کے لئے اسے اکسیر
سمجھا ہے۔ بعض اہلِ علم کو اس میں اشکال ہوا ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے
معاف نہیں ہوتے جیسا کہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں طے شدہ اصول
ہے لیکن جب اس روایت میں صاف صاف الفاظ میں کبیرہ گناہوں کی
مغفرت بیان کردی گئی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس خاص نماز کو اس عام
اصول سے مستثنیٰ نہ کیا جائے بالخصوص جبکہ سنن ابی داؤد کی روایت
میں (اگرچہ یہ روایت موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع اور دیگر روایات
سے مؤید ہے) یہ الفاظ بھی ہیں، فَاِنَّکَ کُنْتَ اَعْظَمَ اَھْلِ الْاَرْضِ ذَنْباً غُفِرَ لَکَ بِذٰلِکَ[1]۔
تم بالفرض اگر روئے زمین کے سب سے بڑے گنہگار بھی ہوگے تب
بھی اس نماز کی برکت سے تمہاری مغفرت ہوجائے گی) اس لئے راجح
یہی ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف
فرما دیتا ہے تاہم یہ بہتر ہے کہ آدمی گناہوں سے توبہ و استغفار بھی کرتا
رہے تاکہ جن روایات میں کبیرہ گناہوں کا بغیر توبہ کے معاف نہ ہونا بیان
کیا گیا ہے ان کی بھی رعایت ہوجائے۔

صلوٰۃ التسبیح کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نیت باندھ کر سبحانک اللّٰھم پڑھنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا) مشہور ہے انھوں نے اس حدیث کو بے اصل کہدیا ہے لیکن تمام محدثین نے ان
کے اس دعوے کی تردید کی ہے اور تفصیل سے اس کا مستند ہونا بیان کیا ہے ہم نے حدیث کے ختم
پر حاشیہ میں عربی میں نوٹ دیا ہے۔ محدثین کی رائیوں کا خلاصہ اس میں آگیا ہے۔

[1] سنن ابی داؤد ص ۱۸۴ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ۔ (باقی صفحہ آئندہ پر)

کے بعد اور سورۂ فاتحہ سے پہلے پندرہ مرتبہ تسبیح پڑھی جائے اور پھر سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھی جائے اور باقی مذکورہ روایت کے مطابق ہے۔ اس صورت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے کی اور التحیات کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ دونوں طرح پڑھنے کا اختیار ہے۔

صلوٰۃ التسبیح کے ضروری مسائل:۔

(۱) اس نماز کے لیے کوئی سورۃ مقرر نہیں ہے جو نسی چاہے پڑھ لے (۲) اور نہ کوئی وقت مقرر ہے۔ مکروہ اوقات کے علاوہ جب جی چاہے پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ ابوداؤد[1] کی ایک روایت میں دوپہر دن ڈھلے کے بعد کا وقت تجویز کیا گیا ہے اس لئے یہ وقت ہو تو اچھا ہے (۳) ان تسبیحات کے گننے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی جس حالت میں جہاں بھی انگلیاں رکھی ہوں وہیں ان کو دباتا رہے۔ انگلیوں کو موڑ کر ان کے پوروں پر گننا یا تسبیح سے گننا مکروہ ہے۔ (۴) اگر بھول سے کسی جگہ تسبیح پڑھنا چھوٹ جائے تو اس کی قضا قیام، رکوع، سجدہ یا جلسہ میں کہیں کرلے۔ رکوع سے اٹھ کر یا دونوں سجدوں کے درمیان یا پہلی اور تیسری رکعت کے سجدوں کے بعد جو بیٹھا جائے گا اسمیں پہلے بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے اور اگر بعد والے رکن میں یاد نہ آئے تو آخری قعدے میں التحیات سے پہلے تعداد پوری کرلے۔ (۵) اگر کسی وجہ سے سجدۂ سہو پیش آجائے تو اس میں تسبیح نہ پڑھے۔ ہاں اگر نماز میں کی کچھ تسبیحات رہ گئی ہوں تو سجدہ سہو میں پڑھ لے (۶) مستدرک حاکم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) [2] رواہ الترمذی ج ۱ ص ۹۶ والحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۳۲۰

[1] سنن ابی داؤد ص ۱۸۳ عن رجل من الصحابۃ وقیل ھو عبداللہ بن عمرو بن العاص۔

کی روایت میں تسبیح کے ساتھ اللہ اکبر کے بعد ولا حول و قوۃ الا باللہ بھی آیا ہے[1]۔ اس لئے یہ بھی پڑھ لینا بہتر ہے۔

(۶؍ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲؍ دسمبر ۱۹۷۳ء یکشنبہ)

---

[1] المستدرک ج ۱ ص ۳۱۱ عن ابن عمرؓ۔ اس روایت میں العلی العظیم نہیں ہے مگر یہ بھی ملا لینا اچھا ہے



اَبوابُ الجُمُعہ

جمعہ کے لفظ میں اجتماعیت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ نماز با جماعت کے لئے مسلمانوں کے جمع ہونے میں جو جو مصلحتیں اور فوائد ملحوظ ہیں اس سے کہیں زیادہ وسعت کے ساتھ وہ مقاصد جمعہ کی نماز میں ملحوظ ہیں۔ نماز پنجگانہ کی جماعت میں صرف ایک محلہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ جمعہ میں پورے شہر اور قصبے کے تمام لوگ جمع ہوتے ہیں اور ہفتہ بھر کی اپنی روزمرہ زندگی کے لئے (خطبۂ جمعہ سے) شرعی ہدایات لے کر جاتے ہیں

اللہ ربُّ العزت کی طرف سے اس کائنات میں بہت سے بڑے بڑے کام اسی جمعہ کے دن ظاہر ہوئے ہیں اور آئندہ احادیث سے معلوم ہوگا کہ نیک اعمال کے لئے بھی یہ دن بڑی اہمیت رکھتا ہے اس لئے تکوینی اور تشریعی دونوں لحاظ سے یہ دن بہت قیمتی ہے اس لئے اس مبارک اجتماع کے لئے بھی اسی کا انتخاب بہت موزوں تھا۔

مجمع جتنا زیادہ بڑا ہوتا ہے اتنے ہی اس میں قسم قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور اسی تناسب سے باہم ایذا رسانی اور تکلیف کے امکانات بھی زیادہ ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے اس دن صفائی ستھرائی لباس کی پاکیزگی و نظافت اور حسب حیثیت خوشبو کے اہتمام کی بھی تعلیم دی گئی۔ مسجد میں آتے جاتے لوگوں کے اوپر سے پھاندنے اور تکلیف پہنچانے سے خاص طور پر منع کیا گیا۔

جمعہ کی قیمتی ساعتوں میں عبادت، ذکر و تلاوت، نماز اور درود شریف کی خاص تاکید فرمائی گئی ہے۔ اس لئے ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے ہفتہ بھر کے کام دھندوں میں وہ عبادت اور توبہ الی اللہ کے لئے جتنا وقت نکالتا رہتا ہے جمعہ کے دن اس سے کچھ زیادہ ہی وقت نکالنے کی کوشش کرے اور اس قیمتی موقع سے فائدہ اٹھانے

جمعہ کے دن کی فضیلت و اہمیت :۔

(۳۱۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت علیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق اللہ آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منھا۔

(رواہ مسلم وابوداود والترمذی والنسائی۔)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج کی روشنی جن دنوں پر پڑتی ہے ان میں (یعنی تمام دنوں میں) بہترین دن جمعہ کا ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تھا اور اسی روز جنت میں داخل کیا تھا اور اسی دن اس سے نکالا تھا[۱]

(۳۱۲) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ کسان جو ڈھیروں غلہ حاصل کرنے کی خاطر چند دانے زمین میں ڈال کر گویا ضائع کرتا ہے تو یہ کھونا بھی آئندہ کے نتائج کے پیش نظر اسے ناگوار نہیں ہوتا بلکہ اس کھونے پر وہ خوش ہوتا ہے اسی طرح آدم علیہ السلام کے جنت سے جس نکلنے میں بے شمار مصلحتیں پوشیدہ تھیں اور جس پر بے انتہا فوائد موقوف تھے وہ نکلنا بھی خدا تعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے ایک احسان ہے۔ اسی وجہ سے احادیث میں جنت سے نکلنے کو بھی منجملہ احسانات کے ایک احسان کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

قال لا تطلع الشمس ولا تغرب علی افضل من یوم الجمعۃ وما من دابۃ الا وھی تفزع یوم الجمعۃ الا ھذین الثقلین الجن والانس۔

(رواہ ابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحہا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن دنوں پر سورج کا طلوع وغروب واقع ہوتا ہے ان میں کوئی بھی دن جمعہ سے افضل نہیں ہے کوئی جاندار روئے زمین پر ایسا نہیں جو جمعہ کے دن ڈرتا نہ ہو صرف انسان اور جنات نہیں ڈرتے

تشریح:۔ سنن ابی داؤد میں اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ تمام جاندار قیامت قائم ہونے کے خطرے سے صبح ہی سے کان لگائے رہتے ہیں اور خوفزدہ رہتے ہیں اور یہ بات متعدد روایات سے ثابت ہے کہ قیامت جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔

(۲۱۳) وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ لیس بتارک احد امن المسلمین الا غفر لہ۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط مرفوعاً فیما اری باسناد حسن)[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی ایک مسلمان (طالب مغفرت) کو بھی جمعہ کے دن بغیر مغفرت کئے نہیں چھوڑتا۔

تشریح:۔ جمعہ کے دن کی قدر وقیمت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہم لوگ اسے بھی عام دنوں کی طرح گذار دیتے ہیں ورنہ جو لوگ اس کی اہمیت سے واقف ہیں وہ خوب قدر کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا

---

[1] قالہ المنذری رح۔

کہ یہود کو تمہارے اوپر جتنا حسد تمہیں جمعہ کا دن ملنے پر ہے اتنا کسی اور چیز پر نہیں[1]

جمعہ کے دن ایک خاص قیمتی ساعت :-

(۱۴۴/۳۱۴) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر یوم الجمعۃ فقال فیھا ساعۃ لا یوافقھا عبد مسلم وھو قائم یصلی یسأل اللہ تعالیٰ شیئا الا اعطاہ واشار بیدہ یقللھا۔

(رواہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا تذکرہ کرتے ہوئے انگلی کے پوروے کا اشارہ کر کے فرمایا اس میں ایک (ذراسی) ساعت ایسی ہے کہ جو کوئی خدا کا مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پالے تو جو کچھ بھی اس وقت خدا سے مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرمائے گا۔

تشریح:- صحیح بخاری میں یہی روایت دوسرے الفاظ میں بھی نقل کی گئی ہے اس میں نماز پڑھتے ہوئے پانے کا ذکر نہیں ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے اس روایت کے لفظ قائم یصلی کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ شخص نماز کا پابند ہو۔ خواہ اس ساعت میں نماز نہ پڑھ رہا ہو[2] اور اسی کے ہم معنیٰ ایک دوسری روایت میں اس مضمون کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی نقل کیا گیا ہے کہ آدمی جب تک نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز پڑھنے والے ہی کی طرح ہوتا ہے[3] ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک

---

[1] مسند احمد۔ (الترغیب ج ۱ ص ۳۲۵ الترغیب فی التالیین) اس حدیث شریف میں جمعہ کے ساتھ اور بھی کچھ چیزیں ہیں جن کا ذکر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶۔

[3] الترغیب ـــــ اس سے مذکورہ معنیٰ کی تائید ہوتی ہے۔

شخص اس ساعت میں مسجد میں بیٹھا نماز کا انتظار کر رہا ہے تو وہ نماز ہی کے حکم میں ہے اس وقت وہ جو دعاء کرے گا قبول ہوگی۔ یہ ساعت کس وقت ہے اس کا یقینی علم تو کسی کو نہیں۔ اہل علم نے مختلف قرائن سے کچھ اوقات سمجھے ہیں ان میں سے جن کی تائید احادیث نبویہ سے ہوتی ہے وہ یہ دو ہیں۔

(۱) وہ ساعت، امام کے منبر پر پہنچنے کے بعد سے نماز ختم ہونے تک کے درمیان ہے[1]

(۲) وہ ساعت عصر کے بعد دن کی آخری گھڑیوں میں ہے[2]۔

اگر زوال کے بعد سے نماز کے ختم ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقت اہتمام سے دعاء اور استغفار وغیرہ میں لگا دیا جائے تو اور بھی بہت سے اقوال کی رعایت ہو جاتی ہے اور ہم نے اپنے اکابر اور مشائخ سلوک کو عصر سے مغرب تک کا خصوصیت سے اہتمام کرتے دیکھا ہے اور اکثر روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے محدثین اور ائمہ اسلام میں سے بھی اکثر کا رجحان اسی طرف ہے۔

اتنے سے وقت کا اپنے مشاغل سے فارغ کر کے خدا سے لو لگانے میں خرچ کر دینا کچھ بڑی بات نہیں ہے ہم اپنی مشکلات کے لئے جہاں اور ہزاروں تدبیریں کرتے ہیں یہ بھی دنیا اور عقبیٰ کی کامیابیاں حاصل کرنے کا ایک بہترین راستہ ہے کہ خدائے کارساز سے ایسے مبارک وقت میں اپنی تمام حاجتوں کے لئے دعاء مانگی جائے۔

---

[1] رواہ مسلم وابو داؤد عن ابی بردۃ بن ابی موسی الاشعری عن ابیہ رضی اللہ عنہ

[2] رواہ ابن ماجہ عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ واسنادہ علی شرط الصحیح۔ ولفظہ "آخر ساعات النہار"۔ ولفظ روایۃ جابر رضی اللہ عنہ "آخر ساعۃ بعد العصر" رواہ ابوداؤد والنسائی والحاکم وصححہ علی شرط مسلم۔

نمازِ جمعہ کی فضیلت :-

اس عنوان سے متعلق حضرت ابو ایوب انصاری رضی کی حدیث نمبر ... پر اور حضرت ابوہریرہ رضی کی حدیث نمبر ۵، ۱ پر گذر چکی ہیں [1]۔

(۳۱۵) عن سلمان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یتطہر یوم الجمعۃ کما أمر ثم یخرج من بیتہ حتی یأتی الجمعۃ وینصت حتی یقضی صلاتہ الا کان کفارۃ لما قبلہ من الجمعۃ۔

(رواہ النسائی ونحوہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن پاکی حاصل کرے اس طرح جیسا کہ حکم ہے پھر اپنے گھر سے نکل کر جمعہ کی نماز میں حاضر ہو اور نماز پوری ہونے تک خاموش رہے تو اس کے گذشتہ جمعہ سے اب تک کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

تشریح:- پاکی حاصل کرنے کا کامل درجہ تو غسل ہی ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی وجہ سے غسل نہ کر سکے تو اچھی طرح آداب و مستحبات کی رعایت کے ساتھ وضو ہی کر لے۔

بغیر کسی عذر کے نمازِ جمعہ چھوڑنا :-

(۳۱۶) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ لقد ہممت ان آمر رجلا یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتہم۔

(رواہ مسلم والحاکم باسناد علی شرطہما)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو جمعہ کی نماز میں نہیں آتے یہ فرمایا

---

[1] دیکھئے جلد اول صفحہ ۳۳۲ و ۴۱۸۔

کہ میرے دل میں آتا ہے کہ میں کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کہہ کر جاؤں اور ان لوگوں کے گھروں میں جو جمعہ میں نہیں آتے اُن آدمیوں سمیت آگ لگادوں۔

(۳۱۷) وعن ابي هريرة وابن عمر رضى الله عنهم انهما سمعا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول على اعواد منبره لينتهين اقوام عن ودعهم الجمعات او ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين۔

(رواہ مسلم وابن ماجہ وغیرہما)۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برسرِ منبر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یا تو لوگ جمعہ کی نمازیں چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا۔ پھر وہ غافلوں ہی میں سے ہوجائیں گے۔

تشریح: انسان جو بھی کوئی بھلائی اور نیکی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کرتا ہے جب توفیقِ الٰہی شامل ہو جاتی ہے۔ تب انسان اپنی خدا داد صلاحیتوں اور قوتِ عمل کو کام میں لاکر نیک کام انجام دیتا ہے۔ اس فرمانِ نبوی کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ بار بار مسلسل یہ غفلت اور کوتاہی کرتے رہتے ہیں وہ رفتہ رفتہ اس صلاحیت اور استحقاق سے محروم کر دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہوتی ہے اور جس کی بنا پر کسی نیکی کا کرنا آسان ہوتا ہے۔

اگر انسان خود اپنے ہاتھوں سے اپنے آئینۂ قلب پر غفلت و تاریکی کے پردے اس قدر تہہ بہ تہہ لگالے کہ توفیقِ الٰہی کی شعاع سے روشن ہونے کی صلاحیت ہی ختم ہو جائے تو قصور خود انسان ہی کے علاوہ اور کس کا ہے؟

(۳۱۸) وعن ابی الجعد الضمری وکانت لہ صحبۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترک ثلث جُمَعٍ تھاونا بھا طبع اللہ علی قلبہ۔

(رواہ احمد وابوداؤد والنسائی والترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیھما والحاکم وصححہ علی شرط مسلم)

حضرت ابوالجعد ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تین جمعہ محض سستی و کاہلی کی وجہ سے چھوڑ دے (تو اس بدعمل کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ (دیکھئے اوپر والی حدیث کی تشریح)

جمعہ کے دن جسم ولباس کی صفائی وپاکیزگی کا اہتمام:۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث نمبر ،، پر گذر چکی ہے۔[1]

(۳۱۹) عن سلمان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغتسل رجل یوما لجمعۃ ویتطھر ما استطاع من الطھور ویدھن من دھنہ ویمس من طیب بیتہ ثم یخرج فلا یفرق بین اثنین ثم یصلی ماکتب لہ ثم ینصت اذا تکلم الامام الا غفرلہ ما بینہ وبین الجمعۃ الاخریٰ۔

(رواہ البخاری والنسائی)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جتنا اس سے ہو سکے خوب پاکی و صفائی حاصل کرے اور (جیسا کچھ) اس کے پاس تیل ہو اس میں سے تیل

[1] دیکھئے جلد اول صفحہ ۲۴۲۔

لگائے اور اپنے گھر میں سے خوشبو لگائے اور پھر (نماز جمعہ کے لئے) نکلے اور (کھلائے سے) دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ کرے (گذرنے کے لئے یا بیٹھنے کے لئے ان کی جگہ سے نہ ہٹائے) اور پھر جو کچھ اسے توفیق ہو نماز پڑھے اور جب امام بولنا (خطبہ دینا) شروع کرے تو یہ خاموش رہے تو اس شخص کے اس جمعہ اور دوسرے (گذشتہ) جمعہ کے درمیان کے سب گناہ ضرور معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح ۔ خوب پاکی حاصل کرنے میں سر کے بال بنوانا، زیرناف کے بال صاف کرنا، لبیں ترشوانا اور ناخن کٹوانا بھی شامل ہے اور اپنے پاس کے تیل اور گھر میں سے خوشبو لگانے کا مطلب یہ ہے کہ جس کے پاس ہو وہ استعمال کرے اور نہ ہو تو ان چیزوں کا حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔ حدیث کے باقی اجزاء کی تشریح کے لئے اگلے عنوانات اور حدیثیں دیکھیے۔

(۳۲۰) وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الغسل یوم الجمعۃ لیسل الخطایا من اصول الشعر استلالا۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورواتہ ثقات)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن کا غسل (آدمی کے) گناہوں کو بالوں کی جڑوں تک سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔

تشریح:۔ اس حدیث کے لئے گذشتہ حدیث ۵۸[1] کی تشریح ملاحظہ فرمائی جائے ایک دوسری حدیث میں غسل کے ساتھ سر دھونے کا بھی ذکر ہے[2] اس لئے جس کے

---

[1] جلد اوّل ص۳۴۳۔
[2] رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ۔

سر کے بال لمبے ہوں اسے خاص اہتمام سے سر بھی دھونا چاہیئے۔

(۱۳۲) وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من غسّل واغتسل ودنا وابتکر واقترب واستمع کان لہ بکل خطوۃ یخطوھا قیام سنۃ وصیامھا۔

(رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح[1])

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غسل کرایا اور خود بھی غسل کیا اور سویرے سے (مسجد میں آکر) امام سے قریب پہنچا اور (ساتھ والے نمازیوں کے) قریب ملکر بیٹھا اور دھیان سے خطبہ سنا تو وہ جتنے قدم اٹھاکر آیا ہے ایک ایک کے بدلے ایک سال (نفل) نماز پڑھنے اور ایک سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔

تشریح: اس حدیث کے لفظ "غسل واغتسل" کے معنی میں اختلاف ہے ایک رائے تو یہ ہے کہ پہلے لفظ کے معنی ہیں سر کے بالوں کو دھویا اور دوسرے لفظ کے معنی غسل کیا۔ چنانچہ ابن خزیمہ نے بروایت ابو ہریرۃؓ ایک حدیث نقل کی ہے جس میں " فاغتسل الرجل وغسل راسہ" کے الفاظ ہیں یعنی غسل کیا اور سر دھویا[2]۔

دوسری رائے یہ ہے کہ پہلے لفظ کے معنی ہیں غسل کرایا یعنی شب جمعہ میں اپنی

---

[1] الترغیب و مجمع الزوائد ج ۲ ص۱۷۱۔

[2] الترغیب۔

بیوی کو بھی سے ملا جس کی وجہ سے اُس نے بھی غسل کیا اور خود بھی اس نے غسل کیا۔ اس لفظ کا سین کی تشدید سے نقل ہونا اسی کو راجح بتاتا ہے۔ اس صورت میں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جسم اور لباس کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ جذبات اور خیالات بھی پاکیزہ ہوجائیں گے اور نفس زیادہ سکون و اطمینان کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوسکے گا

بہت سویرے سے جمعہ کی تیاری کرنا۔

(۲۴۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من اغتسل یوم الجمعۃ غسل الجنابۃ ثم راح فی الساعۃ الاولیٰ فکانما قرب بدنۃ و من راح فی الساعۃ الثانیۃ فکانما قرب بقرۃ ومن راح فی الساعۃ الثالثۃ فکانما قرب کبشا اقرن ومن راح فی الساعۃ الرابعۃ فکانما قرب دجاجۃ ومن راح فی الساعۃ الخامسۃ فکانما قرب بیضۃ فاذا خرج الامام حضرت الملٰئکۃ یستمعون الذکر۔

-(رواہ الستۃ ومالک)-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن (خوب اچھی طرح) ایسا غسل کیا جیسا جنابت کا غسل (آداب و مستحبات کی رعایت کے ساتھ) کیا جاتا ہے پھر وہ صبح سورج نکلنے کے بعد پہلی ساعت میں جمعہ کے لئے چلا تو اس کا اجر ایسا ہے جیسے ایک اونٹ راہ خدا میں صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا گائے صدقہ کی اور جو تیسری ساعت میں گیا

اس نے گویا سینگوں والا اچھی نسل کا، مینڈھا دیا اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا مرغی دی اور جو پانچویں ساعت میں گیا اس نے گویا ایک انڈا راہِ خدا میں دیا۔ پھر جب امام (خطبہ کے لئے) نکل آتا ہے تو فرشتے (جو اب تک مسجد کے دروازوں پر کھڑے سب آنے والوں کے نام لکھ رہے تھے اپنے رجسٹر بند کر کے) مسجد کے اندر حاضر ہو جاتے ہیں اور خطبہ سننے لگتے ہیں[۲]

تشریح:۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ مضمون بیان فرمایا تو ان کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ "کیا امام کے خطبہ کے لئے نکل آنے کے بعد پہنچنے والوں کا جمعہ نہیں ہوتا؟" فرمایا "جمعہ تو ہو جائے گا لیکن یہ شخص رجسٹر میں درج ہونے والوں میں نہ آسکے گا[۲]" اس لئے ہر مسلمان کو یہ شوق ہونا چاہیئے کہ وہ جلد سے جلد جمعہ کے لئے مسجد میں پہنچ جائے تاکہ خدا تعالیٰ کے سامنے جب نمازیوں کی فہرست پیش ہو تو اس کا نام شروع ہی میں آجائے ہمارے اسلاف کو اس کا بہت اہتمام تھا جیسا کہ اگلی حدیث سے ظاہر ہے۔

(۳۲۳) وعن علقمۃ قال خرجت مع عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یوم الجمعۃ فوجد ثلاثۃ قد سبقوہ فقال رابع اربعۃ وما رابع اربعۃ من اللہ ببعید انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الناس یجلسون یوم القیامۃ من اللہ عزوجل علی قدر رواحھم الی الجمعات الاول ثم الثانی ثم الثالث ثم

---

[۱] بخاری، مسلم اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں یہ مضمون بھی ہے۔

[۲] رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضہ۔

الرابع وما رابع اربعة من الله ببعيد۔

(رواہ ابن ماجہ وابن ابی عاصم واسنادہما حسن)

حضرت علقمہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز کو گیا تو (مسجد میں) تین آدمی پہلے سے پہنچے ہوئے ملے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا (ہم) چوتھے ہوئے اور (چلو) چوتھا بھی اللہ تعالیٰ سے کچھ دور نہیں ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے ملاقات کے وقت لوگ اسی ترتیب سے بٹھائے جائیں گے جس ترتیب سے وہ جمعہ کی نماز میں آتے ہوں گے سب سے قریب پہلا پھر دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا اور چوتھا بھی اللہ سے کچھ دور نہیں ہے۔

مسجد میں پہونچ کر کسی کو تکلیف نہ دینا:۔

(۳۲۴) عن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہما قال جاء رجل يتخطى رقاب الناس يوما لجمعة والنبى صلى الله عليه وسلم يخطب فقال النبى صلى الله عليه وسلم اجلس فقد آذيت وآنيت۔

(رواہ احمد وابو داؤد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہما ولیس عند ابی داؤد والنسائی وآنیت وعند ابن خزیمۃ فقد اذیت واوذیت)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے روز لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا (مسجد میں) آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے آپؐ نے فرمایا "بیٹھ جاؤ تم نے دیر بھی کی اور (نمازیوں کو بھی) ستایا۔

تشریح:۔ جمعہ کے روز مجمع کو چیرتے ہوئے گذرنے اور گردنیں پھلانگنے کی

ممانعت متعدد حدیثوں میں وارد ہوئی ہے۔ ابھی اوپر حدیث نمبر ۳۱۹ میں بھی یہ مضمون آیا ہے اور پہلی جلد میں حدیث ۔۔۔ اور اس کی تشریح بھی ملاحظہ فرمائی جائے

خطبہ کے دوران خاموش رہنا:۔

(۳۲۵) عن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا قلت لصاحبك یوم الجمعة انصت والامام یخطب فقد لغوت۔

(رواه الستة وابن خزیمة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن امام کے خطبہ دینے کے دوران اگر تم نے اپنے ساتھی سے یہ بھی کہا کہ "چپ رہو" تب بھی تم نے غلطی کی۔

(۳۲۶) وعن اُبَیّ بن کعب رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قرأ یوم الجمعة تبارك وهو قائم فذکرنا بأیام الله وابو ذر یغمزنی اُبَیّ بن کعب فقال متی انزلت هذه السورة انی لم اسمعها الی الآن فاشار الیه ان اسکت فلما انصرفوا قال سألتك متی انزلت هذه السورة فلم تخبرنی فقال اُبَیّ لیس لك من صلوتك الیوم الا ما لغوت فذهب ابو ذر الی رسول الله صلی الله علیه وسلم واخبره بالذی قال اُبَیّ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم صدق اُبَیّ۔

(رواه ابن ماجه باسناد حسن وعند ابن خزیمة بنحوه عن ابی ذر رض۔)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ

سلہ جلد اول ص ۳۲۲۔

صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کے دوران گذشتہ امتوں کے واقعات سنا کر وعظ ونصیحت فرما رہے تھے اسی دوران آپؐ نے سورہ ملک پڑھی حضرت ابو ذرؓ حضرت ابی بن کعبؓ کو متوجہ کر کے پوچھنے لگے کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہیں نے تو اب تک سنی نہ تھی؟ حضرت ابی بن کعبؓ نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا جب نماز سے فراغت ہوگئی تو حضرت ابو ذرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوائی تم نے کچھ جواب نہ دیا؟ حضرت ابیّ بن کعبؓ نے فرمایا کہ تمہاری آج کی نماز میں سے تمہیں صرف یہ بے موقع بولنا ہی ملا ہے (یعنی اس بولنے کی وجہ سے تمہارا اجر ضائع ہوگیا) یہ سن کر حضرت ابو ذرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت اُبیّ بن کعبؓ کی تمام گفتگو دہرائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اُبیّ نے سچ کہا"۔

تشریح: خطبہ کے دوران ہر وہ کام ممنوع ہے جس سے خطبہ سننے میں خلل ہو اور مجمع میں اس کی وجہ سے انتشار ہو۔ ایسے موقع پر خدانخواستہ اگر کوئی ناواقف مسجد میں آکر زور سے بولنے لگے اور دوسرے لوگ بھی اسے خاموش کرنے کے لئے ہر طرف سے بولنے لگیں تو سخت انتشار ہو جائے گا اور خطیب کی آواز ان سب آوازوں میں دب کر رہ جائے گی اس لئے حکم دیا گیا کہ دوسرے کو خاموش کرنے کے لئے بھی کوئی نہ بولے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران یا عام نمازوں کے وقت مسجد میں بچے یا کچھ ناسمجھ لوگ باتیں کرنے لگتے ہیں تو اچھے خاصے سمجھ دار لوگ ان کو اتنی تیز آواز سے روکتے ہیں کہ خود یہ آواز ان بچوں کی آواز سے بڑھ جاتی ہے

اور اس طرح ان بچوں سے زیادہ یہ لوگ نماز میں خلل ڈالنے کا سبب بن جاتے ہیں

جمعہ اور شبِ جمعہ کے خصوصی اوراد وظائف :۔

(۳۲۷) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قرأ سورۃ الکھف فی یوم الجمعۃ اضاء لہ من النور ما بین الجمعتین۔

(رواہ النسائی والبیھقی مرفوعاً والحاکم مرفوعاً وموقوفاً وصححہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن میں سورۃ کہف پڑھے اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان کا وقفہ نورانیت کی وجہ سے چمکتا رہتا ہے۔

(۳۲۸) وعن اوس بن اوس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق اللہ آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا من الصلوٰۃ علیّ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ الحدیث۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ[1] وابن حبان فی صحیحہ)

---

[1] اس حدیث سے متعلق دو باتیں قابلِ تنبیہ ہیں۔

(۱) یہ روایت ابن ماجہ میں ابواب الجمعہ ص۷۷ میں بھی ہے اور ابواب الجنائز کے اخیر میں ص۱۱۹ (اصح المطابع کراچی ۱۳۷۲ھ) پر بھی ہے۔ ابواب الجنائز میں تو صحیح ہے لیکن ابواب الجمعہ میں یہ غلطی ہوگئی ہے کہ پوری سند اور پورا متن بعینہ ایک ہے لیکن اوس بن اوس کے بجائے شداد بن اوس آگیا ہے اور یہ غلطی قدیم ہے حافظ ابوالحجاج مزی نے بھی اس پر تنبیہ کی ہے (الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النواویہ ج ۳ ص۲۳۱) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعہ کا دن یقیناً تمہارے بہترین دنوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اسی دن پیدا فرمایا اور اسی دن ان کی وفات ہوئی اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن (صور کے اثر سے لوگ) بے ہوش (ہو کر فنا) ہو جائیں گے۔ پس اس روز تم میرے اوپر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود جمعہ کے دن مجھ پر (خاص طور پر) پیش ہوتا ہے۔

تشریح:۔ ہفتہ کے سات دنوں میں جمعہ کا دن چونکہ بہت قیمتی ہے اس لئے جہاں تک ممکن ہو اس کا زیادہ سے زیادہ حصہ تلاوت، ذکر، دعاء، درود شریف اور نماز میں گذارنا چاہیئے۔

بعض روایات میں شب جمعہ میں سورۂ دخان پڑھنے کی اور بعض روایات میں سورۂ یٰسین پڑھنے کی فضیلت بھی وارد ہوئی ہے۔

(باقی حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۴۸ھ ۲ قال النووی فی ریاض الصالحین ص۴۴۴ (عیسیٰ البابی مصر ۱۳۷۹ھ) رواہ ابو داؤد باسناد صحیح وکذا قال الحاکم انہ علی شرط البخاری وھو خطاء، قال المنذری لہ علۃ دقیقۃ اشار الیھا البخاری قال المناوی فی فیض القدیر شرح جامع الصغیر ج ۲ ص ۵۳۵ ”وغفل عنہا من صححہ کالنووی فی الریاض والاذکار“۔



کتاب الصّدقات

وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى

اور اس (دوزخ) سے دُور رہے گا وہ نہایت پرہیزگار شخص جو اپنا مال (محتاجوں کو) دیتا ہے۔ اپنا تزکیۂ نفس کرنے کے لیے۔

(قرآنِ کریم سورۃ والّیل)

کتاب الصدقات

انسان کی مادی ضرورتوں کا اس کائنات کی مادی چیزوں سے وابستہ ہونا ایک قدرتی چیز ہے اور یہ بھی حکمتِ خداوندی کا تقاضہ اور عالمِ تکوین کا اٹل فیصلہ ہے کہ مادی اسباب و وسائل تمام انسانوں کو برابر تقسیم نہ کئے جائیں بلکہ ضروری ہے کہ کچھ لوگوں کو وسائلِ زندگی اور اسبابِ معاش اس قدر فراوانی سے دیئے جائیں کہ ان کی ضروریاتِ زندگی سے بہت زیادہ ہوں اور کچھ لوگوں کو اس میں سے اتنا کم حصہ ملے کہ وہ اپنی روزانہ ضروریات بھی بآسانی پوری نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا

(سورۃ زخرف آیۃ ۳۲)

ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کے اسباب معاش ان کے درمیان تقسیم کر دیئے ہیں اور بعض کو بعض پر بدرجہا فائق بنایا ہے کہ ان میں کا ایک دوسرے کو اپنا تابعدار بنا لیتا ہے۔

اور دنیا کا نظم و نسق قائم رکھنے اور توازن برقرار رکھنے کے لئے یہ اونچ نیچ بالکل ضروری اور لابدی چیز ہے۔

لیکن خدائے حکیم نے یہ اونچ نیچ مقرر کر کے دونوں فریق کو ان کے حال پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ جہاں ایک طرف ہزاروں "تکوینی" مصلحتوں کے تحت یہ اونچ نیچ

رکھی گئی ہے وہیں اس خدائے قیوم نے "تشریعی" طور پر یہ حکم بھی دیا ہے کہ

فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (سورۃ المعارج آیت ۲۴-۲۵)	ان کے مالوں میں حصہ مقرر ہے مانگنے والوں اور وسائل معاش سے محروم لوگوں کے لئے۔

یعنی اہلِ ثروت کے مالوں میں محروموں اور حاجت مندوں کا حصہ طے شدہ اور متعین ہے جو ان کا حصہ نہیں دیتا وہ گویا غاصب ہے اور ناجائز طور پر اس پر قبضہ جمائے ہوئے ہے، چنانچہ ایک حدیث سے اشارۃً یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس شخص پر زکوٰۃ جس وقت واجب ہو جاتی ہے اسی وقت خدائی کھاتے میں خود بخود اس مال کا چالیسواں حصہ علیحدہ مستحق کے نام کا لکھ دیا جاتا ہے، اب اس کا ادا نہ کرنا "مال کا نہ نکالنا" نہیں ہے بلکہ اس کے مقررہ حصہ کو اپنے مال میں دوبارہ "شامل کرنا" ہے ارشادِ نبوی ہے:

مَاخَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ۔[1]	زکوۃ کا مال جس مال میں بھی شامل ہوگا اس کو ہلاک کر کے چھوڑے گا۔

(رواہ الشافعی والحمیدی والبخاری فی تاریخہ عن عائشہؓ)

ایک حدیث میں زکوۃ کو مال کا میل قرار دیا گیا ہے

اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ	بلاشبہ یہ زکوۃ کا مال لوگوں کے مال کے میل کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(رواہ مسلم عن المطلب بن ربیعہؓ)[2]

---

[1] مشکوۃ ص۱۵۷۔ [2] مشکوۃ ص۱۶۱

[3] گنے کے رس کو پکا کر جب اس کا گڑ یا شکر بناتے ہیں تو کچھ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

چنانچہ اسی میل سے ان مالوں کو پاک صاف کرنے کے لئے ارشاد خداوندی ہے

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا ؕ (سورۂ توبہ آیت ۱۰۳)	ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے کر آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مالوں کو پاک کر دیجئے اور انھیں زکوٰۃ کے ذریعہ پاک باطن کر دیجئے۔

سنن ابوداؤد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اس لئے فرض کی ہے کہ (اس کے ذریعہ) تمہارے بقیہ مال کو پاک صاف کر دے

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) دیر پکنے کے بعد اس کے اوپر جھاگ کی شکل میں کچھ میل آجاتا ہے جس کا نکالنا ضروری ہوتا ہے اگر اسے پورے رس سے علیحدہ نہ کیا جائے تو پورا مال گندہ خراب اور بدشکل تیار ہوتا ہے اسی طرح بقدر نصاب مال پر جب ایک سال کی مدت گذر جاتی ہے تو اس کا میل نکل کر اوپر آجاتا ہے جس کی خبر چشم نبوت نے مشاہدہ کر کے ہمیں دیدی ہے اگر اس میل کو جو چھنٹ کر خود بخود علیحدہ ہو چکا ہے۔ دوبارہ اس میں شامل کر دیا جائے تو پورا مال خراب ہو جاتا ہے اور جس طرح صاف اور عمدہ مال کی مارکیٹ میں وہ گندہ اور میلا گڑ یا شکر نہیں چل سکتا اسی طرح یہ مال اس صاحب ثروت آدمی کے اچھے کاموں میں خرچ نہ ہوگا بلکہ طرح طرح کی ناگہانی اور غیر متوقع آفتوں میں خرچ ہو کر ضائع و تباہ ہوگا جس کا اشارہ اوپر والی حدیث میں بھی ہے اور آگے بھی اس مضمون کی متعدد حدیثیں آئیں گی

(حاشیہ صفحہ ہذا:-)

[1] مشکوٰۃ ص ۱۵۶ عن ابن عباسؓ کی حدیث۔

ہر شے کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

قرآن کریم میں مختلف طریقوں سے بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ تمام زمین و آسمان اور جو کچھ بھی اس کائنات میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے، وہی اس کا مالک ہے اور وہ اپنا مال جس کو چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے دیتا ہے۔ اس مالک حقیقی نے اپنے جن بندوں کو مال و دولت بخشا ہے انھیں یہ حکم دیا ہے کہ

وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ[1]	اور اللہ نے جو مال تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے انھیں بھی دو۔

اسی طرح انسانوں کو یاد دلایا کہ ایک وقت تھا کہ تمہارا وجود نہ تھا اور اس مال پر تمہارے بڑوں کا قبضہ تھا، آج تم مالک ہو اور آنے والے دن میں اللہ تعالیٰ یہاں سے تمہیں ہٹا کر کسی اور کو لا کر بٹھانے والا ہے لہٰذا اسے اپنی مستقل ملکیت سمجھ کر اس میں اپنی من مانی نہ کرو۔ ارشاد ہوتا ہے

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ[2]۔	اور جس مال میں اللہ نے تم کو دوسروں کا جانشین بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[3]۔	تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمان، زمین (اور جو کچھ ان میں ہے) آخر میں سب اللہ ہی کے رہ جائیں گے۔

---

[1] سورۂ نور آیت ۳۳۔

[2] سورۂ حدید آیت ۷۔

[3] سورۂ حدید آیت ۱۰۔

طبقاتی توازن قائم رکھنے میں زکوٰۃ وصدقات کی تاثیر:-

ہر جاندار کا یہ مزاج ہے کہ اسے جہاں اپنی ضرورت کی چیز نظر آتی ہے وہ وہاں پہنچکر فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل وتمیز دی ہے، یہ اپنے پرائے کو پہچانتا ہے اس لئے صرف انھی چیزوں سے فائدہ اٹھاسکتا ہے جنھیں یہ اپنی ملکیت سمجھتا ہے لیکن جب اس کی ضرورتیں اپنی ملکیت کی چیزوں سے پوری نہیں ہوتیں تو اس طبعی مزاج کی بنا پر قدرتی طور پر اس کی نظر اُس طرف اُٹھتی ہے جہاں وہ چیز موجود ہے اور اسے حاصل کرنے کے لئے یہ رواجی طریقوں سے جد وجہد کرتا ہے، اگر کامیاب ہوگیا تو خیر لیکن بسا اوقات ناکام بھی ہوتا ہے، اور ضرورت ابھی بدستور قائم ہے۔ اب اس کے اندر شیطانی تحریکات اُبھرنا شروع ہوتی ہیں۔ اور یہ کوشش کرتا ہے کہ غیر رواجی اور ناجائز طریقوں سے ان چیزوں کو حاصل کرے ــــــ ادھر جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد مال موجود ہے اور وہ اس کو عیش وعشرت اور لذت وتنعم میں اُڑا رہا ہے یہ جب اس محروم وضرورتمند کے اس ناجائز ارادے کو بھانپ لیتا ہے تو اپنے مال کی حفاظتی دیواریں اور مضبوط کر دیتا ہے دوسری طرف اس مال کے حصول کی جد وجہد اور تیز ہوتی ہے اور قوت پکڑتی ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ دونوں فریق دو مستقل گروہوں اور طبقوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں اور دونوں میں طویل وعمیق کشمکش شروع ہوجاتی ہے، دنیا دیکھ رہی ہے کہ آج تقریباً پوری انسانی آبادی انھی دو طبقوں میں تقسیم ہوگئی ہے جس کا حل کسی کے پاس نہیں ہے۔

خدائے رب العالمین جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے زندگی گذارنے کے طور اور طریق سکھائے ہیں اسی نے اس کا حل بھی تعلیم فرمایا ہے، اس نے غریبوں محتاجوں اور محروموں کو محنت وجد وجہد اور موجود پر قناعت کا درس دیا۔ اپنی

حاجتوں کا چھپانا اور کسی کے سامنے اپنی کمزوری کا اظہار نہ کرنا سکھایا اور اہل ثروت کو ضرورت مندوں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا، محتاجوں کی خبر گیری کرنا، پڑوسیوں کی دیکھ بھال رکھنا، مختلف قسم کے کفارات میں مساکین کو کھانا کھلانا اور کپڑے پہنانا سکھایا غرض ایک عارف کی زبان میں "مالدار کی ضرورت و خواہش غریب کا دین بنا دیا گیا اور غریب کی ضرورت و تمنا مالدار کا دین بنا دیا گیا۔ مالدار چاہتا ہے کہ میرے مال کی طرف کوئی نظر نہ کرے مجھے اوڑھتا پہنتا دیکھ کر کوئی حسد نہ کرے اس کی تعلیم غریب کو دیدی گئی۔ اسی طرح غریب چاہتا ہے کہ میری ضرورتیں پوری ہوں اور مجھے بقدر ضرورت کھانا اور لباس حاصل ہو۔ یہ مالدار کا دین بنا دیا گیا۔"

یہاں زیادہ تفصیل کا موقع نہیں ہے آپ آگے احادیث میں ان مضامین کو مختلف پیرایوں میں تفصیل سے دیکھ لیں گے۔ یہاں مختصراً صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ شریعت کا اگر صرف ایک نظام زکوٰۃ ہی مکمل طور پر قائم ہو جائے تو دنیا کی آدھی سے زیادہ مصیبتیں خود بخود دور ہو جائیں۔ مالدار جب غریب کے پاس رقم لے کر پہنچتا ہے اور چپکے سے اس کے حوالے کر دیتا ہے تو اس غریب کے دل میں جو اس کے مال سے بغض و حسد کی چنگاری سلگ رہی تھی وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے بجھ جاتی ہے اور خود یہ مالدار جب غریبوں سے قریب ہوتا ہے اور ان کی پریشانیاں اور مشکلات اس کے سامنے آتی ہیں تو اس کے اندر اپنی خوشحالی پر خدا تعالیٰ کے لئے جذبہ شکر پیدا ہوتا ہے اور وہ مال کی قدر پہچانتا ہے۔

مقدارِ انفاق :-

شریعت میں اہل دولت کو جو خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اس میں کوئی تحدید نہیں ہے بلکہ اپنی ضروریات سے جو فاضل مال ہے جس کے بغیر ان کے کام بند نہ ہوں وہ سب ضرورت مندوں پر خرچ کر دینا اصل منشاء شریعت ہے۔ لیکن

ظاہر ہے اس کی ہمت ہر ایک نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس کو لازمی تو نہیں قرار دیا لیکن پسند اسی کو کیا اور ترغیب اسی کی دی کہ جتنا مال اپنی ضروریات سے زائد ہو، سب راہِ خدا میں خرچ کر دو :۔

يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ[1]	آپ سے پوچھتے ہیں کیا (کتنا) خرچ کریں آپ کہدیجئے جو اپنے خرچ سے بچے۔

لفظ "زکوٰۃ" میں خود بڑھوتری اور زیادتی کے معنیٰ پائے جاتے ہیں کہا جاتا ہے "زکا الزرع یعنی کھیتی کا بڑھنا لیکن شریعت نے فرض اور لازم اس بڑھوتری کی اوسی مقدار کی ہے جو ہر انسان بہت آسانی سے ادا کر سکے یعنی اصل مال کے مقابلہ میں بہت تھوڑا سا گویا صرف مَیل کے درجہ میں اور مزید کے لئے ترغیب و تحریض کر کے آمادہ کیا گیا ہے۔

قلبِ انسانی پر زکوٰۃ کے نورانی اثرات :۔

زکوٰۃ کے یہ تمام وہ اسرار اور حکمتیں تھیں جن تک عقل انسانی کی رسائی ہو سکی اور اس کے علاوہ اور بھی نہ معلوم کتنی حکمتیں بہت سے لوگوں نے سمجھی ہیں اور ان کے علاوہ بھی بے شمار روحانی اور مادّی مصالح ابھی اور وہ ہوں گی جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن زکوٰۃ کا اصل اور بنیادی مقصد اور حقیقی مصلحت جس کی وجہ سے وہ ایک عظیم فریضہ اور اسلام کے پانچ نہایت اہم ارکان میں سے ایک رکن ہے وہ اس کا "عبادت" ہونا اور تعمیلِ حکم الٰہی ہونا ہے جس کا انسان کے باطن پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ اس کو نماز[2] کے ساتھ بیان کیا گیا ہے

[1] سورہ بقر آیت ۲۱۹۔

[2] بعض اہل علم نے قرآن کریم میں بیاسی مقامات ایسے گنے ہیں (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور طرح طرح سے اس کا عبادتی اور باطنی پہلو اُجاگر کیا گیا ہے۔

آپ قرآن کریم کی آیات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات دیکھئے بار بار ان میں زکوٰۃ پر اجر وثواب کے وعدے دنیاوی خیر وبرکت کی بشارتیں رضائے الٰہی کا حصول اور پاکیزگیٔ باطن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ آیت آچکی ہے کہ اللہ رب العزت نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مسلمانوں سے زکوٰۃ لے کر ان کے مالوں کو پاک کر دیجئے اور ان کے باطن کا تزکیہ کر دیجئے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ (سورۃ اللیل)	اور اس (دوزخ) سے دور رہے گا وہ نہایت پرہیزگار شخص جو اپنا مال محتاجوں کو دیتا ہے اپنا تزکیہ نفس کرنے کے لئے۔

اسی طرح زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے پر طرح طرح کی اخروی وعیدیں خدا تعالیٰ کی ناپسندیدگی، جان و مال میں بے برکتی اور قحط سالی کی دھمکیاں وارد ہوئی ہیں۔

اس لئے اہل اسلام کو زکوٰۃ صرف رضائے الٰہی کی نیت اور ایک اسلامی فریضے کی ادائیگی کی غرض سے دینی چاہیئے کسی عبادت سے خواہ کتنے ہی دنیاوی منافع حاصل ہوتے ہوں لیکن ایک مومن کی نظر صرف رضائے الٰہی اور نجاتِ اخروی پر ہونی چاہیئے۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جہاں زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ لفظ "زکوٰۃ" کے اندر پاکیزگی کا مفہوم ہے آیت قرآنی وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا۔ میں زکیٰ سے پاکیزگی ہی مراد ہے

فرضیتِ زکوٰۃ :-

(۳۲۹) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وحج البیت وصوم رمضان۔ (رواہ البخاری ومسلم وغیرہما)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (۱) اِس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) اور نماز قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔ (۵) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

تشریح :-

یہ حدیث مع تشریح نمبر ۱۷۳ میں گذر چکی ہے[1]۔

(۳۳۰) وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال اتی رجل من تمیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انی ذو مال کثیر و ذو اھل ومال وحاضرۃ[2] فاخبرنی کیف اصنع وکیف انفق ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخرج الزکوٰۃ من مالِکَ فانھا طُھرَۃٌ تُطَھِّرُکَ وتَصِلُ اقربائک وتعرف

---

[1] دیکھئے جلد اوّل صفحہ ۴۱۷ -

[2] قال الخطابی ربما جعلوا الحاضر اسما للمکان المحضور یقال نزلنا حاضر بنی فلان فہو فاعل بمعنی مفعول (النہایہ جلد اوّل ص۲۶۹ طبع خیریہ مصر ۱۳۲۲ھ)

حقّ المسکین والجار والسائل ۔ الحدیث (رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلۂ تمیم کے ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں بہت کچھ مال وجائداد اور اہل وعیال رکھتا ہوں، اس لئے آپ مجھے بتائیے کہ میں کیا کروں اور کس طرح خرچ کروں۔؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھیں یہ کرنا چاہیئے کہ، اپنے مال کی زکوٰۃ نکالو۔ اس لئے کہ زکوٰۃ پاک کرنے والی چیز ہے۔ یہ تمھیں پاک کردے گی۔ اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ مسکین کا، پڑوسی کا، اور (ضرورت مند) سائل کا حق پہچانو۔

(۱۳۲) وعن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلزَّکٰوۃُ قَنْطَرَۃُ الْاِسْلَامِ۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر وفیہ ابن لہیعۃ والبیہقی وفیہ بقیۃ بن الولید[1])

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکوٰۃ اسلام کا پُل ہے۔

تشریح:۔ یعنی جس طرح نہر کے ایک پار سے دوسری پار بغیر پُل کے نہیں پہنچا جاسکتا۔ اسی طرح اسلام کی حدود میں داخل ہونے کے لئے بھی زکوٰۃ کا پُل پار کئے بغیر چارہ نہیں۔ پس جو غریب ہے وہ زکوٰۃ کو دل سے تسلیم کرے اور جو صاحبِ نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہے وہ دل سے تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ادا بھی کرے۔

---

[1] وقال الهیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ موثقون الا ان بقیہ مدلس وھو ثقۃ، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۲) وکذا قال السخاوی فی المقاصد الحسنۃ ص ۲۱۱ لعلا البقیۃ من رواۃ الطبرانی بدل البیہقی واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۳۲) وعن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاث أحلف علیھن لا یجعل اللہ من لہ سھم فی الاسلام کمن لا سھم لہ، واسھم الاسلام ثلاثۃ الصلاۃ والصوم والزکوٰۃ ولا یتولی اللہ عبداً فی الدنیا فیولیہ غیرہ یوم القیامۃ۔ الحدیث

(رواہ احمد باسناد جید)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین چیزیں ہیں میں ان کو قسم کھا کر بیان کرتا ہوں۔ (۱) جس کا اسلام میں کچھ نہ کچھ حصہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو کبھی اس شخص کی برابر نہیں کرے گا جس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اور اسلام کے تین حصے ہیں نماز، روزہ اور زکوٰۃ۔ (۲) اللہ تعالیٰ جس بندے کا دنیا میں نگہبان و محافظ رہا ہو قیامت کے دن اس کو کسی اور کے حوالے نہ کرے گا (مصنف نے بغرض اختصار پوری روایت نقل نہیں کی۔ تیسری چیز یہ ہے کہ جو شخص جس طرح کے لوگوں سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حشر ان ہی کے ساتھ کردیتا ہے[1])

تشریح:۔ ایک شخص کتنا ہی گناہ گار اور بدعمل کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ ان فرائض اسلام کا پابند ہے تو خواہ اس کے گناہوں کی وجہ سے بہت سے اعمال کٹ جائیں لیکن پھر بھی یہ شخص کبھی اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے یہ اعمال سرے سے کیے ہی نہ ہوں۔ اس لئے اگر ایک شخص کو سر دست گناہوں سے بچنے کی توفیق نہیں ہے تو اس کے لئے فکر مند رہنے کے ساتھ ساتھ اعمال خیر اور فرائض اسلام کی ضرور

---

[1] پوری روایت جامع صغیر میں بحوالہ احمد، نسائی، حاکم اور بیہقی وغیرہ نقل کی گئی ہے۔ (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۷۱)

پابندی کرتے رہنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر فرائض سے غافل ہو جانا کہ "مجھ جیسے پاپی کا کیا نماز روزہ"! شیطان کا بہت بڑا فریب ہے۔

۳۳۳، وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رجل یا رسول اللہ ارأیت ان ادی الرجل زکوۃ مالہ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادی زکوٰۃ مالہ فقد ذھب عنہ شرّہٗ۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط واللفظ لہ وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم مختصراً اذا ادیت زکوۃ مالک فقد اذھبت عنک شرّہٗ وصحح علی شرط مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی اس سے اس مال کا "شر" دور ہو گیا۔

تشریح:۔ مال کا "شر" زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے جو آخرت میں ظاہر ہوگا اس کی تفصیلات آئندہ احادیث میں آنے والی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ "شر" مختلف طریقوں سے دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا کچھ ذکر زکوٰۃ کے بیان کے شروع میں بھی آچکا ہے اور آئندہ صفحات میں بھی اس کی آپ تفصیلات دیکھیں گے۔

۳۳۴، وعن الحسن رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصّنوا اموالکم بالزکوۃ داووا مرضاکم بالصدقۃ واستقبلوا امواج البلاء بالدعاء والتضرع۔

(رواہ ابوداود فی المراسیل ورواہ الطبرانی والبیہقی وغیرھما عن جماعۃ من الصحابۃ مرفوعاً متصلاً والمرسل اشبہ)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ کے ذریعہ اپنے مالوں کو محفوظ کرلو اور (نفلی)
صدقہ خیرات کے ذریعہ اپنے بیماروں کا علاج کرو، اور بلاؤں کی موجوں
کا استقبال دعا اور خدا کے سامنے گریہ و زاری سے کرو۔

تشریح:۔ ظاہر بین نظر تو زکوٰۃ دینے سے مال کا خرچ ہونا اور گھٹنا دیکھتی ہے لیکن چیزوں کی اصل حقائق پر نظر رکھنے والی چشم نبوت اسی میں مال کی حفاظت اور اس کا بڑھنا دیکھ رہی ہے[1]۔ بیمار کے علاج کے لئے جہاں اور بہت سی تدابیر ہیں ان میں ایک مؤثر تدبیر یہ بھی ہے کہ شفا کی نیت سے اللہ کے لئے کچھ صدقہ خیرات کیا جائے[2]

زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دینی چاہیئے:۔

(۳۳۵) عن عبد اللہ بن معاویۃ الغاضری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث من فعلھن فقد طعم طعم الایمان، مَنْ عَبَدَ اللہ وحدہ وعلم ان لا الٰہ الا اللہ واعطٰی زکوٰۃ مالہٖ طَیِّبَۃً بھا نفسہ رافدۃ علیہ کلّ عام ولم یعط الھَرِمَۃ ولا الدرِنۃ ولا المریضۃ ولا الشرط اللئیمۃ ولکن من وسط اموالکم فان اللہ لم یسئلکم خیرہ ولم یامرکم بشرّہٖ ۔۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبد اللہ بن معاویہ غاضری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کام ایسے ہیں جو انھیں کرتا رہا
اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔ (۱) تنہا خدا تعالیٰ کی عبادت کی۔ (۲) یہ یقین
رکھا کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ (۳) اور خوش دلی اور

---

[1] قرآن کریم کی آیت ہے۔ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ (بقرہ آیت ۲۷۶) یعنی اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

[2] حاشیہ بہشتی زیور حصہ ۔۔ میں اس پر قدرے تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

طبیعت کی آمادگی اور رغبت سے ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا رہا اور زکوٰۃ میں نہ بوڑھا جانور دیا نہ خارشی بیمار نہ گھٹیا اور نہ ناپسندیدہ بلکہ درمیانہ قسم کا دیتا رہا ـــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے نہ (چھانٹ کر) سب سے عمدہ طلب کرتا ہے اور نہ سب سے گھٹیا دینے کا حکم کرتا ہے۔

تشریح:۔ مومن کو اپنے دل میں ہر وقت یہ یقین تازہ رکھنا چاہیئے کہ مجھے جو بھی کچھ مال و دولت میسر ہے سب خدا ہی کی دین ہے وہ جب چاہے ہماری خوشی اور ناخوشی کی پرواہ کئے بغیر تمام مال یا اس میں سے کچھ حصّہ لے بھی سکتا ہے۔ اگر یہ یقین پختہ ہو تو سال میں ایک بار زکوٰۃ کا ادا کرنا کچھ بھی دشوار نہ ہو اور جو مومن اپنے ایمان کی حلاوت اور چاشنی بھی حاصل کرنا چاہتا ہے اسے ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ بھی کرنا چاہیئے کہ زکوٰۃ میں بہتر مال دے اور خوشی اور رغبت کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرے

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید:۔

(۳۲۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من صاحب ذھب ولا فضۃ لا یؤدی منہا حقہا الا اذا کان یوم القیامۃ صُفِّحَتْ لہ صفائحُ من نار فاُحمی علیہا فی نار جہنم فیکوی بہا جنبہٗ وجبینہٗ وظہرہٗ کلما بردت اعیدت لہٗ فی یوم کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃ حتیٰ یقضی بین العباد فیریٰ سبیلہ اِمّا الی الجنۃ واِمّا الی النار۔ قیل یا رسول اللہ فالابل؟ قال ولا صاحب ابل لا یؤدی منہا حقہا۔ ومن حقہا حلبہا یوم وردہا الا اذا کان یوم القیامۃ بطح لہا بقاعٍ قَرْقَرٍ اوفر ما کانت لا یفقد منہا فصیلا واحدا تطؤہ باخفافہا وتعضّہ بافواہہا کلما مر علیہ اولاہا رد علیہ اخراہا فی یوم

کان مقدارہ خمسین الف سنة حتی یُقضیٰ بین العباد فیری سبیلہ اِمّا الی الجنة واِمّا الی النار۔ قیل یارسول اللّٰہ فالبقر والغنم؟ قال ولا صاحب بقر ولا غنم لا یؤدّی منہا حقہا الا اذا کان یوم القیامة بطح لہ بقاعٍ قرقرٍ اوفر ما کانت لا یفقد منہا شیئاً لیس منہا عقصاء ولا جلحاء ولا عضباء تنطحہ بقرونہا وتطؤہ باظلافہا کلما مر علیہ اولٰہا رُدّ علیہ اخراہا فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة حتیّ یقضیٰ بین العباد فیری سبیلہ اِمّا الی الجنة واِمّا الی النار۔ قیل یارسول اللّٰہ فالخیل؟ قال الخیل ثلاثة ھی لرجل وِزرٌ وھی لرجل ستر وھی لرجل اجرٌ فامّا التی ھی لہٗ وزرٌ فرجل ربطہا ریاء وفخرا ونواءً لاھل الاسلام فھی لہٗ وزرٌ واَمّا التی ھی لہ ستر فرجل ربطہا فی سبیل اللّٰہ ثم لم ینس حق اللّٰہ فی ظہورہا ولا رقابہا فھی لہٗ ستر واما التی ھی لہٗ اجر فرجل ربطہا فی سبیل اللّٰہ لاھل الاسلام فی مَرْجٍ او روضة فما اکلت من ذٰلک المرج اوالروضة من شیٔ الا کتب لہٗ عدد ما اکلت حسنات وکتب لہٗ عدد اروا ثہا وابوالہا حسنات ولا تقطع طِوَلَہا[1] فاستنّت شرفًا او شرفین الا کتب لہ عدد اٰثارہا و اروا ثہا حسنات ولا مَرَّ بہا صاحبہا علی نہر فشربت منہ ولم

[1] طِوَل (بکسر الطاء وفتح الواو) اس رسّی کو کہا جاتا ہے جس کا ایک سرا گھوڑے کی ٹانگ میں باندھ دیا جاتا ہے اور دوسرا کھونٹے سے باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ مقررہ حد تک چر سکے اور اس سے آگے نہ جاسکے (الترغیب ص۱۳۵ والنہایة ج ۳ ص۵۳)، اسی کو ہندی زبان میں پچھاڑی، پیکھڑا اور پگھا کہتے ہیں۔

(باقی آئندہ صفحہ پر)

يريد ان يسقيها الا كتب الله تعالى له عدد ما شربت حسنات قيل يا رسول الله فالحمر؟ قال ما انزل على في الحمر الا هذه الآية الفاذة الجامعة فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۔

(رواہ البخاری ومسلم واللفظ لہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۱) جو بھی شخص سونے اور چاندی کا مالک ہو اور اس میں سے اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) نہ ادا کرتا ہو قیامت کے دن اس کے لئے آگ پگھلا کر (اس سونے چاندی کی) تختیاں بنائی جائیں گی پھر ان کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور ان کے ذریعہ اس شخص کے پہلو پیشانی اور کمر داغی جائیں گی جب بھی یہ تختیاں ٹھنڈی ہوں گی دوبارہ انھیں تپا لیا جایا کرے گا۔ یہ معاملہ اس ہولناک دن میں مسلسل ہوتا رہے گا۔ جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے فیصلے ہو چکیں گے اور انھیں (ان کے فیصلے کے مطابق) جنت یا جہنم کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔ (۲) صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول اونٹ (کی اگر زکوٰۃ نہ دی جائے تو اس کا حشر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ اسی طرح جو اونٹوں والا اپنے اونٹوں کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرے گا۔ اور اونٹوں میں (علاوہ زکوٰۃ کے) ایک حق یہ بھی ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ ؎ نفرت سے دوڑنا، بھاگنا۔ بتشدید النون ای جرت بقوۃ (الترغیب) استن الفرس : ای خلا المرحہ ونشاطہ شوطا او شوطین ولا راکب علیہ (النہایۃ ج ۲ ص۲۰۲) ؎ بفتح الشین المعجمۃ والراء ای شوطا وقیل نحو میل (الترغیب) فاستنت شرفا او شرفین ای عدت شوطا او شوطین (النہایۃ ج ۲ ص۲۳۳)

ان کی باری کے دن انھیں دوہ کر ان کا دودھ خیرات کر دیا جائے)۔
توجب قیامت کا دن ہوگا تو اس کو ایک وسیع وہموار چٹیل میدان میں
منہ کے بل اونٹوں کے پیروں میں ڈال دیا جائے گا. وہ اونٹ اس دن دنیا
کے لحاظ سے بہت زیادہ موٹے تازے ہوں گے۔ وہ شخص اپنے اونٹوں
میں سے ایک بچہ کو بھی وہاں سے غائب نہ پائے گا۔(سب موجود ہوں
گے)۔ وہ سب کے سب اپنے قدموں سے اسے روند رہے ہوں گے
اور اپنے دانتوں سے کاٹ رہے ہوں گے۔ جب بھی ان کا ایک پھیرا پورا
ہوجایا کرے گا' ان کو دوبارہ لوٹا دیا جایا کرے گا۔ (مسلسل یہی ہوتا
رہے گا۔) اس پورے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔
یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہو چکے گا۔ اور (فیصلہ کے مطابق) ان کو
جنّت کی یا جہنم کی راہ دکھادی جائے گی۔ (۲) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے
اللہ کے رسولؐ! گائے اور بکریوں کے متعلق کیا ارشاد ہے ؟ (یعنی ان کا
کیا حشر ہوگا ؟) آپؐ نے فرمایا اسی طرح گائے اور بکریوں والا جو اُن
کا حق (زکوۃ) ادا نہ کرے گا توجب قیامت کا دن ہوگا تو اس کو ایک
وسیع وہموار چٹیل میدان میں منہ کے بل اُن (گائے بکریوں) کے پیروں
میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس دن دنیا کے اعتبار سے بہت زیادہ
موٹی تازی ہوں گی' وہ شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی غائب نہ پائے
گا۔ ان میں نہ کوئی پھرے ہوئے (مڑے ہوئے) سینگوں والی ہوگی
نہ بے سینگ کی ہوگی اور نہ کسی کا سینگ ٹوٹا ہوا ہوگا (بلکہ سب
لمبے' سیدھے اور نوک دار تیز سینگوں والی ہوں گی) وہ سب کی
سب اس کو اپنے سینگوں سے مارتی ہوں گی اور اپنے کھروں سے روند

رہی ہوں گی۔ جب بھی ان کا ایک پھیرا پورا ہو جایا کرے گا ان کو دوبارہ لوٹا دیا جایا کرے گا۔ (مسلسل یہی ہوتا رہے گا) اس پورے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہو چکے گا اور ان کو (فیصلے کے مطابق) جنت کا یا جہنم کا راستہ بتا دیا جائے گا۔

(۴) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! گھوڑوں کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: گھوڑے، (اپنے مالکوں کی نیت کے لحاظ سے) تین قسم کے ہیں۔ (۱) یہ ایک شخص کے لئے تو (باعث) عذاب ہیں۔ اور (۲) ایک شخص کے لئے پردہ پوشی (بچاؤ اور عزت و رفعت کا ذریعہ) ہیں اور (۳) ایک شخص کے لئے یہ (موجب) اجر و ثواب ہیں۔ پس جس شخص کے لئے یہ باعث عذاب ہیں وہ تو وہ شخص ہے جس نے دکھاوے اور فخر و غرور کے لئے اور اہلِ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے گھوڑے رکھ چھوڑے ہوں، اس شخص کے لئے یہ گھوڑے باعث عذاب ہیں اور جس شخص کے لئے بچاؤ (اور عزت و رفعت کا ذریعہ) ہیں یہ وہ شخص ہے جس نے ان کو اللہ کے حکم کے موافق رکھا ہے اور وہ ان کی پشتوں اور ان کی جانوں کے متعلق جو اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ان کو بھی فراموش نہیں کرتا۔ اور جس شخص کے لئے گھوڑے رکھنا باعثِ اجر و ثواب ہے یہ وہ (خوش نصیب) ہے جس نے گھوڑے اس لئے پال رکھے ہیں کہ راہ خدا میں جہاد کے وقت (خود اس کے بھی اور دوسرے) اہل اسلام کے کام آئیں۔ یہ (اس قدر) بابرکت ہیں کہ جن سرسبز و شاداب چراگاہوں اور باغیچوں میں یہ چھوڑ رکھے ہیں۔ ان میں سے یہ جو کچھ بھی (گھاس، چارہ) کھاتے ہیں اسی کے بقدر نیکیاں اس شخص کے اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں۔ (حتیٰ کہ)

وہ جتنی لید اور پیشاب کرتے ہیں اس کے بقدر بھی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور وہ جو پیکھڑے (پیروں کی رسیاں) توڑکر اچھلتے کودتے ایک دو چکر لگاتے ہیں ان کے تمام نشانات قدم اور ان کی لیدوں کے بقدر بھی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور مالک ان کو لے کر جب کسی نہر کے پاس سے گذرتا ہے اور وہ اس میں سے پانی پی لیں تو خواہ مالک نے ان کو پانی پلانے کی نیت نہ کی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ ان کے ہر ہر گھونٹ کے بقدر نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

(۵) صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور گدھوں کے بارے میں؟۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ گدھوں کے بارے میں مجھ پر اس ایک بے نظیر اور جامع آیت کے علاوہ اور کچھ نازل نہیں ہوا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔

(جو شخص دنیا میں ذرہ برابر بھلائی کرے گا اس کو بھی قیامت کے دن دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو بھی دیکھ لے گا یعنی جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔)

تشریح:۔ (۱) زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے جو سزائیں خدا تعالیٰ نے آخرت میں تجویز فرمائی ہیں وہ تو الگ ہیں۔ یہ عذاب تو حشر ہی سے شروع ہو جائے گا۔ جس طرح بعض سنگین مجرموں پر مقدمہ فیصل ہونے سے پہلے ہی کچھ سختیاں حوالات ہی سے ہونے لگتی ہیں اور عدالت میں بھی ان کو ذلت و رسوائی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کے ان باغی مجرموں کے ساتھ بھی حشر میں ایسا ہی ہوگا۔

"پچاس ہزار برس کا دن" کنایہ ہے بہت زیادہ سختی اور بے انتہا کرب و بے چینی سے، جو جتنا زیادہ بڑا مجرم اور گناہ گار ہوگا اس کو یہ دن اتنا ہی زیادہ لمبا معلوم ہوگا۔ آدمی جب کسی مصیبت میں گھرا ہوتا ہے تو اسے تھوڑا سا وقت بھی بہت لمبا معلوم ہوتا ہے۔

خوشی کے دن تو یوں چٹکی بجاتے اڑتے جاتے ہیں۔
مصیبت کی گھڑی ٹالے نہیں کٹتی ہے برسوں میں - (راقم الحروف)

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ وہ دن صاحب ایمان کے لئے اتنا ہلکا ہوگا کہ جتنی دیر میں وہ دنیا میں ایک فرض نماز پڑھتا تھا اتنی دیر بھی نہ لگے[۱] گی۔

(۲) اونٹ کی خلقت کے اور بہت سے عجائب میں سے ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ یہ کئی کئی دن کا پانی ایک ہی مرتبہ پی لیتا ہے۔ عربوں کا دستور قدیم زمانہ سے یہ چلا آرہا تھا کہ اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے ہر شخص اپنا ایک دن مقرر کر لیتا تھا اور جس کا بھی دن ہوتا وہ چشمہ پر آکر دودھ دوہتا اور محتاجوں اور غریبوں کو تقسیم کر دیتا تھا۔ چونکہ ہر روز ہی کسی نہ کسی کی باری ہوتی تھی۔ اس لئے چشموں پر فقراء و مساکین جمع رہتے تھے اور اس طرح ان کی گذر بسر ہوتی رہتی تھی۔ اسلام نے بھی اس نیک رواج کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا بیان کرتے ہوئے اُس کا بھی ذکر کیا۔ یہ حق اگرچہ مستحبات میں سے ہے اور تنہا اس کے متعلق کوئی باز پرس آخرت میں نہ ہوگی لیکن چونکہ گرفت ہو جانے کے بعد معمولی خامیاں بھی تذکرے میں آجاتی ہیں اور قابل اعتراض قرار پا جاتی ہیں۔ اس لئے زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا کے ساتھ اس معاملے میں بخل کرنے کا بھی تذکرہ

[۱] رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور عن ابی سعید الخدری رض ــــ (مشکوٰۃ ص ۴۸۶)

کر دیا گیا۔

(۳) زکوٰۃ نہ دینے کی سزائیں اور بھی بہت سی ہو سکتی تھیں لیکن اونٹوں، گایوں اور بکریوں کے ذریعہ سزا دینا اس مصلحت سے ہے کہ یہی مال جس کے بارے میں خدا کے حکموں کو فراموش کر کے ان مجرموں نے اپنی من مانی کی تھی وہی مال ان کے لئے وبال جان بنا دیا جائے اور یہی مصلحت سونے چاندی کی گرم تختیوں سے داغنے میں بھی ملحوظ ہے۔

(۴) گھوڑے یا اور نئی پرانی قسم کی سواریاں جو لوگ دوسروں کو دکھانے اُن کے مقابلہ میں اپنی بڑائی جتانے اور اپنی مالداری اور فراخی کے سہارے غریب مسلمانوں پر ظلم کرنے کے لئے رکھتے ہیں وہ دراصل روح اسلام سے محروم ہیں، اور خدا کی دی ہوئی دولت کو بجائے اپنے لئے مفید بنانے کے اپنے لئے مصیبت و عذاب بنا رہے ہیں۔ اور جو لوگ گھوڑے، موٹر اور دوسری مختلف قسم کی سواریاں اس لئے رکھتے ہیں کہ ان کی مدد سے سفر کی دقتوں اور پریشانیوں سے بچاؤ ہو سکے اور جائز حدود میں خدا کی دی ہوئی نعمتوں[1] کے ذریعہ عزت و رفعت بھی حاصل ہو اور پھر ان کے متعلق جو احکام شریعت نے بتائے ہیں وہ ان کی رعایت کرتے ہیں، زکوٰۃ کی شرائط پائی جائیں تو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، کسی بھائی کو اگر ان کی سواری کی ضرورت پڑ جائے تو اسے دینے میں بھی بخل سے کام نہیں لیتے۔ ان پر سوار ہونے کے متعلق ان کی تربیت اور دیکھ بھال کے متعلق اور ان کے آرام و راحت

---

[1] حدیث شریف میں ہے۔ ان اللہ تعالیٰ یحب ان یریٰ اثر نعمتہٖ علی عبدہٖ۔ ترمذی حاکم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمتوں کے اثرات اس کے بندے کے جسم پر اچھا کھانے پہننے کی صورت میں اور اعمال میں ادائے شکر الٰہی کے لئے صدقہ خیرات کی صورت میں نظر آئیں۔ (جامع صغیر۔ السراج المنیر ج ۱ ص ۳۹۱)

کے متعلق جو احکام شریعت نے بیان کئے ہیں ان کی پوری رعایت کرتے ہیں تو یہ سواریاں ایسے لوگوں کے لئے ستر (بچاؤ اور حفاظت) کا ذریعہ ہیں۔

تیسرا وہ خوش نصیب مومن بھی ہے جس نے گھوڑے اور سواریاں اس لئے فراہم کی ہیں کہ راہ خدا میں جہاد کرنے کے لئے کام دیں۔ اس مومن کامل کی سعادت مندیوں اور خوش بختیوں کا کیا ٹھکانا اور اس کے اجر و ثواب کا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی ایک ایک حرکت و سکون کی قدر دانی کا کیا حساب اور کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جب اس کے بغیر چرائے وہ خود چراگاہ سے گھاس چریں، اس کے بغیر دوڑائے وہ از خود رسیاں توڑ کر میدانوں میں چھلانگیں لگاتے اور قلانچیں بھرتے پھریں جب وہ اس کے بغیر ارادہ کے کہیں نہر میں سے پانی پی لیں اس پر بھی خدا کی یہ قدردانیاں اور نوازشیں ہیں کہ ان کے چارے کے ایک ایک تنکے پر ان کے دوڑنے کے ایک ایک نشان قدم اور ان کے پانی کے ایک ایک گھونٹ پر نیکیاں لکھی جا رہی ہیں تو جب یہ اپنے ارادہ و اختیار سے اور محنت و کوشش سے ان کے کھانے پینے وغیرہ کی دیکھ بھال کرے گا تو اس وقت کیا کچھ نہیں ملے گا اور جب محض ان کی پرورش پر یہ سب کچھ ہے تو جس عالی و عظیم مقصد کے لئے یہ پالے گئے ہیں جب اس میں استعمال ہوں گے تو اس وقت کیا کیا نہ خدا کا پیار و دلار اور کیا کیا نہ رحمتیں، شفقتیں، نوازشیں اور قدر دانیاں ہوں گی۔ بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کرم سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۵) اخیر میں آپؐ نے ایک اصولی بات بیان فرمائی کہ جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ اس میں ان کے سوال کا جواب بھی آگیا اور قیامت تک جتنی قسم کی بھی سواریاں انسان کے استعمال میں آتی رہیں گی۔ ان تمام کا حکم بھی اسی میں آگیا اور سواریوں کے علاوہ زندگی کے ہر معاملے میں یہی اصول ہے کہ جو جیسا کرے

گا ویسا ہی ذرہ ذرہ اس کے سامنے آکر رہے گا۔ بس مومن کو چاہیئے کہ ہر دم اپنے اعمال کا جائزہ لیتا رہے اور آخرت کے دن کو یاد رکھے جس دن سوائے عمل کے اور کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ۔

یہی مضامین اور بھی متعدد صحابہ کرامؓ سے مختلف کتب حدیث میں نقل کئے گئے ہیں

(۲۳۷) وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من احد لا یؤدی زکوٰۃ مالہ الا مثل لہ یوم القیامۃ شجاعا اقرع حتیٰ یطوق بہ عنقہ ثم قرأ علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مصداقہ من کتاب اللہ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ الآیۃ:

رواہ ابن ماجۃ واللفظ لہ والنسائی باسناد صحیح وابن خزیمۃ فی صحیحہ والترمذی وقال حسن صحیح والحاکمؒ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا وہ مال قیامت کے دن اس کے لئے گنجے (انتہائی زہریلے) سانپ کی شکل کا بنا دیا جائے گا اور وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا) اس کے پیچھے مستقل لگا رہے گا جہاں بھی یہ جائے گا وہ اس کے ساتھ ہو گا۔) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث

---

[1] مسند احمد بحاشیہ احمد محمد شاکر ج ۵ ص ۲۰ / ابن کثیر ج اول ص ۴۳۲ (عیسیٰ البابی الحلبی مصر)
البتہ مسند احمد کی روایت میں یہ ہے کہ یہ آیت بطور مصداق و استدلال حضرت ابن مسعودؓ نے پڑھی۔

[2] مسند احمد کی روایت میں شجاعاً اقرع کے بعد یتبعہ یفرّ منہ وھو یتبعہ کے الفاظ بھی ہیں۔ یہ قوسین میں ان ہی الفاظ کا ترجمہ ہے۔

کا مصداق بیان کرنے کے لئے یہ آیت تلاوت فرمائی ترجمہ "جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ یہ ہرگز نہ خیال کرلیں کہ ان کا یہ طرز عمل ان کے لئے بہتر ہوگا۔ نہیں! بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بُری ہے۔ قیامت کے دن ان کو انھی چیزوں کا طوق پہنایا جائے گا، جن میں انھوں نے بخل کیا تھا"۔[1]

(۳۳۸) (عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ فرض علی اغنیاء المسلمین فی اموالھم بقدر الذی یسع فقرائھم ولن یجھد الفقراء اذا جاعوا وعروا الا بما یصنع اغنیائھم۔ الا وان اللہ یحاسبھم حسابا شدیدا ویعذبھم عذابا الیما۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر وقال تفرد بہ ثابت بن محمد الزاہد قال المنذری والہیثمیؒ ثابت ثقۃ صدوق من رجال الصحیح وبقیۃ رواتہ لاباس بہم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے صاحب ثروت مسلمانوں پر ان کے مالوں میں اتنی مقدار فرض کی ہے کہ ان کے نادار لوگوں کے (گزر اوقات کے) لئے کافی ہوسکتی ہے۔ اور تنگ دست مسلمانوں پر جب بھی کھانے پہننے کی تنگی آتی ہے مال دار مسلمانوں کے کرتوت (ان کے صحیح طور پہ پوری زکوٰۃ ادا نہ کرنے) کی وجہ سے آتی ہے ہوشیار

[1] سورۂ آل عمران آیت ۱۸۰،

[2] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ صہ ۶۲

رہو اللہ تعالیٰ ان (مالداروں) سے سخت حساب لے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا۔

تشریح:۔ ایک علاقے اور ایک مقام کے مال دار مسلمانوں کی زکوٰۃ اگر پورے طور پر ادا ہو جائے اور صحیح حقداروں تک پہنچ جائے تو گذارے کے قابل یقیناً ہر ضرورت مند کو حصہ مل جائے۔ اس حدیث میں اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ پروردگار عالم نے دولت کی تکوینی تقسیم میں اس حقیقت کو ملحوظ رکھا ہے اور تشریعی طور پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ حکم دیا ہے کہ توخذ من اغنیائھم و ترد الی فقرائھم[1] یعنی ایک مقام کے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر وہیں کے غریبوں پر تقسیم کر دی جائے[2]۔ پھر غریبوں اور محتاجوں کی تعداد کم کرنے کے لئے یہ انتظامات کئے گئے ہیں کہ حلال روزی کمانے کی ترغیب مختلف عنوانات سے دی گئی ہے اور مالداروں کے مال کی طرف للچائی ہوئی نظریں اٹھانے کی سخت ممانعت کی گئی ہے تو جب لوگ تلاش رزق کے لئے اپنی امکانی کوشش کرتے رہیں گے تو ایسی تعداد بہت کم ہوگی جو زکوٰۃ کی مستحق ہو لہٰذا اگر تمام وہ لوگ جن پر زکوٰۃ واجب ہے ٹھیک ٹھیک زکوٰۃ ادا کر دیں گے تو یقین ہے کہ محتاجوں کا ——— بہت ریل پیل سے نہ سہی ——— گذارے کا کام ضرور چل سکتا ہے۔ غریبوں پر یہ پریشانیاں مالداروں کی زکوٰۃ پورے طور پر ادا نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ جس کی سزا آخرت میں تو ملنی ہی ہے، دُنیا میں بھی ایسے لوگوں کو چین سے نہیں بیٹھ جانا چاہیئے۔ نہیں معلوم خدا کا غیبی ہاتھ کب اور کس صورت

---

[1] رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابن عباس فی حدیث۔ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۱۲۰ (المطبعۃ السلفیہ مصر ۱۳۴۶ھ)

[2] اصل یہی ہے اور اگر کبھی کوئی اسلامی تقاضہ دوسری جگہ منتقل کرنے کا ہو تو اسکی بھی گنجائش ہے۔

میں ان کو اپنی گرفت میں لے لے۔

زکوٰۃ نہ دینے پر دنیوی عذاب :۔

(۳۳۹) عن بریدۃ رضی اللہ عنہ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما منع قوم الزکوٰۃ الا ابتلاھم اللہ بالسنین۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط و رواتہ ثقات والحاکم والبیہقی فی حدیث الا انہما قالا ولا منع قوم الزکوٰۃ الا حبس اللہ عنہم القطر۔ وقال الحاکم صحیح علی شرط مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی قوم زکوٰۃ دینا چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے ـــــ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بارشیں روک لیتا ہے۔

(۳۴۰) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر المہاجرین خصال خمس ان ابتلیتم بھن ونزلن بکم اعوذ باللہ ان تدرکوھن لم تظہر الفاحشۃ فی قوم قط حتی یعلنوا بہا الا فشا فیہم الاوجاع التی لم تکن فی اسلافہم ولم ینقصوا المکیال والمیزان الا اخذوا بالسنین وشدۃ المؤنۃ وجور السلطان، ولم یمنعوا زکوٰۃ اموالہم الا منعوا القطر من السماء ولولا البہائم لم یمطروا ولا نقضوا عہد اللہ وعہد رسولہ الا سلط علیہم عدو من غیرہم فیاخذ بعض ما فی ایدیہم وما لم تحکم ائمتہم بکتاب اللہ الا جعل بأسہم بینہم۔

(رواہ ابن ماجہ والبیہقی واللفظ لہ والبزار)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو گئے اور تمہارے اندر وہ آگئیں تو پانچ عذاب تم پر مسلط ہو جائیں گے، میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان (عذابوں) کو پاؤ۔

(۱) جس قوم میں بھی فحش کاری زنا اور اسی قسم کی دوسری بدکاریاں عام ہو جائیں۔ یہاں تک کہ علی الاعلان ہونے لگیں تو ضرور ان میں ایسی بیماریاں پھیل جائیں گی جو کبھی ان کے پہلوں میں نہ تھیں۔

(۲) اور جب بھی لوگ ناپ اور تول میں کمی کرنے لگیں گے تو ضرور قحط کالی کی گرفت میں آجائیں گے اور معاشی بحران اور حاکموں کے مظالم کا شکار ہو جائیں گے

(۳) اور اپنے اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینا چھوڑ دیں گے تو ضرور آسمان سے بارشیں روک دی جائیں گی حتیٰ کہ اگر چوپائے نہ ہوں تو ایک قطرہ نہ برسے۔

(۴) اور جب بھی لوگ خدا اور اس کے رسول کے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کرنے لگیں گے (احکام شرعیہ سے بے پرواہ ہو جائیں گے) تو ضرور ان پر کوئی اجنبی دشمن مسلط کر دیا جائے گا جو اس میں سے کچھ پر قبضہ کر لے گا جو ان کے ہاتھ میں تھا۔

(۵) اور جب ان کے حاکم لوگ کتاب الٰہی کے مطابق احکام نافذ نہ کریں گے تو ان کے درمیان پھوٹ ڈال دی جائے گی۔

تشریح:۔ یہ حدیث دنیا کے تکوینی واقعات اور تشریعی حالات

کے درمیان ایک گہرے ربط کا پتہ دیتی ہے۔ اس میں جو پانچ باتیں بیان فرمائی گئی ہیں، ان میں ایک ایک کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کم ناپ تول میں جو قومیں مبتلا ہیں تو اسی کے مطابق وہ معاشی بحران اور حکمرانوں کے مظالم کا شکار بھی ہیں اور جو ممالک ناپ تول میں کچھ محتاط ہیں وہاں کے معاشی حالات بھی بہتر ہیں۔ جنسی بے راہ روی، زناکاری اور عیاشی میں مغربی ممالک چونکہ اوروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ گر چکے ہیں تو اسی تناسب سے ان ممالک میں ایک سے ایک نئی اور خطرناک بیماریاں بھی جنم لے رہی ہیں اور مشرقی ممالک ابھی چونکہ اس "ترقی" میں اس حد تک ملوث نہیں ہوئے ہیں تو اسی لحاظ سے قسم قسم کے امراض بھی یہاں نسبتہ کم ہیں

ہمارے ہی کچھ بھائیوں نے خدا اور اس کے عہد و پیمان کے معاملہ میں غفلت برتی تو اس کا نتیجہ بھی کس قدر کھلا ہوا اور ہو بہو اس حدیث کے الفاظ کے مطابق دیکھ لیا۔ ہمارے پڑوس میں بھی اس کی مثال دیکھنے میں آئی اور ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں بھی اس کا کھلا مشاہدہ ہو گیا کہ "اجنبی دشمن" مسلط ہوا اور اس میں سے کچھ پر "قبضہ" کر لیا۔ جو پہلے اپنے ہاتھوں میں تھا۔

اسی طرح جب تک اپنے نظام حکومت میں ہمارے بھائی کتاب اللہ کو چھوڑ کر دوسرے نظاموں (ازموں) کی طرف مائل رہے اور ان کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے رہے آئے دن جگہ جگہ حکومتوں کے تختے الٹے جاتے رہے اور اب جو "یہ بھٹکا ہوا آہو" دنیا بھر میں ٹھوکریں کھا کر پھر "سوئے حرم" آیا ہے تو پھر از سر نو ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی ہوتی نظر آنے[1] لگی ہے۔

---

[1] سن انیس سو ستہتر عیسوی میں جو عربوں میں اتحاد اسلامی کی ایک لہر پیدا ہوئی اور فروری ۱۹۷۴ء میں لاہور میں سینتیس ۳۷ مسلم ممالک کی اسلامی کانفرنس ہوئی اور سب نے (باقی اگلے صفحہ پر)

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اِس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

مسلمان کی تو دنیا بھی دین ہی سے وابستہ ہے۔ مسلمان اگر دوسری قوموں کو دیکھ کران کے قدم بقدم چل کر ترقی کرنا چاہے گا تو بجائے ترقی کے اور گر جائے گا اور منزل سے اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔

اپنی ملت کو قیاس اقوامِ مغرب پر نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

سونے چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ :۔

(۳۴۱) عن[1] عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ ان امرأۃ اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعھا ابنۃ لھا وفی ید ابنتھا

باقی صفحہ گذشتہ :۔ اسلام کے نام پر متحد ہونے کے ولولوں کا اظہار کیا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے

لہ الترغیب والترہیب کے تمام نسخوں میں یہ حدیث لفظ "روی" سے لکھی گئی ہے اور شروع میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ روایت کے بہت کمزور ہونے کی علامت ہے لیکن یہ روایت ضعیف نہیں ہے۔ انتقاء الترغیب والترھیب کے قلمی نسخے فخر ورق ۴۳ میں یہ موجود ہے اور تعجب ہے کہ اس میں بھی رادی سے ہی لکھی ہے۔ البتہ مطبوعہ انتقاء الترغیب ص۵۹ میں نہیں ہے اور امام نسائی کے حوالے سے منذری نے روایت کا مرسل ہونا جو نقل کیا ہے اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے الدرایہ ص۱۶۱ میں کہا ہے کہ " ابدیٰ لہ النسائی علۃ غیر قادحۃ" اس حدیث پر مفصل کلام علامہ احمد محمد شاکر نے مسند احمد ج۱۰ ص۱۹۷ کے حاشیہ میں کیا ہے اور اس کو صحیح ثابت کیا ہے۔

مسکتان غلیظتان من ذھب فقال لھا اتعطین زکاۃ ھذا؟ قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بھما یوم القیامۃ سوارین من نار۔ قال فخلعتھما فالقتھما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالت ھما للہ ولرسولہ۔

(رواہ احمد وابوداؤد واللفظ لہ والترمذی والدارقطنی)

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خاتون حاضر ہوئیں ان کے ساتھ ان کی ایک بچی تھی جو سونے کے دو موٹے موٹے کنگن پہنے ہوئے تھی۔ آپ نے ان خاتون سے دریافت فرمایا کیا تم ان (کنگنوں) کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ انھوں نے عرض کیا نہیں! آپ نے ارشاد فرمایا "کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنائے؟" پس یہ سنتے ہی انھوں نے وہ کنگن نکال ڈالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیئے اور کہا کہ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کو دیئے۔

زکوٰۃ وصول کرنے والوں کے لئے اصول و آداب:۔

اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے جو لوگ بھیجے جاتے ہیں ان کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی ہدایات ارشاد فرمائی ہیں۔ ان میں سے اکثر ہدایات کا تعلق ان لوگوں سے بھی ہے جو مسلمانوں کی کسی نمائندہ تنظیم یا کسی اسلامی ادارے کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے جاتے ہیں اور اسی میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کسی حکومت کی طرف سے ٹیکس وصول کرنے پر مقرر ہیں۔

مندرجہ ذیل احادیث میں ان لوگوں کو اگر یہ صحیح طور پر اپنی ذمہ داری ادا کریں

تو مختلف قسم کی خوشخبریاں اور بشارتیں دی گئی ہیں اور جو لوگ بے پروائی سے کام لیں اور حدود شرع کی پابندی نہ کریں ان کے لئے وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

(۳۴۲) عن رافع بن خدیج رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول العامل علی الصدقۃ بالحق لوجہ اللّٰہ تعالیٰ کالغازی فی سبیل اللّٰہ حتی یرجع الی اھلہ۔

(رواہ احمد واللفظ لہ وابوداؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن خزیمۃ فی صحیحہ)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عاملِ صدقات" (یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والا) جو صحیح طریقے پر اللہ کے لئے کام کرتا ہو وہ جب تک اپنے گھر نہ لوٹ آئے راہ خدا کے غازی کی طرح ہے۔

(۳۴۳) وعن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال خیر الکسب کسب العامل اذا نصح۔

(رواہ احمد ورواتہ ثقات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین کمائی عامل کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیرخواہی سے (صحیح طریقہ پر) کام کرے۔

تشریح:۔

جس کام میں انسان کے پھسلنے کے مواقع زیادہ ہوں اس سے اگر وہ صحیح سالم اور بے داغ نکل آئے تو علاوہ اس عمل کے اجر و ثواب کے اس آزمائش میں پورا اترنے کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہاں چونکہ بہت سا مال و دولت انسان کے ہاتھ میں آتا ہے اور اگر اس کے دل میں خوف خدا نہ ہو تو بہت کچھ مواقع گڑبڑ کرنے کے ہوتے ہیں

ایسے مرحلے پر آدمی تقویٰ و پرہیزگاری پر قائم رہے اور خدا کے حکموں کی رعایت رکھے، یہ یقیناً بہت بڑا مجاہدہ اور نفس کے خلاف بڑا جہاد ہے۔

(۲۴۴) وعن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استعملنا ہ علی عمل فرزقناہ رزقاً فما اخذ بعد ذٰلک فھو غلول۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کو ہم نے کسی کام پر مقرر کیا پھر اس کو اس کی روزی دے دی اب اس کے بعد وہ جو کچھ لیگا وہ خیانت ہے۔

تشریح:۔

اگلی حدیث سے اس مضمون کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

(۲۴۵) وعن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ قال استعمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من الازد یقال لہ ابن اللُّتْبِیَۃ علی الصدقۃ فلما قَدِمَ قال ھٰذا لکم وھذا اُھْدِیَ اِلَیَّ، قالَ فقامَ رسول اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم فحمِدَ اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد فانی استعمل الرجل منکم علی العمل مما ولّانِیَ اللہ فیاتی فیقول ھٰذا لکم وھٰذا ھدیۃ اُھْدِیَتْ لی، افلا جلس فی بیت ابیہ وامہ حتی یاتیہ ھدیتہ ان کانَ صادقاً۔ واللہ لا یاخذ منکم شیئاً بِغَیْرِ حقہ الا لقی اللہ یحملہ یومَ القیامۃ فلا اَعْرِفَنَّ احداً مِنْکُمْ لقی اللہ یحمل بعیراً لہ رُغاء او بقرۃ لھا خوار او شاۃ تیعر، ثم رفع یدیہ حتی رُئِیَ بیاض ابطیہ یقول اللّٰھم

هل بلغت ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص ابن لتبیہ کو صدقہ (یعنی زکوٰۃ) وصول کرنے پر مقرر فرما کر بھیجا۔ جب وہ واپس ہوئے تو انھوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال سپرد کرتے ہوئے) کہا یہ تو آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نے اپنے عام حکیمانہ طریقے کے مطابق ان سے منہ در منہ کچھ نہیں فرمایا بلکہ آپؐ) خطبہ دینے کو کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا "امابعد" میں تم میں سے ایک شخص کو ان کاموں میں سے کسی کام کے لئے مامور کرتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے ذمہ دار بنایا ہے۔ وہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ وہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے وہ اپنی اماں ابا کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا تاکہ اگر وہ سچا ہے تو اس کا ہدیہ اس کے پاس آتا۔ خدا کی قسم تم میں سے جو بھی کوئی شخص ناحق کوئی چیز لے گا تو ضرور قیامت کے دن اس کو اپنے اوپر لادے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔ پس ایسا نہ ہو کہ میں تم میں سے کسی کو (قیامت کے دن) اس حال میں پہچانوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مل رہا ہے اور بلبلاتا ہوا اونٹ یا ڈکراتی ہوئی گائے یا ممیاتی ہوئی بکری کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہے ــــ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور فرمایا "اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام (تیرے بندوں تک) پہنچا دیا۔

تشریح :۔

جب کوئی شخص کسی ایسے سرکاری محکمے میں ہوتا ہے جس سے عام لوگوں کے کام

پڑتے رہتے ہیں تو اس شخص کو جو بھی ہدیے تحفے ملیں گے بیشتر ان میں اسی غرض سے دیئے گئے ہوں گے کہ شاید کسی وقت ہمارا ان صاحب سے کچھ کام پڑ جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہر سال ایک شخص اونٹ کی ایک ران ہدیہ کے طور پر بھیجا کرتا تھا۔ ایک بار وہ ایک مقدمہ میں فریق کی حیثیت سے دربار خلافت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا: "امیر المومنین! ہمارے مقدمہ کا ایسا دو ٹوک فیصلہ کیجئے جس طرح اونٹ کے ران کی بوٹیاں ایک دوسرے سے جدا کر دی جاتی ہیں" اس ناجائز اشارے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور اسی وقت تمام عاملوں کو ہدایت لکھ بھیجی کہ ہدیہ قبول نہ کیا کریں کیوں کہ وہ رشوت ہے[۱]

(۲۴۶) وعن عقبة بن عامر رضی الله عنه انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم يقول لا يدخل الجنة صاحب مكس: قال يزيد بن هارون يعني العشّار۔

(رواه ابوداؤد وابن خزيمة في صحيحه والحاكم وقال صحيح على شرط مسلم كذا قال)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ حدیث کے ایک راوی یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ اس سے مراد عُشر وصول کرنے والا ہے۔

تشریح:

"مکس" وہ محصول ہے جو شہر کی حدود سے گزرنے والے تاجروں سے چنگی کے طور پر وصول کیا جاتا ہے۔ مصنف کتاب حافظ زکی الدین المنذری فرماتے ہیں کہ اس وقت تو "عُشر" (دسویں حصے) کے نام سے چنگی بھی وصول کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے محصولات وصول کرتے ہیں جن کا کوئی نام نہیں ہے۔ محض حرام حاصل

---

[۱] کنز العمال ج ۳ ص ۱۷۷۔

کرتے ہیں اور اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں (اس سلسلے میں) ان کی تمام دلیلیں ان کے رب کے سامنے بالکل باطل اور بے وزن ہوں گی ان پر خدا کا غضب ہے اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔

بھیک مانگنے کی حرمت و مذمت :-

(۲۴۷) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ قال لاتزال المسئلۃ باحدکم حتی یلقی اللہ تعالیٰ ولیس فی وجہہ مضغۃ لحم۔ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بھیک مانگنے والے) آدمی کو بھیک (کی بری عادت) لگی رہے گی یہاں تک وہ آخرت میں اللہ سے ایسے حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔

تشریح :-

یعنی آدمی جب ایک بار بھیک کا ہاتھ پھیلا دیتا ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پھر کبھی وہ ہاتھ سکڑنے کا نام نہیں لیتا۔ اگلی حدیث میں یہی مضمون ذرا اور وضاحت کے ساتھ آیا ہے۔

(۲۴۸) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سأل الناس فی غیر ناقۃ نزلت بہ، او عیال لا

لہ "..... بل شیٔ یاخذونہ حراما وسحتا ویاکلونہ فی بطونہم نارا۔ حجتہم فیہ داحضۃ عند ربہم وعلیہم غضب ولہم عذاب شدید۔

يطيقهم جاء يوم القيامة بوجه ليس عليه لحم، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فتح على نفسه باب مسئلة من غير فاقة نزلت به، اوعيال لا يطيقهم فتح الله عليه باب فاقة من حيث لا يحتسب۔ (رواہ البیہقی وہو حدیث جید فی الشواہد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سوال کرتا ہے اور نہ اسے نہ (اچانک) فاقہ پیش آگیا ہے اور نہ ایسا عیال دار ہے کہ اپنے بال بچوں کا سنبھالنا اس کے بس سے باہر ہو تو یہ شخص قیامت کے دن اس حال میں حاضر ہوگا کہ چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فاقہ میں مبتلا ہوئے بغیر یا ناقابل برداشت عیال داری کے بغیر اپنے اوپر سوال (بھیک) کا دروازہ کھول لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے فقر و فاقہ (اور تنگدستی) کا دروازہ کھول دیتا ہے (اور اس فقر و تنگدستی کے حالات) کچھ اس طرح بنتے ہیں کہ اس شخص کو کچھ اندازہ اور وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

تشریح:۔

جان کی حفاظت فرض ہے اس لئے صرف اس حد تک تو سوال یعنی ذلت کو برداشت کیا جا سکتا ہے کہ اپنا فاقہ بھیک مانگ کر توڑا جائے یا بال بچوں کی جان بچائی جائے۔ اس کے علاوہ بھیک مانگنے کی گنجائش نہیں ـــــــ اور جب ایک بار بھیک کے ذریعہ اپنی وقتی ضرورت پوری ہوگئی تو اب حلال روزی کمانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہے۔ بھیک مانگنے ہی کو پیشہ نہ بنا لیا جائے۔ چنانچہ ایک روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ جس کے پاس شام کا ایک وقت کا کھانا بھی موجود ہے اس کے لئے سوال

کرنا جائز نہیں ہے۔

من سأل الناس عن ظهر غنی استکثر بها من رضف جهنم۔ قالوا وما ظهر غنی قال عشاء لیلة۔[1]

(۳۴۹) عن عائذ بن عمرو رضی الله عنه ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم یسأله، فاعطاه، فلما وضع رجله علی اسکفة الباب قال رسول الله صلی الله علیه وسلم، لو یعلمون ما فی المسئلة ما مشی احد الی احد یسأله۔ (رواه النسائی وللطبرانی فی الکبیر من حدیث ابن عباسؓ لو یعلم صاحب المسئلة ماله فیها لم یسأل۔

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر (کسی چیز کا) سوال کیا۔ آپؐ نے اس کو دے دیا، جب اس نے (واپس جاتے ہوئے) چوکھٹ پر قدم رکھا تو آپؐ نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ بھیک مانگنے میں کیا ذلت و عذاب ہے تو کوئی کسی کے پاس سوال کرنے نہ جائے۔[2]

---

[1] رواه عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند والطبرانی فی الاوسط عن علیؓ قال المنذری اسناده جید وتبعه الحافظ ابن حجر فی انتقاء الترغیب قلت ولیس کذلک بل هو ضعیف جداً لانقطاعه فان الحسن بن ذکوان لم یسمع من حبیب بن ابی ثابت بینهما عمرو بن خالد الواسطی کذبه احمد وابن معین والدارقطنی کما فی مجمع الزوائد ج ۳ ص ۹۴ ومعنی الحدیث ثابت عند ابی داود وابن حبان وابن خزیمة بالفاظ مختلفة ذکرها المنذری فی الترغیب۔

[2] انتقاء الترغیب ص ۶۰ بالیڈوان ناسک ۱۳۷۰ھ میں عمرو بلا واو طبع ہوا ہے مگر یہ درست نہیں ہے خود اسی کے قلمی نسخہ "نخ" میں اور الترغیب والترہیب کے تمام نسخوں میں واو کے ساتھ ہے۔ اصابہ ج ۴ ص ۱۲۱ اور دیگر کتب حدیث ورجال سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

(۳۵۰) وعن ثوبان رضی الله عنہ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من یتکفل لی ان لا یسأل الناس شیئاً اتکفل لہ بالجنۃ، فقلت: انا، فکان لا یسأل احداً شیئاً۔ (رواہ احمد والنسائی وابوداود باسناد صحیح)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہے کوئی جو مجھ سے اس بات کا عہد کرے کہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگے گا میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ (حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے کہا میں عہد کرتا ہوں۔ چنانچہ (راوی کا بیان ہے کہ) وہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے۔

(۳۵۱) وعن حکیم بن حزام رضی الله عنہ قال سألت رسول الله صلے الله علیہ وسلم فاعطانی، ثم سألتہ فاعطانی، ثم سألتہ فاعطانی، ثم قال: یا حکیم! ھٰذا المال خَضِرٌ حلو، فمن اخذہ بسخاوۃ نفس بورک لہ فیہ، ومن اخذہ باِشراف نفس لم یبارک لہ فیہ، وکان کالذی یاکل ولا یشبع، والید العلیا خیر من الید السفلیٰ قال حکیم، فقلت، یارسول الله والذی بعثک بالحق لا ارزأ احداً بعدک شیئاً حتی افارق الدنیا،

فکان ابوبکر رضی الله عنہ یدعو حکیما لیعطیہ العطاء، فیابی ان یقبل منہ شیئاً، ثم ان عمر رضی الله عنہ دعاہ لیعطیہ فابیٰ ان یقبلہ، فقال یا معشر المسلمین: اشھدکم علی حکیم انی اعرض علیہ حقہ الذی قسم الله لہ فی ھٰذا الفی، فیابی ان یاخذہ، ولم یرزأ حکیم احداً

من الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی توفی۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپؐ نے مجھے عطا فرما دیا، میں نے پھر سوال کیا آپؐ نے پھر عطا فرمایا، میں نے پھر (تیسری بار) سوال کیا آپؐ نے پھر بھی دیا۔ اور پھر فرمایا حکیم یہ مال بہت خوشنما اور بہت مرغوب ہے۔ جو اس کو بے نیازی اور استغنار کے ساتھ لیتا ہے اسے اس مال کے اندر (خدا کی طرف سے) برکت دی جاتی ہے۔ اور جو شخص لالچ سے لیتا ہے تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔ اور اس کا حال (جوع البقر کے) اس مریض کا سا ہو جاتا ہے جو کھاتا رہتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اور (دیکھو!) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم رضؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! اس ذات پاک کی قسم جس نے آپؐ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے آپؐ کے بعد اس دنیا سے رخصت ہونے تک کبھی کسی سے کچھ نہ مانگوں گا۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (اپنے زمانۂ خلافت میں) ان کو مال (غنیمت میں سے حصہ) دینے کے لئے بلاتے لیکن وہ کچھ بھی لینا گوارا نہ کرتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی (اپنے دورِ خلافت میں) ان کو بلایا مگر انھوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا کہ "اے جماعت مسلمین میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے حکیمؓ بن حزام کے سامنے ان کا وہ حصہ پیش کیا جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کیا ہے مگر انھوں نے لینے سے انکار کر دیا ہے"۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات تک حضرت

حکیم بن حزامؓ نے کسی سے کوئی چیز طلب نہیں فرمائی۔

تشریح:۔

حالات اچھے برے سب ہی کو پیش آتے ہیں اور حالات سے مجبور ہو کر آدمی بسا اوقات سوال کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی یہ ادا بڑی نرالی بہت ہی قابلِ قدر اور پوری امّت کے لئے نمونہ ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اُن کو بتا دی اس کو زندگی بھر کے لئے گرہ باندھ لیا اور مرتے دم تک کبھی ایک اِنچ اس سے ہٹنا گوارا نہیں فرمایا:۔ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اس عہد کو سچ کر دکھایا جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا سورۂ احزاب ۲۳۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(۳۵۲) وفی روایة جیدة لابی یعلی عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وان احدکم لیخرج بصدقتہ من عندی مُتَأَبِّطها، وانما هی لہ نار۔ قلت، یارسول اللّٰہ کیف تعطیہ وقد علمت انها لہ نار؟ قال فما اصنع یأبون الا مسئلتی ویأبی اللّٰہ لی البخل۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص میرے پاس سے صدقہ کا مال بغل میں دبائے باہر نکلتا ہے۔ حالانکہ وہ (مال) اس کے لئے (جہنم کی) آگ ہے۔ (حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں) میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ جب آپؐ یہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے لئے آگ ہے تو آپ دیتے ہی کیوں ہیں؟ فرمایا کیا کروں: یہ لوگ مجھ سے مانگنے سے باز نہیں آتے اور اللہ تعالیٰ کو میرے لئے بُخل (کنجوسی اور ہاتھ روکنا) گوارا نہیں ہے۔

تشریح :-

سراپا رحمت اور مجسم کرم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ کوئی سوال کرے اور آپؐ اسے خالی ہاتھ لوٹا دیں اس لئے دیتے بھی تھے اور ساتھ ہی لوگوں کو کسب حلال کی ترغیب اور سوال کی برائی بھی بیان فرماتے تھے تاکہ ان میں مفت خوری کی عادت نہ پیدا ہو جائے۔

(۳۵۲) وعن ابی بشر قبیصۃ بن المُخارق رضی اللہ عنہ قال تَحَمَّلْتُ حَمَالَۃً فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسألہ فیھا فقال: أقم حتی تأتینا الصدقۃ فنامرلک بھا ثم قال یا قبیصۃ! ان المسئلۃ لا تحل الا لاحد ثلاثۃ: رجل تحمّل حمالۃ فحلت لہ المسئلۃ حتیٰ یصیبھا ثم یمسک. ورجلٍ اصابتہ جائحۃ اجتاحت مالہ فحلت لہ المسئلۃ حتیٰ یصیب قواماً من عیش اوقال سداداً من عیش. ورجلٍ اصابتہ فاقۃ حتی یقول ثلاثۃ من ذوی الحجی من قومہ: لقد اصابت فلاناً فاقۃٌ، فحلت لہ المسئلۃُ حتیٰ یصیب قِواماً من عیش، اوقال سداداً من عیش، فما سواھن من المسئلۃ، یاقبیصۃ سحت یا کلھا صاحبھا سحتاً۔

(رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی)

حضرت ابو بشر قبیصہ بن مُخارق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دیت اپنے ذمہ لے لی تھی، اس میں امداد طلب کرنے کے لئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا ٹھہر کر انتظار کرو جب ہمارے پاس صدقات کا مال آئے گا تو ہم تمہیں دلا دیں گے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیصہ! سوال کرنا سوائے ان تین آدمیوں کے کسی کے لئے جائز نہیں۔

(۱) ایک وہ شخص جس نے اپنے اوپر کسی دیت (خوں بہا) کی ذمہ داری لے لی ہو۔ اس کے لئے اس وقت تک سوال جائز ہو جاتا ہے جب تک اس کی مقدار (دیت) پوری ہو۔ اس کے بعد سے سوال سے باز آجانا چاہیئے۔

(۲) اور ایک وہ شخص ہے جس پر کوئی آفت ناگہانی پڑی ہو جس نے اس کا تمام مال ختم کر دیا ہو۔ اس کے لئے سوال اس وقت تک جائز رہتا ہے جب تک کہ اس کا نظامِ زندگی درست ہو یا یہ فرمایا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے۔

(۳) تیسرا وہ شخص ہے جس کے یہاں فاقہ گزر رہا ہو، یہاں تک کہ اس کی قوم (اس کے پاس پڑوس) کے تین سمجھ دار آدمی یہ کہہ دیں کہ فلاں کے یہاں فاقہ ہے۔ تو اس کے لئے بھی سوال کرنا اس وقت تک کے لئے جائز ہو جاتا ہے کہ اس کا نظامِ زندگی قائم ہو۔ یا یہ فرمایا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے۔

اور ان تین موقعوں کے سوا جو سوال کیا جائے تو اے قبیصہ! حرام ہے سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔

تشریح:-

حَمَالہ وہ خوں بہا کہلاتا ہے جو کسی قوم یا بستی کی طرف سے دوسری بستی کے ذمہ کیا جائے یا دو فریقوں کا کسی مال کے بارے میں جھگڑا ہوا اور خون خرابہ تک نوبت پہنچنے کا اندیشہ ہوا اور جھگڑا چکانے کے لئے کوئی تیسرا شخص وہ ادائیگی اپنے ذمے لے لے۔ یہ مال فراہم کرنے کے لئے لوگوں سے بطور چندہ اگر کچھ جمع کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ قوم کے تین آدمیوں کا کہنا اس لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ بسا اوقات آدمی اپنے نکمے پن اور آرام طلبی کی وجہ

سے یا کوئی پیشہ اختیار کرنے کو جاہلانہ عزت و وقار کے خلاف سمجھ کر گھر میں پڑا رہتا ہے اور کچھ کمانے کے مقابلے میں فاقے اور سوال کو پسند کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں قوم کے سمجھدار لوگ کبھی اس کو سوال کا مستحق نہیں قرار دے سکتے۔ ایسے وقت میں اس کے ملنے والوں کو اسے سمجھا بجھا کر حلال روزی کمانے پر لگانا چاہیئے۔

(۳۵۴) وعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم استغنوا عن الناس ولو بشوص السواك۔

(رواہ البزار والطبرانی باسناد جید البیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگوں سے بے نیاز رہو خواہ مسواک ہی کا معاملہ کیوں نہ ہو"۔

تشریح:۔

یعنی دانتوں پر ایک دو بار رگڑنے کے لئے کسی سے مسواک تک کے طلبگار نہ ہو۔

(۳۵۵) وعن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن بن عوف عن ابیہ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من یستغن یُغنِہ اللّٰہ، ومن یقنع یقنعہ اللّٰہ۔

(رواہ البزار وابو سلمہ قیل انہ لم یسمع من ابیہ)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بے نیاز ہی کر دیتا ہے اور جو قناعت اختیار کرتا ہے (جو کچھ خدا کا دیا ہے اسی پر صبر و شکر کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قناعت نصیب فرما دیتا ہے

ا۔ الترغیب و مجمع الزوائد ج ۲ ص ۹۴۔

تشریح: اصل غنا، تونگری اور دولت مندی دل کی ہے، جو شخص لوگوں کے مال و دولت سے اپنے دل کو آزاد کر لیتا ہے خدا بھی پھر اس کو لوگوں کا محتاج نہیں چھوڑتا۔

قناعت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دنیا کی ہوس سے آزاد ہو اور اس کی ضرورتیں محدود رہیں بس جو خدا نے دیا ہے اس کو کافی سمجھے، یہ دولت اگر انتہائی غربت میں بھی خدا تعالیٰ میسّر فرما دے تو ایسا شخص ہزاروں دولت مندوں سے زیادہ دولت مند ہے، حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

اذا ما کنت ذا قلب قنوع

فانت و مالک الدنیا سواء

یعنی جب تیرے پاس قناعت کرنے والا دل ہے تو تُو اور پوری دنیا کا شہنشاہ برابر ہے۔ داغ دہلوی نے کیا خوب کہا ہے ؎

دلِ بے مدّعا دیا تو نے   لاکھ دینے کا ایک دینا ہے

(۲۵۶) وعن سھل بن سعد رضی اللہ عنہ قال جاء جبریل الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد عش ما شئت فانک میت، واعمل ما شئت فانک مجزی بہ، واحبب من شئت فانک مفارقہ، واعلم ان شرف المؤمن قیام اللیل، وعزہ استغناءہ عن الناس۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے) یہ کہا کہ:۔ (۱) محمد آپ چاہے جتنی عمر پائیں آخر موت آنی ہے۔ (۲) آپ جو چاہے کریں آخر ان تمام اعمال کا بدلہ ملنا ہے۔

(۴۰) جس سے چاہیں آپ اپنا دل لگالیں آخر (ایک نہ ایک دن) اس سے جدا ہو کر رہیں گے۔

(۴۱) اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مومن کی بڑائی رات میں (خدا کے سامنے نماز میں) کھڑا ہونے میں ہے۔ اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیاز رہنے میں ہے۔

تشریح:-

یہ بات بالکل سادہ واضح اور بہت مختصر ہے، جو دل کے کانوں سے سُن کر حرزِ جاں بنا لینے کے قابل ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا پیغام ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہر انسان اس کا مخاطب ہے۔

(۳۵۷) وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ذر اتری کثرۃ المال ھی الغنی؟ قلت نعم یا رسول اللہ، قال أفترى قلۃ المالِ ھو الفقر؟ قلت نعم یا رسول اللہ قال انما الغنی غنی القلب والفقر فقر القلب۔

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ابوذر بتاؤ کیا مال کی زیادتی کا نام مالداری ہے؟ میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسولؐ! پھر آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ کیا مال کی کمی کا نام غریبی اور تنگدستی ہے؟ میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا نہیں، مال داری دل کی مالداری ہے اور غریبی دل کی غریبی ہے۔

تشریح:-

دل کی مالداری یہ ہے کہ جو کچھ تھوڑا یا بہت میسر ہے اس پر صبر و قناعت ہو اور

اپنی ضرورتوں کے لئے دل بہت سی اور چیزوں کا طلب گار نہ ہو، اور دل کی غریبی تنگدستی یہ ہے کہ مال کے چاہے انبار لگے ہوں مگر صبر وقناعت نصیب نہ ہو۔ دل اس پریشانی میں مبتلا ہو کہ فلاں چیز اور ہوتی اور فلاں کام اور ہو جاتا۔

(۲۵۸) وعن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قد افلح من اسلم ورزق کفافا وقنعہ اللہ بما اٰتاہ۔ (رواہ مسلم والترمذی وغیرہما)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامیاب ہے وہ شخص جس نے اسلام قبول کیا، اور بقدر ضرورت روزی (مال) ملگیا اور جو کچھ خدا نے اسے دیا اس پر صبر وقناعت بھی عطا فرمادی۔

(۲۵۹) وعن انس رضی اللہ عنہ ان رجلا من الانصار اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ، فقال اما فی بیتک شیئ؟ قال بلی حلس نلبس بعضہ و نبسط بعضہ، وقعب نشرب فیہ الماء۔ قال ائتنی بھما، فاتاہ بھما فاخذھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ وقال من یشتری ھذین قال رجل انا اٰخذھما بدرھم۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یزید علی درھم مرتین او ثلاثا۔ قال رجل انا اٰخذھما بدرھمین فاعطاھما ایاہ، واخذ الدرھمین فاعطاھما الانصاری وقال اشتر باحدھما طعاما فانبذہ الی اھلک واشتر بالاٰخر قدوما فاتنی بہ فاتاہ بہ فشد فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عودا بیدہ ثم

قال اذهب فاحتطب وبع ولا أرينك خمسة عشر يوماً. ففعل فجاء وقد اصاب عشرة دراهم فاشترى ببعضها ثوبا وببعضها طعاماً فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا خير لك من ان تجيئ المسألة نكتة في وجهك يوم القيامة، ان المسألة لاتصلح الا لثلاث، لذي فقر مدقع اولذي غرم مفظع اولذي دم موجع،

(رواہ ابوداؤد واللفظ لہ والبیہقی واخرج الترمذی والنسائی منہ قصۃ بیع القدح فقط وحسنہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ سوال کیا۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا تمہارے گھر میں کوئی چیز بھی نہیں ہے؟ وہ بولے کہ ہے! ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں اور کچھ حصہ اس کا بچھا لیتے ہیں۔ اور ایک بڑا پیالہ ہے جس سے ہم پانی پی لیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے کر آؤ۔ وہ صاحب لے آئے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے ہاتھ میں لے کر آواز لگائی: کوئی ہے ان چیزوں کا خریدار؟ ایک شخص نے کہا کہ میں یہ دونوں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر آواز لگائی کہ ہے کوئی اس سے دو یا تین گنی قیمت دینے والا؟ اس پر ایک دوسرے شخص نے کہا کہ میں یہ دونوں دو درہم میں خریدتا ہوں آپ نے اس شخص کو یہ دونوں چیزیں دے دیں اور دو درہم لے کر ان انصاری

صاحب کو دیدیئے اور فرمایا (لو!) ایک درہم کا تو کچھ کھانے پینے کا سامان اپنے گھر دیدو اور دوسرے درہم کی ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ وہ انصاری (حسب ہدایت گھر میں راشن دے کر کلہاڑی خرید کر لائے۔ آپؐ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور فرمایا جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو، اور پندرہ دن تک میں تمہاری صورت نہ دیکھوں (پندرہ دن تک لکڑیاں کاٹتے رہو اور بیچتے رہو اس کے بعد مجھ سے مل سکتے ہو)

انھوں نے ایسا ہی کیا اور (پندرہ دن کے بعد) جب وہ آئے تو دس درہم کما چکے تھے۔ ان پیسوں میں سے انھوں نے کچھ کے تو کپڑے بنائے اور کچھ کا کھانے پینے کا سامان خرید لیا، (جب یہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو) آپؐ نے فرمایا "تمہارا یہ حال اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن تم اپنے چہرے پر سوال کا داغ لے کر حاضر ہوتے۔ سوال صرف تین آدمیوں کے لئے زیبا ہے، جو کمر توڑ مفلسی میں مبتلا ہو، یا جو نہایت سخت تاوان میں دبا ہوا ہو، اور یا جس کے ذمہ ناقابل برداشت دیت ہو گئی ہو۔

تشریح :-

ضرورت مندوں محتاجوں کی حاجت روائی کرنا بہت بڑی نیکی اور باعث اجر و ثواب ہے لیکن یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس ضرورت مند کے ساتھ اصل ہمدردی اور حقیقی حاجت روائی کیا ہے۔ اگر آپ نے اس کو اس کی ضرورت سے دس گنا زیادہ بھی بخشدیا مگر وہ بھکاری کا بھکاری رہا تو نہ دنیا کی زندگی میں اس کے ساتھ اچھا سلوک ہوا، اور نہ آخرت کی رسوائی سے حفاظت کا سامان ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ بظاہر اس کے گھر کے چیتھڑے اور برتن تک نیلام کر دیئے مگر زندگی بھر کے

نے اس کو اس کے پیروں پر کھڑا کر دیا۔ اصل ہمدردی یہی ہے۔

(۳۶۰) وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لان یحتطب احدکم حزمة علی ظهره خیر له من ان یسأل احدًا فیعطیه او یمنعه (رواه مالک والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ایک شخص لکڑیاں چن کر ان کا گٹھا اپنی کمر پر لاد کر لائے یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے کہ وہ دیدے یا نہ دے۔

اپنی تنگدستی کو چھپانا:۔

(۳۶۱) عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من نزلت به فاقة فانزلها بالناس لم تسد فاقته، ومن نزلت به فاقة فانزلها بالله فیوشک الله له برزق عاجل او اٰجل۔ (رواه ابوداؤد والترمذی وصححه)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے یہاں فاقہ ہوا اور وہ اپنی ضرورت لے کر لوگوں کے پاس پہنچ گیا تو اس کے فاقہ (کا دروازہ) بند نہیں ہوگا۔ اور جس کے یہاں فاقہ ہوا اور اس نے وہ خدا تعالیٰ کے سامنے رکھ دیا (اسی سے فریاد کی) تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تنگدستی کو دیر سویر دور فرمادے گا۔

(۳۶۲) وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من جاع او احتاج فکتمه الناس وافضی به الی الله تعالیٰ کان حقا علی الله ان یفتح له قوت سنة من حلال۔

(رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے فاقہ یا محتاجی آئی اور اس نے اپنے اس حال کو لوگوں سے چھپایا اور اس کو لے کر خدا کی بارگاہ میں پہنچا (اسی سے فریاد کی اور مانگا) تو (ازراہِ کرم خداوندی) اللہ تعالیٰ کی یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ اس کے لئے (کم از کم) ایک سال کی حلال روزی کا دروازہ کھول دے۔

تشریح:۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ جو شخص خوفِ خدا اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہوں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اس کو بالکل وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو خدا پر اعتماد و بھروسہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کا کفیل اور ذمہ دار ہو جاتا ہے۔[1]

آدمی خود اپنے جیسے محتاج انسان کے سامنے اپنی حاجت بیان کر کے خود کو ذلیل کرتا ہے اور خدا کی طرف سے اس کی یہ سزا پاتا ہے کہ کبھی نہ ختم ہونے والے فقر و تنگدستی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

دینے والے کی خوشی کے بغیر اس سے کچھ حاصل کرنا:۔

(۳۶۳) عن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تلحفوا فی المسئلۃ فواللہ لا یسئلنی احد منکم شیئا فتخرج لہ مسئالتہ منی شیئا وانا لہ کارہ فیبارک لہ فیما اعطیتہ۔

(رواہ مسلم والنسائی والحاکم وصححہ علی شرطہما)

---

[1] سورۃ الطلاق آیت ۲-۳۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیچھے پڑ کر سوال نہ کرو۔ خدا کی قسم جو شخص مجھ سے (اس طرح پیچھے پڑ کر) سوال کرے اور سوال کی بدولت میرے پاس سے کوئی چیز نکال کر لے جائے اور میں اس سے خوش نہ ہوں تو ایسی چیز میں کبھی برکت نہ ہوگی۔

تشریح:۔

دینے والا خواہ اپنے ہاتھ سے ہی دے لیکن اس سے اگر اصرار کر کے یا کسی قسم کا اخلاقی، معاشرتی دباؤ ڈال کر وصول کیا گیا ہے اور اس نے دلی رغبت کے بغیر محض شرما حضوری کو دیدیا تو لینے والے کے لئے یہ مال کبھی فلاح و بہبود کا ذریعہ نہ بنے گا۔

جو چیز سوال اور حرص کے بغیر ملے اس کا قبول کرنا:۔

(۳۶۴) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعطینی العطاء، فاقول اعطہ من ھو افقر الیہ منی، قال فقال:۔ خذہ، اذا جاءک من ھذا المال شیٔ، و انت غیر مشرف ولا سائل فخذہ فتموّلہ فان شئت کُلہُ وان شئت تصدق بہ ومالا فلا تُتبِعہُ نفسک۔ قال سالم بن عبد اللہ فلاجل ذلک کان عبد اللہ لا یسأل احدا شیئا ولا یرد شیئا اُعطِیہ۔

(رواہ البخاری ومسلم والنسائی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی چیز عطا فرماتے تو میں یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ کسی مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دے دیجئے۔ کہتے ہیں کہ اس پر (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لے لو: (اور دیکھو) جب تمہیں نفس کی اندرونی طلب (حرص) اور سوال کے بغیر کوئی چیز ملے تو اسے لے لیا کرو اور اپنے پاس رکھ لیا کرو، پھر تمہارا جی چاہے تو اسے کھالو اور تمہارا جی چاہے تو اسے (کسی ضرورت مند کو) خیرات کردو اور جو مال اس شرط کے مطابق نہ ہو (بغیر حرص و طمع اور بغیر سوال کے نہ ملے) تو اپنے دل کو اس کی طرف نہ لگاؤ۔

حضرت عبداللہؓ کے صاحبزادے سالم بیان کرتے ہیں کہ اسی لئے (اباجان) حضرت عبداللہ نہ کسی سے کوئی چیز مانگتے تھے اور نہ کسی کی دی ہوئی چیز واپس کرتے تھے۔

تشریح :-

کسی کے پاس کوئی چیز دیکھ کر اگر نفس کے اندر طلب پیدا ہوئی لیکن ابھی زبان نے اس طلب کا اظہار نہیں کیا ہے تو اس کا نام "اشراف" ہے۔ اور اگر نفس کی اندرونی طلب و حرص کے ساتھ زبان سے بھی طلب کا اظہار ہوا تو یہ "سوال" کہلاتا ہے۔ اور یہ دونوں عادتیں شریعت کی نظر میں بہت بری ہیں۔ خاص طور پر سوال زیادہ قبیح و معیوب اور قابل گرفت ہے۔

جب ان میں سے کسی بھی قسم کی طلب کے بعد وہ چیز اس شخص کو ملتی ہے تو اس میں اس لینے والے شخص کے لئے کوئی خیر نہیں ہوتی۔

اور جو چیز اس طرح غیر متوقع طور پر آئی کہ نہ نفس نے اس کی طرف جھانکا

اور نہ زبان اس کے سوال سے آلودہ ہوئی تو یہ چیز خدائی تحفہ ہے۔ اگر کوئی اور مانع نہ ہو تو اس کو قبول کر لینا ہی بہتر ہے۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں صراحت کے ساتھ ارشاد ہوا ہے

(۳۶۵) وعن خالد بن عدیؓ[1] الجُهَنِی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من بلغہ عن اخیہ معروف من غیر مسألۃ ولا اشراف نفس فَلْیَقْبَلْہُ وَلَا یَرُدَّہُ، فانما ھو رزق ساقہ اللہ عزوجل الیہ۔

(رواہ احمد باسناد صحیح وابو یعلی والطبرانی وصححہ ابن حبان والحاکم)

حضرت خالد بن عدی جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس اس کے (مسلمان) بھائی کی طرف سے کوئی تحفہ بغیر سوال اور اشرافِ نفس کے آئے تو اسے قبول کر لینا چاہیئے واپس نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف سے عطیہ ہے جو اس نے اس شخص کے پاس بھیجا ہے۔

---

[1] ع، ص، ن، ل (تمام پیش نظر نسخوں) میں "خالد بن علی الجہنی" ہے لیکن مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۰ میں یہی روایت "خالد بن عدی الجہنی" سے ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے الاصابہ ج ۲ ص ۹۴ میں خالد بن عدی الجہنیؓ کا ذکر کر کے بطور نمونہ ان کی یہی روایت ذکر کر دی ہے۔ اور خالد بن علی الجہنی نامی کسی صحابی کا ذکر الاصابہ کی کسی قسم میں نہیں۔ یہ بلاشبہ ترغیب کے نسخوں کی غلطی ہے۔ الحمد للہ! کہ آج (۲۸ رجادی الثانیہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۷۲ء جمعہ کو) الترغیب والترہیب کا ایک قدیم قلمی نسخہ دستیاب ہوا۔ اس میں "خالد بن عدی الجہنیؓ" ہی لکھا ہے۔

(۳۶۶) وعن عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من عرض له من هذا الرزق شئ من غیر مسألة ولا اشراف[2] فلیوسّع به فی رزقه، فان کان غنیا فلیوجّهه الی من هو احوج الیه منه.

(رواہ احمد والطبرانی والبیہقی واسناد احمد جید قوی)

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بغیر سوال اور بغیر اشراف کے کوئی کھانے پینے کی چیز پیش کی جائے تو اسے اس چیز کے ذریعہ اپنا دسترخوان کچھ کشادہ کر لینا چاہیئے۔ اور اگر وہ اس سے بے نیاز ہو (اس چیز کی اسے ضرورت نہ ہو تب بھی واپس نہ کرے بلکہ) اسے کسی ضرورت مند کے پاس بھجوا دینا چاہیئے۔

تشریح:-

یعنی اپنے دسترخوان پر مثلاً اگر ایک قسم کا کھانا ہے اور کسی دوست یا پڑوسی نے بھی کچھ بھیج دیا تو وہ بھی کام میں لاؤ اور اگر خدا کا دیا سب کچھ کافی مقدار میں موجود ہے تب بھی بجائے واپس کرنے کے اسے لیلو اور کسی ضرورت مند کو دے دو خدا کی دین سے بے نیازی ظاہر کرنا اچھا نہیں۔ اور جو چیز کسی کے پاس سے نکل چکی اچھا ہے کسی مستحق کو پہنچ جائے۔

---

[1] من ق و مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۱ وفی ص ح ن ل "عابد" بالباء الموحدة والدال المهملة وهو تصحیف۔

[2] من ق ص ای ای ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۱؛ وفی ح "اشراف نفس" وکاتب ق کتبه اولاً "اشراف نفس" ثم محی لفظة "نفس" ووضع لفظ "اشراف" تنوین الکسرة۔

سوال کے موقع پر خدا کا نام بیچ میں لانے کی اہمیت:۔

(۳۶۷) عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ملعون من سأل بوجہ اللہ، وملعون من سُئِل بوجہ اللہ ثم منع سائلہ مالم یسأل هُجرًا۔

(رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح الا شیخہ یحیی بن عثمان بن صالح وھو ثقۃ وفیہ کلام)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ملعون ہے جو اللہ کے نام پر سوال کرے۔ اور وہ شخص بھی ملعون ہے جس سے کوئی شخص خدا کے نام پر مانگے اور وہ (باوجود گنجائش کے) اسے کچھ نہ دے۔ بشرطیکہ مانگنے والا کوئی بے جا سوال نہ کر رہا ہو۔

تشریح:۔

اللہ تعالیٰ کا بابرکت و پر عظمت نام ایسا نہیں ہے کہ دنیا کی معمولی ضرورتوں میں بھی اس کا واسطہ دیا جائے، ہاں اگر کبھی کوئی بہت غیر معمولی مشکل آپڑے اور خدا کا واسطہ دینے سے خلاصی ہو سکتی ہے تو دوسری بات ہے۔

اسی طرح جس سے سوال کیا جا رہا ہے خدا کے نام کی عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا واسطہ آجانے کے بعد اس سوال کے پورا کرنے میں امکانی حد تک کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے لیکن اگر کسی دینی یا دنیوی مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا سوال پورا نہ کیا جائے تو مالم یسأل هُجرًا کے ذریعہ اس کی بھی اجازت دیدی گئی۔ اور اگر ایک شخص اپنی ناداری کی وجہ سے اس کا سوال پورا نہیں کر سکتا تو اس کا بیان مندرجہ ذیل حدیث میں ہے۔

(۳۶۸) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استعاذ باللہ فاعیذوہ، ومن سأل باللہ فاعطوہ ومن دعاکم فاجیبوہ، ومن صنع الیکم معروفا فکافئوہ، فان لم تجدوا ما تکافئونہ فادعوا لہ حتی تروا انکم قد کافأتموہ۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ)

سلہ من ق ع دالانتشار: وفی ص ن ل فخ عن جابر " وہو خطأ۔ یہاں اکثر نسخوں میں ابن عمرؓ کی جگہ " عن جابرؓ آجانے کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس روایتِ ابن عمر سے قبل قدیم نسخوں میں ایک اور روایت لا یسأل بوجہ اللہ الا الجنۃ حضرت جابر رضؓ سے بحوالہ ابی داؤد درج تھی نقل کرنے میں کسی سے چوک ہوئی اور " وعن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کے بعد نظر اگلی حدیث کے متن پر جا پڑی اور اس کے بعد وہی متن نقل ہوگیا چنانچہ جن نسخوں میں ابن عمر رضی اللہ" کی جگہ " جابرؓ " ہے ان میں حضرت جابرؓ کی مذکورہ بالا روایت نہیں ہے صرف الترغیب والترہیب کے قدیم قلمی نسخے میں اور اتفاقا الترغیب والترہیب ص ۶۷ (مطبوعہ مالیگاؤں) میں یہ روایت ملتی ہے۔ جو روایت یہاں درج کی گئی ہے یہ سنن ابی داؤد ص ۲۳۰ کتاب الزکوۃ، سنن نسائی ص ۱۰۴ کتاب الزکوۃ، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۴۱۲، مسند احمد طبع جدید ج ۷ ص ۲۲۴ الادب المفرد (مع ۲ فضل اللہ الصمد) سب جگہ حضرت ابن عمرؓ ہی سے ہے اور خود مصنفؒ نے الترغیب فی شکر المعروف میں یہی روایت دوبارہ ذکر کی ہے وہاں تمام نسخوں میں ابن عمرؓ ہی ہے البتہ ایک نئی غلطی تمام قلمی و مطبوعہ نسخوں میں وہاں یہ ہوگئی ہے کہ ابن عمرؓ کی بجائے ابن عمروؓ آگیا ہے۔

سلہ " سقط النون من غیر جازم ولا ناصب، اما تخفیفا او سہوا من الناسخ " (ہامش ق) وقال العزیزی فی شرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۳۰۶ فی روایۃ باثبات النون (باقی صفحہ آئندہ پر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو (تم سے) اللہ کے نام پر پناہ لے اس کو پناہ دیدو، اور جو اللہ کے نام پر سوال کرے اس کا سوال پورا کردو، اور جو تمہیں بلائے اس کی بات سنو، اور جو کوئی تمہارے ساتھ کچھ بھلائی کرے اس کا بھلائی ہی سے بدلہ دو اور اگر بدلہ دینے کو کچھ میسر نہ ہو (یا بدلہ دینے کا موقع نہ ہو) تو اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ خود تمہارا دل یہ گواہی دینے لگے کہ تم اس کے احسان کا بدلہ اتار چکے۔

تشریح:-

اگر کوئی کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو انسانیت و شرافت کا تقاضہ یہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وفی روایۃ النسائی: فعدنہا دسقطت من غیر جازم ولا ناصب تخفیفا" وقال العلامۃ احمد محمد شاکر فی شرح مسند الامام احمد ج ۲ ص ۲۶۷ تحت ہذا الحدیث "قدورد کثیرا اثبات لفظ المضارع المرفوع علی صورۃ المجزوم من غیر ناصب ولا جازم کما فی حدیث آخر لاتدخلوا الجنۃ حتی تومنوا ولاتومنوا حتیٰ تحابوا" وقال ایضا فی ج ۳ ص ۷ "قدوردت افعال کثیرۃ علی ہذا النحو یا ولہا علماء العربیۃ فیحملون "اذا" علی معنی "من". ویحملون "لو" علی معنی "ان" کما فی شواہد التوضیح لابن مالک ص ۱۱ و ص ۱۲ قال احمد محمد شاکر" وما ارنی ان ہذا تکلف"۔

قال محمد عبداللہ طارق ھذا ھو الرای ولیس الحذف الا للتخفیف واللہ اعلم۔

[1] امام بخاری نے الادب المفرد میں اسی حدیث میں "حتی یعلموا ان قد کافاتموہ" کے الفاظ نقل کیئے ہیں جس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ جب وہ احسان کر رہا ہو اسی وقت جزاک اللہ خیرا یا کسی اور طریقہ سے اس کے سامنے ہی دعا دی جائے. لیکن یہاں کے الفاظ کا بھی تقاضا یہ ہے وہی راجح ہے. ترجمہ میں اسی کی رعایت کی گئی ہے۔

ہے کہ انسان خود بخود اس موقع کی تلاش میں لگ جائے کہ کب اسے کوئی ضرورت پیش آئے اور میں اس کے کام آؤں۔ اور اس وجہ سے نہیں کہ ہم کسی کا احسان اپنے اوپر نہیں رکھنا چاہتے، بلکہ احسان مندی کے ساتھ اس کی ضرورت میں کام آئے اور بدلہ دینے کے بعد بھی بے نیازی نہ برتے۔ جس شخص نے آپ کے کسی سابقہ احسان کے بغیر اور آئندہ کسی بدلے کی امید کے بغیر تمہارے ساتھ احسان کیا ہے سچ تو یہ ہے کہ اس کا حقیقی بدلہ آپ کبھی دے ہی نہیں سکتے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے جواب میں جو بھلائی بھی کی جائے گی وہ اس کے بدلے ہی میں شمار ہوگی۔ اور آگے ایک حدیث آنے والی ہے کہ اگر کسی نے ایک شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی اور اس نے اس پر جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا (اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے) کہہ دیا تو اس نے اپنے محسن کی تعریف اور شکریے کا حق ادا کر دیا۔[1] تاہم اس حدیث کا تقاضہ صرف اتنے سے پورا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی عدم موجودگی میں بھی اس کے لئے دعائے خیر کی جائے۔

صدقات وخیرات کا اجر وثواب :۔

(۳۶۹) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ـــــ ولا یقبل اللہ الا الطیب ـــــ فان اللہ یقبلها بیمینہ ثم یربیها لصاحبہ[2] کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون مثل الجبل۔

(رواہ البخاری ومسلم والنسائی والترمذی وابن ماجہ وابن خزیمہ)

[1] حدیث ۲۶۸ ص ۲۶۸ [2] قال العراقی فی تخریج الاحیاء رواہ البخاری تعلیقا وقال الترمذی رواہ البخاری معلقا فی کتاب التوحید ووصلہ فی کتاب الزکاۃ موصولا (اتحاف السادۃ ج ۴ ص ۱۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک کھجور (کے دانے) کے برابر بھی حلال کمائی میں سے صدقہ کیا ـــــ اور اللہ تعالیٰ حلال کے سوا کچھ قبول بھی نہیں فرماتا ـــــ تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے (خاص) دستِ (کرم) سے قبول فرماتا ہے اور پھر اس کی اس طرح پرورش کرتا (اور بڑھاتا) ہے جس طرح تم ایک بچھیرے (گھوڑی کے بچے) کی (بڑے شوق سے) پرورش کرتے ہو، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

تشریح :-

یعنی حلال کمائی میں سے جو معمولی سا صدقہ خیرات کیا جاتا ہے وہ اتنا ہی نہیں رہتا بلکہ اس کے اجر و ثواب میں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مسلسل اضافہ کرتا رہتا ہے۔

(۳۰۷) وعنہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما نقصت صدقۃ من مال، وما زاد اللہ عبدا بعفو الا عزا، وما تواضع احد للہ الا رفعہ اللہ عز و جل۔ (رواہ مسلم والترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی صدقہ (کبھی بھی) مال میں کمی نہیں کرتا اور کوئی بندہ ایسا نہیں جس نے اپنا حق معاف کر دیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عزت و غلبہ میں اضافہ نہ کیا ہو، اور کوئی شخص ایسا نہیں جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو بلند مرتبہ

نہ کردے۔

تشریح :۔

یہ تینوں باتیں ایسی ہیں کہ صرف ظاہر کو دیکھنے والی نظر صدقہ سے مال میں کمی، معاف کرنے سے ذلت و کمزوری اور تواضع سے بے وقعتی اور پستی دیکھتی ہے، مگر نگاہِ نبوت اس حقیقت کا مشاہدہ کرتی ہے کہ انھیں چیزوں سے مال میں برکت اور عزت و سربلندی میں اضافہ ہوتا ہے اور مراتب عالیہ حاصل ہوتے ہیں۔

(۱۳۷) وعنْ عائشة رضی اللہ عنها انهم ذبحوا شاۃً فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما بقی منها؟ قالت ما بقی منها الا كتفها۔ قال بقی كلها غیر كتفها۔ (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے ایک بار بکری ذبح کی (اور تمام کی تمام ضرورتمندوں کو تقسیم کر دی)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس میں سے کچھ بچا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ سوائے ایک دست کے کچھ نہیں بچا۔ آپؐ نے فرمایا (نہیں بلکہ) سوائے ایک دست کے تمام کی تمام بچ گئی۔

تشریح :۔

مراد یہ ہے کہ جو کچھ صدقہ خیرات میں لٹا کر خدائی خزانہ میں جمع کرا دیا وہ تو اپنے لئے بچ گیا اور محفوظ ہو گیا اور جو کچھ اس سے رہ گیا وہی نہیں بچا۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ :ـه

ـله من ق نخ والانتقاء۔ وفی ح بس۔ ن ل " روی عن عائشة وهو خطاء یدل علیه قول الترمذی "حسن صحیح "۔

ہیں کھو کے تری راہ میں سب دولتِ دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لئے ہے (جوہر مرحوم)

(۲۷۱) وعن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول العبد: مالى مالى وانما له من ماله ثلاث: ما اكل فأفنى، اولبس فأبلى، او أعطى فاقتنى، وما سوى ذلك فهو ذاهب وتاركه للناس۔ (رواه مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے اس کا حصہ صرف تین صورتوں میں ہے: (۱) جو کھا کے ختم کر دیا۔ (۲) جو پہن کر پرانا کر دیا، (۳) یا جو (صدقہ خیرات میں) دے کر جمع کر لیا اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے تو (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) یہ بندہ چلا جائے گا سب کچھ لوگوں کے لئے چھوڑ جائے گا۔

تشریح:۔

آدمی کس کس محنت و مشقت سے مال حاصل کرتا ہے لیکن نہ خود دنیا میں اپنے اوپر خرچ کرتا ہے اور نہ آخرت ہی کے لئے کچھ جمع کرتا ہے، بس دنیا بھر کی آفتیں برائیاں اور آخرت کی ذمہ داریاں اپنے ذمے لے کر مال دوسروں کے حوالے کر کے دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے ؎

تہمتیں چند اپنے ذمے دھر چلے
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے (میر درد)

(۲۷۲) وعن ابن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:۔ ايكم مالُ وارثه احب اليه من ماله؟

قالوا یا رسول الله ما منا احد الا ماله احب الیه قال فان ماله ما قدم ومال وارثه ما اخر۔

(رواہ البخاری والنسائی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بتاؤ!) تم میں کون ایسا ہے جسے اپنے مال کے مقابلے میں اپنے وارث کا مال زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہو؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "اللہ کے رسولؐ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا ہی مال پسند ہے. فرمایا بس تو اپنا مال تو وہ ہے جو آگے بھیجدیا اور وارث کا مال وہ ہے جس کو آدمی پیچھے چھوڑ گیا۔

(۳۷۴) وعنه رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ لیتق احدکم وجهه النار ولو بشق تمرة۔

(رواہ احمد باسناد صحیح[1])

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے چہرے کو آگ سے بچائے اگرچہ کھجور کی ایک پھانک ہی کے ذریعہ ہو۔

[1] وکذا قال الھیثمی فی مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۵ وتعقبه احمد محمد شاکر فقال "فیه ابراهیم وهو الهجری وللاظن انه النخعی وما ابعد ذلک فان عمار بن محمد الاخذ منه لم یدرک ابراهیم النخعی وطبقته. عمار مات ۱۸۲ھ والنخعی مات ۹۶ھ وشتان ما بینهما" (حاشیه مسند الامام احمد ج ۵ ص ۲۵۰ بتغیر یسیر)

تشریح:۔
جس طرح سامنے کی تیز دھوپ کے وقت آدمی چہرے کو تپش سے بچاتا ہے اور کچھ نہیں ملتا تو کم از کم ہاتھ ہی کا سایہ چہرے پر کر لیتا ہے بالکل اسی طرح صدقہ خیرات جہنم کی تپش سے سایہ اور اس کی اوٹ ہے۔ جتنا جس کے بس کا ہو اپنے لئے سائے کا انتظام کرلے

(۳۷۵) وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع میتة السوء

(رواہ الترمذی وقال حسن غریب وابن حبان فی صحیحہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

(۳۷۶) وعنہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصدقوا فان الصدقة فکاککم من النار[لہ]

(رواہ البیہقی والطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ خیرات کیا کرو کیونکہ صدقہ تمہارے لئے جہنم سے آزادی کا ذریعہ ہے

(۳۷۷) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ

لہ من الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۶۔

صلی اللہ علیہ وسلم سبق درھمٌ مائۃَ الفِ درھم فقال رجل: وکیف ذالک یا رسول اللہ؟ قال رجل لہ مال کثیرٌ اخذ من عُرضِہٖ مائۃ الف درھم تصدّق بہا، ورجل لیس لہ الا درھمان فاخذ احدھما فتصدق بہ۔

(رواہ النسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہ واللفظ لہٗ والحاکم وصححہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ گیا، ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضورؐ! یہ کیسے؟ فرمایا ایک شخص ہے جس کے پاس بہت سامال و دولت ہے، اس نے اپنے مال کے ایک حصّے (عُشر عشیر) میں سے ایک لاکھ درہم لئے اور صدقہ کر دیئے، اور ایک دوسرا شخص ہے جس کے پاس صرف دو درہم تھے اس نے ان میں سے ایک درہم لے کر صدقہ کر دیا۔

تشریح:-

عمل میں جان ایمان کی قوت، جذبے کی بلندی اور نیت کے خلوص و پاکیزگی سے پیدا ہوتی ہے، دنیا والے اگر "ارباب کرم" اور "اہل خیر" کی فہرست بنائیں تو اس غریب کا شاید کہیں نام بھی نہ آئے لیکن خدائے علیم و خبیر کے نوشتوں میں اس کا نام سرفہرست ہے، کیوں کہ وہ درہم و دینار کی گنتی پر نہیں جاتا بلکہ دینے والے کے جذبۂ شوق کو دیکھتا ہے۔ ؎

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ مِرا انتظار دیکھ (اقبال مرحوم)

صدقہ کی مقدار کے معاملے میں تو خدا تعالیٰ کے یہاں صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون کتنے سرمائے کا مالک ہے اور اس کا کتنا حصہ میرے نام پر خرچ کرتا ہے اس مال دار نے اپنے کل سرمائے کا ایک بہت ہی حقیر سا حصہ خرچ کیا اور دو درہم والے نے اپنی کل پونجی کا آدھا خرچ کر ڈالا۔ ؎

بڑھی نہ قطرے کی وسعت حباب سے آگے
مگر دکھا تو گیا اک جھلک سمندر کی (ناطق لکھنوی)

(۳۷۸) وعن اُمِّ بُجَیْدٍ رضی اللہ عنہا انہا قالت یا رسول اللہ! ان المسکین لیقوم علی بابی فما اجد لہ شیئًا اعطیہ ایاہ فقال لہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم: ان لم تجدی الا ظلفا مُحْرَقًا فادفعیہ الیہ فی یدہ۔

(رواہ الترمذی وصححہ وابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحیہما)

حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! ایک ضرورتمند انسان میرے دروازے پر آتا ہے اور میرے پاس اسے دینے کے لئے کچھ ہے نہیں (تو میں ایسے میں کیا کروں!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تجھے اور کچھ نہ ملے تو (کم از کم) جلی ہوئی کھری ہی اس کے ہاتھ پر رکھ

باغ والے کا قصہ:۔

(۳۷۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینا رجل فی فلاۃ من الارض فسمع صوتا فی سحابۃ: اسق حدیقۃ فلان فتنحی ذلک السحاب

فافرغ ماءه فی حرة، فاذا شرجة من تلك الشراج قد استوعبت ذلك الماء كلّه فتتبع الماءَ فاذا رجل قائم فی حدیقته یحوّل الماءَ بمساحته، فقال له یا عبد الله! ما اسمك؟ قال فلانٌ للاسم الذی سمع فی السحابة فقال له یا عبد الله لم سألتنی عن اسمی؟ قال، سمعت [صوتاً] فی السحاب الذی هذا ماؤه یقول، اسق حدیقة فلان لاسمك، فما تصنع فیها؟ قال اما اذ قلت هذا فانی انظر الی ما یخرج منها فاتصدق بثلثه واٰکل انا وعیالی ثلثا وارد فیها ثلثه۔

(رواہ مسلم ملت واحمد والطیالسی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی جنگل میں تھا اس نے ایک بدلی میں سے یہ آواز سنی کہ "فلاں کے باغیچہ کو پانی دے" فوراً ہی وہ بدلی چلی اور ایک پتھریلی زمین میں خوب پانی برسا اور وہ تمام پانی ایک درّے (پہاڑی نالے) میں جمع ہوکر چلا، یہ شخص اس پانی کے پیچھے پیچھے چلدیا، دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص ایک باغیچہ میں کھڑا اپنے بیلچہ سے

۱ـه من نسخة بامش ق ومن مشکوٰة المصابیح ص ۱۶۵ ومسند احمد ولیس فی النسخ الخمسة۔
۲ـه من ن ل ومشکوٰة ص ۱۶۵ ومسند احمد ج ۱ ص ۸۵ (دار المعارف مصر ۱۳۶۵ھ)، وفی ق ص ح اذ۔ ۳ـه من نسخة بامش ق ومسند احمد ومشکوٰة المصابیح وفی ق ص ن ل "فیه" وسقطت ہذہ اللفظة من ح۔

پانی کے لئے راستہ بنا رہا ہے، اس شخص نے اس (باغ والے) سے کہا:
اے بندۂ خدا! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو یہ بدلی میں
سن چکا تھا۔ پھر اس (باغ والے) نے اس شخص سے پوچھا کہ بندۂ خدا
تو نے میرا نام کس لئے دریافت کیا؟ اس نے جواب دیا کہ جس بدلی کا
یہ پانی ہے میں نے اسی بدلی میں سے ایک آواز سنی کہ (کوئی کہنے والا)
تیرا نام لے کر کہتا ہے کہ اس کے باغ کو پانی دے، اس لئے تو مجھے
یہ بتا کہ تو اس (باغ کی آمدنی) میں کیا عمل کرتا ہے؟ اس نے جواب
دیا کہ جب تو نے یہ بات کہی ہے تو (سن!) میں اس باغ کی کل پیداوار
کو دیکھتا ہوں (اور حساب لگاتا ہوں) اس میں سے ایک تہائی تو خیرات
کر دیتا ہوں اور تہائی حصہ میں اور میرے بال بچے کھا لیتے ہیں اور
ایک تہائی حصہ پھر اسی باغیچہ میں لگا دیتا ہوں۔

تشریح:-

بندہ جب اللہ کے لئے کوئی خاص قسم کی قربانی کر کے دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ
بھی عام رواجی طریقوں سے ہٹ کر اس کی خصوصی مدد فرماتا ہے۔ صدقہ خیرات
کا طریقہ عموماً یہی ہے کہ جب موقع ہوا یا کوئی ضرورت مند سامنے آیا حسب توفیق
اسے کچھ دیدیا لیکن جب اس بندۂ خدا نے صدقہ کو ایک مستقل مد اور دائمی
مصرف بنایا اور اپنی کل آمدنی کا ایک تہائی اس کے لئے وقف کر دیا تو اللہ
رب العزت نے بھی اس کی زمین کے لئے اپنے آسمانی نظام کو خصوصی ہدایات
دے کر اس کے کام میں لگا دیا ؂

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں — اقبال

یہ بارہا کا تجربہ ہے کہ اگر اپنی آمدنی کا حسب حیثیت ایک مقررہ حصہ مثلاً پچیس فیصد یا پندرہ فی صد یا دس فی صد جتنی کسی کی ہمت ہو راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے مخصوص کر دیا جائے تو یہ کاروبار اور آمدنی میں خیر و برکت کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ میرے بعض بزرگوں نے بہت سے لوگوں کو اس کا مشورہ دیا اور ہمیشہ بہت مفید پایا۔

دینی بھلائی کے لیے اپنی محبوب ترین شے راہِ خدا میں خرچ کرنا:-

(۱۲۸۰) وعن انس رضی اللہ عنہ قال: كان ابوطلحة اكثر الانصار بالمدينة مالا من نخل، وكان احب امواله اليه بيرحاء، وكانت مستقبلة المسجد، وكان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يدخلها ويشرب من ماء فيها طيب. قال انس: فلما نزلت هذه الآية: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - قام ابوطلحة الى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: يا رسول اللہ، ان اللہ تبارك وتعالى يقول: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، وان احب اموالى الیّٰ بَيْرُحَاء وانها صدقة ارجو برّها وذُخْرَهَا عند اللہ فضعها يا رسول اللہ حيث اراك اللہ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بَخٍ ذالكَ مالٌ رابحٌ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ مدینہ کے انصاری

صحابہ میں سب سے زیادہ باغات کے مالک تھے اور اپنے باغات میں انہیں سب سے زیادہ پسندیدہ باغ "بیرحاء" تھا اور یہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر تشریف لیجایا کرتے اور اس کا عمدہ پانی پیتے تھے حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جب آیت لن تنالوا تم (تم کامل بھلائی اور نیکی اس وقت تک ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی محبوب چیزیں (راہ خدا میں) خرچ نہ کروگے) نازل ہوئی تو حضرت طلحہؓ اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کامل بھلائی اس وقت تک ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی محبوب چیزیں (راہ خدا میں خرچ نہ کروگے۔ اور مجھے اپنے تمام مال و دولت میں، سب سے زیادہ عزیز بیرحاء" ہے میں اسے صدقہ کرتا ہوں مجھے اس کی بھلائی اور خدائی خزانے میں اسے جمع کرنے کی تمنا ہے۔ پس اے رسول خدا! جس طرح اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں ڈالے اس کے مطابق اسے خرچ کر دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا واہ واہ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے

تشریح:-

یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی قوت ایمان اور شوق آخرت کی بات ہے کہ دینی بھلائی حاصل کرنے کے شوق میں اپنی عزیز ترین متاع کو راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے پیش کر دیا۔ روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ بات سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مناسب یہ

سمجھتا ہوں کہ تم اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو" حضرت ابوطلحہؓ اس پر راضی ہوگئے اور وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور اپنے چچا کے خاندان میں تقسیم کردیا۔[1]

صدقہ، آفتوں اور بلاؤں سے حفاظت ہے:

(۱۰۳) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باکروا[2] بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطی الصدقۃ۔

رواہ البیہقی مرفوعاً وموقوفاً ولعلہ اشبہ

ورواہ الطبرانی فی الاوسط عن علی وذنبہ من ضعف وذکرہ رزین فی جامعہ عن علی[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح سویرے صدقہ کیا کرو۔ اس لئے کہ بلائیں صدقے کو پھلانگ کر اس سے آگے نہیں بڑھتیں۔

تشریح:۔

انسان کی طرف آفتیں اور بلائیں رخ کرتی ہیں۔ اگر انسان صدقہ خیرات کے ذریعے ان کی روک تھام کرلے تو بلاؤں سے محفوظ ہوجاتا ہے اس لئے کہ صدقہ خیرات ایک ایسی دیوار ہے جس کو بلائیں پھلانگ نہیں سکتیں۔

---

[1] بخاری ومسلم ۔ مشکوٰۃ ص ۱۷۲

[2] قال بعض شراح الحدیث معناہ سارعوا بھا الموت صدالسیاق یاباہ والذی یبدولی واللہ اعلم سارعوا بھا وتاسوا بادائھا اول النھار تیہ واخطابہ اتیۃ نہار کم بھا۔

[3] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۰

خُفیہ صَدَقات وخَیرات :۔

اس مضمون کی ایک حدیث نمبر ۱۶۳ پر گزر چکی ہے۔[1]

(۳۸۲) عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنائع المعروف تقی مصارع السّوء وصدقۃ السر تطفئ غضب الرب، وصلۃ الرحم تزید فی العمر۔ (رواہ الطبرانی باسناد حسن)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک کارگزاریاں بری موت سے بچاتی ہیں، اور پوشیدہ صدقہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک عمر کو بڑھاتا ہے۔

صدقے میں احتیاط واعتدال :۔

(۳۸۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر الصدقۃ ما ابقت غنیً، والید العلیا خیر من الید السفلی، وابدأ بمن تعول، تقول امراتک انفق علیّ او طلقنی ویقول مملوکک انفق علیّ او بعنی، ویقول ولدک الی من تکلنا؟۔ (رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو (اپنے بعد) غنیٰ

---

[1] دیکھیئے جلد اوّل صفحہ ۲۰۷۔

چھوڑ جائے (بالکل فقیر نہ کر جائے) اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے؛ اور خرچ کرنا ان لوگوں سے شروع کرو جن کی عیالداری تمہارے ذمے ہے.[1] (حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا نہ ہو[2]) تمہاری بیوی کہہ رہی ہو کہ یا تو میرا خرچہ اٹھاؤ ورنہ مجھے طلاق دے (کر آزاد کر) دو، اور تمہارا غلام کہہ رہا ہو کہ یا تو میرا خرچہ دو ورنہ مجھے (کسی دوسرے کے ہاتھ) فروخت کر دو، اور تمہارے بچے کہہ رہے ہوں کہ (ابا جان!) ہمیں کس کے اوپر چھوڑے دے رہے ہو.

تشریح:-

شریعت نے ہر چیز میں اعتدال و میانہ روی پسند کی ہے، ایک طرف صدقہ خیرات کی ترغیب ہے تو دوسری طرف یہ حد بندی بھی ہے، بعض کم فہم لوگ جوش میں آکر اپنی طاقت سے زیادہ صدقہ خیرات کر ڈالتے ہیں اور بعد میں پریشان ہوتے ہیں. بعض لوگ مختلف قسم کے نفل کاموں میں خوب خرچ کرتے ہیں اور اپنے بال بچوں کی طرف سے بے پرواہ رہتے ہیں حالانکہ بال بچوں کا خرچہ واجب ہے اور دوسرے کام اس کے بعد ہیں، اس لئے ہر کام میں راہِ اعتدال اور فرقِ مراتب کا لحاظ کرنا ضروری ہے.

---

[1] یہاں سے آگے کی عبارت کے متعلق حافظ منذری نے شبہ کے ساتھ لکھا ہے کہ شاید یہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کا قول ہے، لیکن مسند احمد ج ۲ صفحہ ۱۶۲ اور دیگر کتب حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہؓ کا کلام ہے.

[2] مسند احمد کی ایک روایت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے کسی نے پوچھا کہ من تعول سے کیا مراد ہے تو آپ نے یہ بیان فرمایا.

اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنے اور دوسروں کے مقابلے میں ان کو مقدم رکھنے کی ترغیب :

(۳۳۸) عن سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وعلی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ۔

رواہ النسائی والترمذی وحسنہ وصححہ ابن خزیمہ وابن حبان والحاکم ولفظ ابن خزیمۃ قال:

الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وعلی القریب صدقتان، صدقۃ وصلۃ

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی اجنبی محتاج شخص کو صدقہ دینا تو ایک ہی صدقہ ہے لیکن کسی رشتہ دار کو دینا دو صدقے ہیں، ایک تو جیسا کہ ظاہر ہے) صدقہ، دوسرے رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک۔

تشریح :

رشتہ داروں میں کچھ تو وہ ہیں جن کو صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ نہیں دیئے جا سکتے۔ یہاں ان کا ذکر نہیں ایسے رشتہ داروں کا جہاں تک ہو سکے اپنے دوسرے مال میں خیال رکھنا چاہیئے۔ ان کے علاوہ جو رشتہ دار اتنے قریب کے نہیں ہیں ان کو ہر طرح کے صدقات دیے جا سکتے ہیں، اور زکوٰۃ یا صدقہ فطر یا اور کسی بھی قسم کے صدقے ہیں یہ ضروری نہیں ہے کہ لینے والا یہ جانتا بھی ہو کہ یہ مال کس طرح کا ہے، صرف دینے والے کے دل میں اس کی نیت ہونا کافی ہے۔

لغو من قرن صحال، وملاح: وہی۔

(۳۸۵) وعن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ان رجلاً سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصدقات ایھا افضل؟ قال علی ذی الرحم الکاشح۔ (رواہ احمد والطبرانی وسند احمد حسن)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہترین صدقہ کون سا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا جو پہلو میں دشمنی چھپائے رکھنے والے رشتے دار کو دیا جائے۔

تشریح :۔

اوپر آچکا ہے کہ رشتہ دار کو دینے میں صدقے کے علاوہ صلہ رحمی اور حسن سلوک کا اجر بھی ملتا ہے یہاں ایک مزید خصوصیت یہ ہے کہ ایسے رشتہ دار کو دینے میں خلوص زیادہ ہوگا۔ اور اس کا ایک دنیوی فائدہ یہ ہوگا کہ اس احسان سے اس کی نظر خود بخود جھکے گی اور اس کی دشمنی دوستی میں بدلنے لگے گی۔

اپنے غریب رشتہ داروں سے بے پرواہ رہنے کی مذمت :۔

(۳۸۶) عن بھز بن حکیم[1] عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ من أبرّ؟ قال أمّک ثمّ أمّک ثمّ أمّک ثم اباک ثم الاقرب فالاقرب۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسأل رجل مولاہ من فضل ھو عندہ فیمنعہ ایاہ الا دُعی لہ یوم القیامۃ فضلُہ الذی منعہ شجاعاً اقرع۔

(رواہ ابوداؤد واللفظ لہ والنسائی والترمذی وحسنہ)

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں (سب سے

---

[1] بہز بن حکیم بن معاویۃ بن حیدۃ القشیری۔

بڑھ کر) کس کے ساتھ سلوک کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنی ماں کے ساتھ، پھر اپنی ماں کیساتھ، پھر اپنے باپ کے ساتھ پھر جو (رشتہ میں) جتنا قریب ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے خدمتگار یا کسی رشتہ دار نے اس سے اس کے فالتو مال میں سے کوئی چیز مانگی اور اس نے منع کردیا تو قیامت کے دن یہ فالتو مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں حاضر کیا جائے گا۔ (اور وہ اس شخص کو ڈسے گا)

تشریح:۔

آدمی کے حسنِ سلوک اور احسان کی سب سے زیادہ مستحق اس کی ماں ہے اس کے بعد باپ اور پھر جو جتنا قریب ہے اس کا اتنا ہی حق ہے فالتو مال سے مراد وہ مال ہے جو اس وقت کی فوری ضرورت سے فارغ ہے اس حدیث میں مولیٰ کا لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ خدمتگار اور رشتہ دار سے کیا گیا ہے۔ یہ لفظ بہت سے معنی میں آتا ہے۔ سب کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ جو شخص خدمت یا رشتہ یا میل جول یا کسی بھی لحاظ سے قریب ہے وہ مولیٰ ہے اور اس کا ہم پر ایک خاص حق ہے جس کی ہمیں اپنی امکانی حد تک رعایت کرنی چاہیئے۔

ضرورتمند کو قرض دینے کی فضیلت:۔

(۳۰۷) عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من منح منیحۃ لبن او ورق او ھدی زقاقا کان لہ مثل عتق رقبۃ۔

(رواہ احمد والترمذی وقال حسن صحیح واللفظ لہ وصححہ ابن حبان)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کو دودھ والا جانور (کچھ دن کی

دودھ پینے کے لئے دے دیا، یا کسی کو روپیہ پیسہ قرض دے دیا، یا کسی پردیسی کو گلی کوچوں میں راستہ بتادیا تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔

(۳۸۸) وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل قرض صدقۃ۔ (رواہ الطبرانی بسند حسن والبیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قرض صدقہ (کا ثواب رکھتا) ہے۔

(۳۸۹) وعنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مامن مسلم یقرض مسلما قرضا مرۃ الا کان کصدقتھا مرتین۔

(رواہ ابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی مرفوعاً وموقوفاً)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو ایک مرتبہ قرض دیتا ہے اس کو اس سے دوگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہوتا ہے۔

تشریح:۔

صدقے اور قرض میں بنیادی فرق یہ ہے کہ صدقہ ایک ایسے شخص کو دیا جاتا ہے جو اگرچہ غریب ہے مگر اس کی کوئی فوری ضرورت اٹکی ہوئی نہیں ہے اس کے برخلاف قرض اگرچہ امیر وغریب سب لیتے ہیں مگر وہ ہمیشہ کسی ضرورت اور مجبوری میں لیا جاتا ہے یہ رقم یقیناً بعد میں واپس آجائے گی لیکن اب جو فوری ضرورت اس سے پوری ہوئی ہے اصل قدر وقیمت اسی چیز کی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ صدقہ میں دینے والا اپنے طور پر تیار اور خرچ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اور قرض دینے میں وہ پہلے سے آمادہ نہیں ہوتا بلکہ مانگنے والے کی ضرورت کی خاطر وہ اپنے

آپ کو تیار کرتا ہے اور اس کے لئے پیسے کا انتظام کرتا ہے. اس لئے قرض دینے کا ثواب صدقے سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

تنگدست قرض دار کو مہلت دینے یا معاف کر دینے کا اجر و ثواب :-

(۳۹۰) عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ انہ طلب غریمالہ[1] فتواری عنہ ثم وجدہ فقال انی معسر، قال آللہ؟ قال آللہ۔ قال فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سرہ ان ینجیہ اللہ من کرب یوم القیامۃ فلینفس عن معسر او یضع عنہ۔ (رواہ مسلم وغیرہ)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ وہ اپنے ایک مقروض کی تلاش میں تھے اور وہ چھپا ہوا تھا آخر وہ مل گیا اور اس نے کہا کہ میں بہت نادار ہوں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ نے کہا کیا خدا کی قسم (یہی بات ہے)؟ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم (یہی بات ہے یہ سن کر ابوقتادہؓ نے اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا) اور فرمایا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی بےچینیوں سے نجات عطا فرمادے اسے چاہیئے کہ تنگدست مقروض کو کچھ مہلت دے یا اسے معاف کر دے۔

(۳۹۱) وعن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلقت الملئکہ روح رجل ممن کان قبلکم

---

[1] من رسان ص ل، و فی ق لہ غریما۔ و علی لہ علامۃ النسخۃ یعنی لیس فی بعض النسخ۔

فقالوا :- عملت من الخير شيئا ؟ قال لا قالوا تذکر قال کنت اُداینُ الناس فآمر فتیانی ان ینظروا المعسر ویتجاوزوا[1] عن الموسر قال : قال اللہ ، تجاوزوا عنہ ۔

(رواہ البخاری و مسلم واللفظ لہٗ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : گزشتہ کسی امت کے ایک شخص کا (انتقال ہوا) فرشتے اس کی روح کو لے گئے اور اس سے پوچھا تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہے ؟ اس نے کہا نہیں ۔ وہ بولے یاد کرو اس نے کہا (ایک بات تو یاد پڑتی ہے) میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے لڑکوں اور کارندوں کو میں نے حکم دے رکھا تھا کہ نادار کو مہلت دے دیا کریں اور مالدار سے چشم پوشی کا معاملہ کریں (یعنی کچھ کم یا کچھ ناقص مال بھی دیں تو قبول کر لیا کریں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فرشتو) تم بھی اس سے چشم پوشی اور درگزر کا معاملہ کرو (اس کو معاف کیا) ۔

(۳۹۲) وعن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من نَفَّسَ عن غریمہ اومحی عنہ کان فی ظل العرش یوم القیامۃ ۔

(رواہ البغوی فی شرح السنۃ وحسنہ)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے مقروض کو مہلت دی یا اس کے ذمے سے کچھ معاف کر دیا وہ قیامت کے دن عرش کے سایے میں ہوگا ۔

[1] من ق س ل و ن ی ع ان تتجوزوا ۔

تشریح:-

جن لوگوں کو خدا نے مال و دولت سے نوازا ہے اور وہ نیک کاموں میں خوب حصہ بھی لیتے رہتے ہیں وہ بھی اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ ضرورت مندوں کو قرض دینے اور اپنے مقروضوں سے نرم معاملہ کرنے میں کیا اجر و ثواب ہے۔ یہ حضرات ہزاروں لاکھوں کی رقمیں راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں لیکن کسی محتاج کو قرض دینے میں اور مقروض سے اپنا مطالبہ وصول کرنے میں ان کا معاملہ بالکل وہی ہوتا ہے جو ایک خالص دنیادار کا ہوتا ہے، ان حدیثوں سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ اس کا اجر و ثواب صدقہ خیرات سے بہت زیادہ ہے۔

نیکی کی راہوں میں خرچ کرنے کی ترغیب اور اس میں بخل کرنے کی مذمت

(۳۹۳) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من یوم یصبح العباد فیه الا ملکان ینزلان فیقول احدهما: اللّٰهم اعط منفقا خلفا ویقول الآخر اللّٰهم اعط ممسکا تلفا۔

(رواه البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز صبح کو جب اللہ کے بندے اٹھتے ہیں تو دو فرشتے اترتے ہیں، ایک ان میں سے کہتا ہے: اے اللہ خرچ کرنے والے کو (اس کے خرچ کا) بدل دے اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! روک کے رکھنے (اور بخل کرنے) والے کو بربادی (لا بے برکتی) دے۔

(۳۹۴) وعنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال، قال الله تعالیٰ، یا عبدی انفق انفق علیك - وقال ید الله ملأی لا یغیضها نفقة سحاء اللیل والنهار - ارأیتم ما انفق منذ خلق السمٰوات والارض، فانه لم یغض ما بیده وکان عرشه علی الماء، وبیده المیزان یخفض ویرفع -

(رواه البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے میرے بندے تو خرچ کر میں بھی تیرے اوپر خرچ کروں گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ کے دونوں ہاتھ بھرے ہوئے ہیں، دن رات برابر خرچ کرنا بھی اس میں کوئی کمی نہیں کر سکتا، اچھا بتاؤ جب سے اس نے زمین وآسمان پیدا کئے ہیں اس وقت سے اب تک کس قدر خرچ کیا ہوگا۔ اس تمام خرچے کے باوجود اس کے خزانوں میں جتنا اس وقت تھا جب کہ اس کا عرش محض پانی کے اوپر تھا (کوئی چیز وجود میں نہیں آئی تھی) اس وقت سے اب تک اس میں ذرہ برابر کوئی کمی نہیں آئی ہے (کمی بیشی کی) ترازو اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے وہی پست کرتا ہے اور وہی بلند کرتا ہے (وہی مال ودولت کو گھٹاتا ہے اور وہی بڑھاتا ہے):-

تشریح:-

جس مالکُ الملک احکم الحاکمینُ خالقِ کون ومکان کے خزانوں کا کوئی حساب

لہ کسانی النسخ وفی نسخۃ بہامش ق، یا ابن آدم، وعلیٰ من بید ی کما لا تکمل

اور شمار نہیں اور جس میں کسی طرح کوئی کمی نہیں آتی وہ یہ یقین دلاتا ہے کہ تم خرچ کرد تمہیں میں دونگا تم تنگ دستی سے کیوں گھبراتے ہو تنگی و فراخی کی تراز تو میرے ہاتھ میں ہے ۔ اس یقین دہانی اور اطمینان دلانے کے باوجود بھی اگر ہم خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں تو یہ صرف ہمارے یقین کی کمی اور ایمان کی کمزوری ہے

(۳۹۵) وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال دخل النبی صلی الله علیه وسلم علی بلال وعنده صُبرة من تمر فقال ماهذا یا بلال قال أعِدُّ ذلك لاضیافك قال: اما تخشی ان یکون لك دخان فی نار جهنم، انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا۔

(رواه البزار باسناد حسن والطبرانی ورویٰ نحوه ابو یعلیٰ والطبرانی فی الکبیر والاوسط والبیهقی فی شعب الایمان عن ابی هریرة رض واسناد الاوسط حسن)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ایکبار) حضرت بلال رضؓ کے پاس تشریف لائے ان کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا حضورؐ نے اسے دیکھ کر دریافت فرمایا: بلال یہ کیا؟ عرض کیا کہ یہ میں آپؐ کے مہمانوں کے لئے تیار کرکے رکھتا ہوں، آپؐ نے فرمایا، تم ڈرتے نہیں کہیں یہ تمہارے حق میں جہنم کی آگ کا دھواں نہ بن جائے۔ بلال! خرچ کرو اور مالک عرش کی بارگاہ

لہ من ص والشکوٰة ومجمع الزوائد؛ وفی ق، ن، ح، ل، فخ والانتقار ‹صُبَرٌ› وهو جمع صُبرة معناه الطعام المجتمع کالکومة مجمع البحار ج ۲ ص ۲۴۰

سه من ق ن، ص، فخ، انتقار والزوائد، وفی ت ل یابلال قلت وقد اندارثابت فی حدیث ابی هریرة لبعده فی النسخ الخمسة ۔ سه وقع فی ص و اجلالا وهو تصحیف ۔

سه من الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۶، والشکوٰة ص ۱۶۷۔

سے کمی کا کچھ اندیشہ نہ کرو۔

(۳۹۶) وعن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا توکی فیوکا علیک ۔ و فی روایۃ ۔۔۔ انفقی او انفحی او انضحی ولا تحصی فیحصی اللہ علیک ولا توعی فیوعی اللہ علیک۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: (اسماء!) تم (اپنی تھیلی کا) منہ بند نہ کرو ورنہ تم پر (خدا کی تھیلی کا) منہ بند کر دیا جائے گا، اور خوب، خرچ کرو اور حساب نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو حساب سے دینے لگے گا۔ اور جمع کر کے روک کر ۔۔۔۔ نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے اپنی نعمتیں روک لے گا۔

تشریح:۔

اپنے خرچے کا حساب کرنا ایک تو یہ ہے کہ گھر میں کتنے آٹے چاول کی ضرورت ہے ناپ کر حساب سے اتنا ہی پکایا جائے یا کسی تقریب میں خرچ کرنا ہو تو اس کا ایک تخمینہ قائم کر لیا جائے کہ اتنا خرچ کرنا ہے دوسرا یہ ہے کہ کسی کارِ خیر میں خرچ کرتے وقت یا کسی ضرورت مند کی مدد کرتے وقت یا کسی مہمان پہ خرچ کر کے حساب لگایا جائے کہ اتنا خرچ ہو گیا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے پہلا حساب لگانا تو سلیقہ مندی اور لیاقت خانہ داری کی بات ہے وہ حساب کرنا اس لئے نہیں ہے کہ اتنا یوں خرچ ہو گیا بلکہ اس کی غرض یہ ہے کہ فضول خرچی ہو اور سامان ضائع نہ ہو اس حدیث میں یہ حساب لگانا مراد نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ

کرنا کنجوسی، خساست اور تنگدلی کی وجہ سے ہے، اس میں یہ افسوس بھی شامل ہے کہ اتنا کیوں خرچ ہوگیا۔ یہ مزاج بلاشبہ معیوب اور قابلِ مذمت ہے اس حدیث میں دراصل اسی کی مخالفت ہے۔

اللہ رب العزت کے خزانوں سے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پسندیدہ کاموں میں زیادہ سے زیادہ خرچ کیا جائے۔

(۳۹۷) وعن بلال رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا بلال مت فقیرا ولا تمت غنیا، قلت وکیف لی بذلک؛ قال ما رزقت فلا تخبأ وما سئلت فلا تمنع فقلت، یا رسول اللہ وکیف لی بذلک؛ قال، ھو ذاک اوالنار۔ (رواہ الطبرانی وابوالشیخ فی الثواب وصححہ الحاکم وعندہٗ، قال لی، الق اللہ فقیرا ولا تلقہ غنیا والباقی بنحوہٖ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال! فقیر ہو کر دنیا سے جانا مالدار ہو کر نہ جانا" میں نے عرض کیا حضورؐ! اس میں میرا کیا اختیار ہے؟ فرمایا: (اس کا طریقہ یہ ہے کہ) جو کچھ تمہیں ملے اسے جمع نہ کرو اور جو کوئی تم سے سوال کرے اسے منع نہ کرو" میں نے عرض کیا حضورؐ! یہ میں کیسے کر سکتا ہوں؟ فرمایا: بس یہ ہے یا پھر جہنم ہے۔

تشریح:۔

یہ اور اس قسم کے ارشادات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص سے

لہ مذکورہ بالا مفہوم خود حدیث کے انداز اور آپ کی آخری بات کی تحقیق میں غور و فکر سے واضح ہے۔

اس کے حسب حال اور بقدر تحمل فرمائے ہیں جو شخص اس کی ہمت کر سکے وہ اس پر عمل کرے اور جو مال و دولت میں زندگی بسر کرنا چاہے احکام شرع کی پابندی کے ساتھ اس کی بھی اجازت ہے۔ حضور ہی کے زیر سایہ جہاں بلال رض و ابوذر رض تھے وہیں عثمان و عبد الرحمٰن بن عوف رض بھی تھے۔ ہاں ہمت ہو تو اسی ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے۔

(۳۹۸) وعن انس بن مالك رضی اللّٰہ عنہ قال اهدیت للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثلاث طوائر فاعطی خادمه[۱] فلما كان من الغد اتته بها فقال لها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الم انهك ان ترفعی شيئًا لغد فان اللّٰه یاتی برزق غدٍ۔

(رواہ ابو یعلی والبیہقی ورواۃ ابی یعلی ثقات)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین پرند بطور ہدیہ پیش کیے گئے آپ نے وہ اپنی خادمہ کو دے دیئے (خادمہ نے آپ کو اطلاع کیے بغیر رکھ دیئے) جب اگلا دن ہوا تو وہ انہیں لے کر حاضر خدمت ہوئی آپ نے (دیکھ کر) فرمایا: کیا میں نے تم کو منع نہیں کر رکھا ہے کہ کوئی چیز اٹھا کر کل کے لئے نہ رکھا کرو۔ کیونکہ (جس طرح آج دیا ہے) کل کا رزق بھی اللہ تعالیٰ (خود ہی) دے گا۔

(۳۹۹) وعنه قال كان رسول اللّٰه صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا يدخر[۲] شيئًا لغدٍ۔ (رواه ابن حبان فی صحیحه والبیہقی)

---

[۱] الخادم یقع علی الذکر والانثی لاجرائه مجری اسم غیر مشتق۔ (مجمع البحار ج۱ ص ۳۳۲۔ ملخصًا۔ [۲] من ن ل ر ق ح ق فاطعم خادمہ طائرا۔ وفی ص فاعطی خادمه طائرا۔ [۳] والترمذی کما فی الجامع الصغیر والمشکوٰۃ ۵۲۰

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کبھی کوئی چیز کل کے لئے اٹھا کر نہیں رکھتے تھے۔

تشریح:۔

توکل کا یہ اعلیٰ مرتبہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام امت کو اس کا لازمی حکم تو نہیں دیا لیکن پسند کیا اور اپنے طرز زندگی سے اسی کی مثال امت کے سامنے پیش کی۔ ؎

وہ ساقی جس نے تلچھٹ تک نہ چھوڑی فکر فردا میں
اسے کوثر پہ ہم نے قبلہ گاہ مے کشاں پایا (جوہر)

(۴۰۰) وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم التفت الی اُحُد، فقال: والذی نفسی بیدہ ما یسرنی ان اُحُدًا تحول لآل محمد ذھبًا انفقہ فی سبیل اللہ اموت یوم اموت اَدَعُ منہ دینارین الا دینارین اُعِدُّھما للدین اِنْ کان۔

(رواہ احمد باسناد جید ترکہ ابو یعلی)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے اس بات سے کوئی خوشی نہیں ہوگی کہ احد پہاڑ محمدؐ کے گھرانے کے لئے سونے کا بنا دیا جائے اور میں اسے راہ خدا میں خرچ کرتا رہوں اور جس دن میں دنیا سے رخصت ہوں تو دو دینار (اشرفیاں) بھی چھوڑ کر جاؤں۔ سوا ان دو دیناروں کے کہ اگر میرے ذمے کوئی قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے

انھیں رکھ چھوڑوں۔

(۴۰۱) وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال توفی رجل من اھل الصُّفّۃِ فوجدوا فی شَمْلَتِہٖ[1] دینارین فذکروا ذلک للنبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال: کیّتان

(رواہ احمد و ابن حبان)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اصحاب صُفّہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا تو لوگوں کو اس کے کھیس میں سے دو دینار ملے اس کا ذکر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: (یہ دونوں جہنم کی آگ کے) دو داغ ہیں۔

تشریح :-

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد اس لئے فرمایا گیا ہے کہ یہ شخص اپنے پاس دو دینار ہوتے ہوئے بھی فقر و تنگدستی کی شکل و صورت بنائے ہوئے تھا اور جو کچھ صدقہ خیرات فقراء مساکین کے لئے آتا تھا اس میں برابر شریک رہتا تھا۔

بیوی کا اپنے شوہر کے مال میں سے صدقہ خیرات :-

(۴۰۲) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الشملۃ کساء یتغطی بہ ویتلفف فیہ۔ (مجمع البحار ج۲ ص ۲۱۲)
شملہ عربی میں اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو پورے جسم کو چھپا سکے۔ ہمارے یہاں اس کے لئے شاید چادر یا کھیس کا لفظ موزوں ہوگا۔ اسی لفظ کو شین کے کسرہ کے ساتھ اردو میں صافے (دستار) کے تُرّے کے معنی میں لے لیا گیا ہے۔

قال اذا انفقت المرأة من طعام بیتھا غیر مفسدۃ کان لھا اجرھا بما انفقت ولزوجھا اجرہ بما اکتسب وللخازن مثل ذلك لا ینقص بعضھم من اجر بعض شیئا۔ (رواہ الستۃ واللفظ لمسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت نے اپنے گھر سے کوئی کھانے پینے کی چیز راہِ خدا میں خرچ کی (اور دیکھ بھال کر مناسب مقدار میں دی) فضول خرچی سے نہیں اُڑایا تو اُسے اس کے خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور اس کے شوہر کو بھی کمانے کی وجہ سے اتنا ہی اجر ملے گا اور خزانچی کو بھی اسی کے بقدر اجر ملے گا اور ان میں سے کوئی کسی کے اجر کو کم نہیں کرے گا۔

(۴۰۳) وعن اسماء یعنی بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما قالت قلت یا رسول اللہ مالی مال الا ما ادخل علیّ الزبیر، افاتصدّق؟ قال، تصدقی ولا توعی فیوعی علیك۔

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی)

حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی (اور حضرت زبیر بن العوام کی بیوی) حضرت اسماء رضی اللہ عنہم فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! جو مال زبیر گھر میں لاکر رکھتے ہیں اس کے علاوہ میرے پاس کوئی مال (میرا ذاتی) نہیں ہے تو کیا میں اس میں سے صدقہ خیرات کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا برابر صدقہ کرتی رہو اور روک کر نہ رکھو کہیں تم سے بھی (خدا کی طرف سے) روک نہ لیا جائے۔

(۴۰۴) وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ

لہ ل: ق: بعضھم ۲ن ق ع؛ دفی ن ل س: ادخلہ

عليه وسلم يقول فى خُطبته عام حجة الوداع: لا تُنفق امرأة شيئاً من بيت زوجها الا باذن زوجها قيل: يا رسول الله! ولا الطعام؟ قال، ذالك افضل اموالنا۔

(رواه الترمذی وقال حدیث حسن)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبے کے دوران فرمایا: کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ نہ کرے (یعنی صدقہ خیرات تک نہ کرے) کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! (کسی کو) کھانا بھی نہ کھلائے؟ آپ نے فرمایا: کھانا تو ہمارا بہترین مال ہے (یعنی اس میں تو اجازت کی اور زیادہ ضرورت ہے۔)

تشریح:۔

اگر گھر میں گنجائش کم ہے تو خیر خیرات میں احتیاط اور باہمی مشورہ بہرحال ضروری ہے اور اگر خدا نے کشادگی دی ہے تو عورت کو یہ دیکھنا چاہیے کہ شوہر کس حد تک خرچ کرنے کی اجازت دے سکتا ہے اس حد تک کبھی کبھی کسی کو دیدینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس خرچ کے متعلق اندازہ ہو کہ یہ شوہر کو ناپسند ہوگا وہاں اس کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں لیکن تنگدستی کی زندگی میں ایک مومن سے یہ حقیقت بھی فراموش نہ ہونی چاہیے کہ حسبِ حیثیت تھوڑا بہت راہِ خدا میں خرچ کرنا بھی خدا کے غیبی خزانوں سے مدد لینے کا ایک طریقہ ہے۔

لوگوں کو کھانا کھلانے اور پانی پلانے کی فضیلت :۔

(۴۰۵) عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ عنہما ان رجلاً سأل رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أیُّ الاسلام خیر؟ قال: تطعم الطعام، وتقرأُ السلام علی من عرفتَ ومن لم تعرف۔ (رواہ الخمسۃ الا الترمذی[1])

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اسلام (کا) بہترین (عمل) کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کھانا کھلانا، اور (ہر مسلمان بھائی) کو سلام کرنا خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو۔

تشریح :۔

کھانا کھلانے میں یہ شرط نہیں کہ کس کو کھلایا جائے البتہ بھوکوں کو کھلانا زیادہ اچھا ہے اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تمہارے یہاں کھانے والا مومن اور پرہیزگار ہونا چاہیئے[2]۔

(۴۰۶) وعنہ ایضاً عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: ان فی الجنۃ غُرَفاً یُری ظاھرھا من باطنھا، وباطنھا من ظاھرھا، فقال ابو مالک الاشعری رضی اللّٰہ عنہ: لمن ھی یا رسول اللّٰہ؟ قال، لمن اطاب الکلام واطعم الطعام، وبات قائماً والناس نیام۔

(رواہ الطبرانی باسناد حسن والحاکم وصححہ قلت واحمد[3])

---

[1] الترغیب ج ۲ ص ۶۲ و ج ۳ ص ۴۲۴، [2] روی احمد وابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم من ابی سعیدؓ مرفوعاً: لا تصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا تقی (جامع صغیر)

(باقی صفحہ آئندہ پر)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایسے (شفاف بلوریں) بالاخانے ہیں کہ ان کے باہر سے اندر کا اور اندر سے باہر کا نظر آتا ہے۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے پوچھا اللہ کے رسول یہ بالاخانے کس کے لئے ہیں؟ فرمایا: جو نرمی سے بات کرتا ہو لوگوں کو کھانا کھلاتا ہو اور جب دنیا آرام کی نیند سوتی ہو اس وقت (خدا کے سامنے) کھڑا ہو کر رات گزار دیتا ہو۔

(۴۰۷) وعنہ ایضاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اطعم اخاہ حتی یُشْبِعَهُ، وَسَقَاهُ مِنَ الْمَاءِ حتیٰ یُرْوِیَهُ باعدہ اللہ من النار سبع خنادق مابین کل خندقین مسیرۃ خمسمائۃ عام۔

(رواہ الطبرانی والبو الشیخ فی الثواب والحاکم وصححہ والبیہقی)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کھانا کھلایا اتنا کہ وہ شکم سیر ہو گیا اور پانی پلایا یہاں تک کہ وہ سیراب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے سات خندق دور کر دیں گے۔ (جن میں سے) ہر خندق کی مسافت پانچ سو سال ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سلہ یہ حدیث الترغیب والترہیب میں چار جگہ آئی ہے قیام اللیل ج ۱ ص ۴۲۲ الطعام الطعام ج ۲ ص ۶۳ طلاقۃ الوجہ ج ۳ ص ۴۲۳ الجنۃ ونعیمہا ج ۴ صفحہ ۵۱۶ متعدد نسخوں میں بعض مقامات پر ابن عمر آگیا ہے یہ درست نہیں۔ سلہ من ق وسیں فی ن ل ح ص۔ شہ فی ح: ھی لمن۔ سلہ مسند احمد جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۶ (طبع جدید)

تشریح :-

"سات خندق" ایک طرز تعبیر اور طریقہ بیان ہے جیسے اردو کے قدیم محاورے میں "بارہ پتھر باہر" یا "سات سمندر پار" کہتے ہیں یہی مضمون دوسری حدیثوں میں اور طریقہ سے بیان کیا گیا ہے[1] مراد بہت دوری کا ہے گویا ایسے شخص کا جہنم سے کوئی واسطہ ہی نہیں رہتا۔

(۴۰۸) وعن انس رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصدقۃ ان تشبع کبداً جائعاً۔

(رواہ ابو الشیخ فی الثواب والبیہقی واللفظ لہ والاصبہانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کلیجے (یعنی پیٹ) کو سیر کر دو۔

(۴۰۹) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ان اللہ عز وجل یقول یوم القیامۃ: یا ابن آدم مَرِضْتُ فلم تَعُدْنی قال ، یا رب کیف اعودک و انت رب العالمین ؟ قال: اما علمت ان عبدی فلاناً مرض فلم تَعُدْہ اما علمت انک لو عُدْتَہ لوجدتنی عندہ - یا ابن آدم استطعمتک فلم تُطْعِمْنی قال ، یا رب وکیف اطعمک وانت رب العالمین ؟ قال ، اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ ، اما علمت انک لو اطعمتہ لوجدت ذٰلک عندی ۔ یا ابن آدم استسقیتک فلم

[1] دیکھئے حدیث ۲۱ اور اس کی تشریح۔ باب من قدم فی ایام من بجنۃ الاولاد۔

تَسْقِنِی قال : یا رب وکیف اسقیک وانت رب العالمین ؟ قال: استسقاک عبدی فلان فلم تَسْقِہ اما اِنّک لو سقیتہ وجدت ذٰلک عندی - (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (اپنے ایک بندے سے) فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تھا تو مجھے پوچھنے تک کو نہ آیا، وہ کہے گا: پروردگار میں آپ کو کیسے پوچھنے آتا (اور بیماری کو آپ سے واسطہ کیا) آپ تو تمام کائنات کے رب ہیں؟ ارشاد ہوگا تجھے معلوم نہیں میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو اسے پوچھنے نہ گیا، یاد رکھ! تو اگر اسے پوچھنے (اس کی عیادت و مزاج پرسی کرنے) جاتا تو مجھے وہیں پاتا (میری خوشی تجھے وہیں حاصل ہو جاتی)۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا: پروردگار میں آپ کو کیسے کھانا کھلاتا (اور کھانے پینے سے آپ کو تعلق کیا) آپ تو خود تمام کائنات کے پالن ہار ہیں؟ ارشاد ہوگا تجھے خبر نہیں میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا دیکھ! اگر تم اسے (اس وقت) کھانا کھلا دیتا تو آج تجھے وہ (کھانا اجر انعام کی صورت میں) یہاں ملجاتا۔

اے فرزند آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی تک نہ پلایا۔ وہ عرض کرے گا: پروردگار میں آپ کو کیسے پانی پلاتا (اللہ کیا آپ کو پانی

لہ من ح و ن ق ن ل س بحذف الواو۔

کی ضرورت) آپ تو پروردگارِ عالم ہیں (دنیا بھر کے جاندار پیاسے کلیجے اور بے جان خشک ذرّے آپ ہی کے کرم سے سیراب ہوتے ہیں)؟

ارشاد ہوگا: تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا تو نے اسے پانی نہیں پلایا دیکھ یقیناً اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو آج وہ پانی (دودھ اور شہد کی نہروں کی شکل میں) یہاں مل جاتا۔

(۴۱۰) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: اتی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم رجل فقال: مَا عَمَلٌ اِن عَمِلتُ بہ دخلتُ الجنۃ؟ قال: انت ببلدٍ یجلب بہ الماءُ؟ قال نعم. قال: فاشتربہا سقاءً جدیدًا ثم اسق فیہا حتی تخرِقَہا فانک لن تخرِقَہا حتی تبلغ بہا عمل الجنۃ۔

(رواہ الطبرانی وفیہ یحیی بن عبدالحمید الحمانی وفیہ کلام وقد وثق وبقیۃ رجالہ ثقات[۲])

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی (حضورؐ!) وہ کیا عمل ہے کہ اگر میں اسے کروں تو جنت میں پہنچ جاؤں؟ آپؐ نے پوچھا کیا تم ایسے مقام پر رہتے ہو جہاں پانی دوسری جگہ سے لایا جاتا ہے؟ آنے والے نے عرض کیا: جی! فرمایا تو تم ایک نئی پکھال[۳] (بڑی مشک) خرید

---

[۱] فی ل: اِن وھو تصحیف۔ [۲] الترغیب والترہیب و مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۲ بزیادۃ۔

[۳] پکھال بڑی مشک کہلاتی ہے جو جانوروں پر لاد کر لائی جاتی ہے اور مشک چھوٹی ہوتی ہے جو سقوں کے کام آتی ہے حدیث میں جو لفظ "سِقاء" آیا ہے یہ دونوں پر بولا جاتا ہے مگر یہاں پکھال ہی مراد ہے اس لئے کہ طبرانی اور بیہقی کی ایک دوسری روایت میں اونٹ پر لاد کر لانے کا ذکر ہے اور یوں بھی جب آبادی کے باہر سے پانی آتا تھا تو پکھالوں ہی میں آتا تھا۔

اور اس سے لوگوں کو پانی پلاؤ یہاں تک وہ (پرانی ہوکر) پھٹ جائے۔ تم اسے پھاڑنے نہیں پاؤ گے کہ تمہیں جنت کا عمل حاصل ہو جائے گا۔

تشریح:۔

اسلامی اعمال میں سے کسی ایک عمل کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تمام حالات میں اور ہر شخص کے لئے سب سے بہتر عمل ہے، مختلف حالات میں مختلف لوگوں کے لئے الگ الگ اعمال بہتر اور اہم ہوتے ہیں چنانچہ آپ حدیثوں میں دیکھیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر لوگوں کو مختلف اعمال کی ترغیب دی ہے اور مختلف اعمال کو حسب موقع بہترین عمل قرار دیا ہے اسلئے انسان کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ کن حالات میں کون سی نیکی کی زیادہ ضرورت ہے اور کون شخص کس عمل کا زیادہ اہل ہے

ضرورت مندوں کو کپڑے پہنانے کی ترغیب لباس کے بیان میں آئے گی۔

جانوروں کے ساتھ ہمدردی اور رحمدلی:۔

(۴۱۱) عن عبد اللہ بن عمرو[1] رضی اللہ عنہما ان رجلاً جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال[2] انی انزع فی حوضی حتی اذا ملأته لابلی[3] ورد علی البعیر لغیری فسقیته، فهل[4] فی ذالک من اجر؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل ذات کبد حرّی[5] اجرٌ۔

(رواه احمد ورواته ثقات مشهورون)

---

[1] من قن ل ولی ح من عمرو بو خطار والحدیث فی مسند احمد رقم ۷۰۷۵ ج ۱۲ ص ۳۰ (طبع جدید) فی مسانید عبد اللہ بن عمرو بن العاص وکذا فی مجمع الزوائد عن ابن عمرو۔

(باقی صفحہ آئندہ پر)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا (اللہ کے رسول!) میں اپنی کونڈی میں پانی کھینچ رہا ہوتا ہوں یہاں تک کہ جب میں اسے اپنے اونٹ کے لئے بھر لیتا ہوں تو (مثلاً) کسی اور کا ایک اونٹ آجاتا ہے میں اسے بھی پانی پلا دیتا ہوں۔ تو کیا میرے اس عمل کا مجھے کچھ ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر پیاسی جان کے ساتھ ہمدردی کرنے میں اجر ہے۔

(۲/۱۲) وعن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: بينما رجل يمشي بطريق اشتد عليه الحرّ، فوجد بئرا فنزل فيها فشرب ثم خرج فاذا كلبٌ يلهث يأكل الثرى من العطش، فقال الرجل: لقد بلغ هذا الكلب من العطش مثل الذى كان بلغ مِنّى فنزل البئر فملأ خُفَّهٗ ماءً ثم امسكه بفيه حتى رَقِيَ فسقى الكلب فشكر الله له فغفر له قالُوا يا رسول الله ان لنا في البهائم اجرًا؟ فقال: في كل كبد رطبة اجر۔

(رواه مالك والبخاری ومسلم وابوداؤد و ابن حبان الا انه قال۔ فشكرَ الله له فادخله الجنةَ)

حاشیہ صفحہ ۲۵۷ ٭ من ان لرحمن و فی ق: وقال ٭ كذا فی النسخ والزوائد و فی المنذ لدعلی ٭ فی ق نصلی لی۔ ٭ لیس فی ع والحرّیٰ فعل من الحرّ وهی تانيث حرّان شديدا لعطش۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گزشتہ امتوں میں سے کسی امت کا ذکر کرتے ہوئے) فرمایا: ایک شخص (راستہ میں) چلا جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی (راستہ میں) ایک کنواں ملا وہ اس میں اترا اور پانی پی کر نکل آیا اوپر آکر کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے زبان نکالے پڑا ہے اور کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ یقیناً اسے بھی ویسی ہی پیاس لگی ہے جیسی مجھے لگی تھی۔ چنانچہ وہ (دوبارہ) کنویں میں اترا اپنے (چمڑے کے) موزے میں پانی بھرا اور اسے منہ سے پکڑ کر (دونوں ہاتھوں اور پیروں سے) اوپر چڑھا اور اس کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی قدر کی اور اس کی مغفرت فرما دی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دیا حاضرین نے پوچھا: اللہ کے رسولؐ! چوپایوں (کے ساتھ ہمدردی کرنے) میں بھی ہمیں اجر ملے گا؟ فرمایا ہر تر کلیجے والے (ہر جاندار) کے ساتھ ہمدردی کرنے میں اجر ہے۔

صدقۂ جاریہ:۔

صدقۂ جاریہ رفاہِ عام کے وہ کام کہلاتے ہیں جس سے ایک عرصہ تک خلقِ خدا کو نفع پہنچتا رہے۔ یہ کام جب تک باقی رہتے ہیں یا ان کے اثرات جب تک دنیا میں پھیلتے رہتے ہیں برابر ان کا اجر و ثواب اس کرنے والے کو پہنچتا رہتا ہے۔ اس سلسلے کی ایک حدیث جلد اول میں نمبر ۱۳۸ پر گزر چکی ہے۔ وہی مضمون ذرا فرق سے ذیل کی حدیث میں بھی ہے۔

ؔ انتخاب الترغیب والترہیب جلد اول صفحہ ۳۸۶۔

(۲۱۳) عن انس بن مالك رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سبع تجري للعبد بعد موته وهو في قبره: من علّم علمًا - او كرى نهرًا - او حفر بئرًا او غرس نخلًا - او بنى مسجدًا - او ورّث مصحفًا او ترك ولدًا يستغفر له بعد موته -

(رواه البزار وابو نعيم في الحلية ورواه ابن خزيمه ولم يذكر فيه المصحف و تقدم معناه عن ابي هريرة رواه ابن ماجه باسناد حسن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات چیزیں ایسی ہیں جن کا اجر و ثواب آدمی کے قبر میں چلے جانے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔ جس نے کسی کو علم سکھایا (کوئی اچھی بات بتادی) یا کوئی نہر کھدوادی یا کوئی کنواں کھدوادیا یا کوئی کھجور کا (یا کوئی بھی پھل دار) درخت لگا دیا یا کوئی مسجد تعمیر کرادی یا کوئی قرآن مجید کا نسخہ (یا کوئی دینی کتاب کسی مسجد مدرسے یا کسی دینی ادارے میں) وقف کردی یا کوئی اولاد (اچھی تربیت کر کے) ایسی چھوڑی جو اس (ماں باپ) کے لئے مرنے کے بعد دعاء مغفرت کرے۔

(۲۱۴) وعن سعد بن عبادة رضى الله عنه قال: قلت يارسول الله إن امّي ماتت، فايّ الصدقة افضل؟ قال الماء فحفر بئرًا وقال هذه لام سعد -

(رواه ابوداؤد واللفظ له وابن ماجه وابن خزيمة في صحيحه وقال ان صح الخبر، وروى ابن حبان والحاكم بنحوه)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے تو (ان کے لئے) کون سا صدقہ سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: پانی چنانچہ (راوی کہتے ہیں) حضرت سعدؓ نے ایک کنواں بنوا دیا اور (اپنے دل میں) یہ کہہ لیا (یعنی نیت کر لی) کہ یہ سعد کی والدہ کا ہے (یعنی اس کا ثواب ان کو بخشتا ہوں)

(۴۱۵) وعن جابر رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من حفر ماءً لم یشرب منہ کبدٌ حرّی[1] من جنٍّ ولا انس ولا طائر الا آجرہ اللّٰہ یوم القیامۃ۔

(رواہ البخاری فی تاریخہ وابن خزیمہ فی صحیحہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی کنواں بنوا دیا (یا عام مخلوق کے لئے پانی کا کوئی اور انتظام کر دیا) تو جو بھی پیاسا جاندار اس میں سے پانی پیئے گا خواہ وہ جن ہو یا انسان ہو یا کوئی پرندہ ہو قیامت تک اللہ تعالیٰ اس شخص کو اجر دیتا رہے گا۔

تشریح:۔

رفاہ عام کے کاموں کی کوئی حد نہیں، اور آج کل تو وسائل زندگی بہت بڑھ چکے ہیں انسانوں کی ضرورتوں میں بہت اضافہ ہو گیا ہے آدمی تلاش کرے کہ لوگوں کو کہاں کس چیز کی ضرورت ہے پھر اس جگہ وہی چیز فراہم کر دی جائے اسی

---

[1] کبد حرّیٰ تر و تازہ جگر والا (بلا ہمزہ) حَرّیٰ میں حرارت ۔

طرح اس پر نظر ڈالی جائے کہ لوگوں کو اگر کسی چیز سے تکلیف پہنچ رہی ہو تو اسے دور کر دیا جائے ان کے کاموں میں کوئی رکاوٹ ہو تو وہ دور کر دی جائے اور اسی میں وہ کوشش اور جد وجہد بھی شامل ہے جو آدمی کسی اور سے کام نکلوانے میں کرتا ہے مثلاً کوئی ضرورت کی چیز کوشش کر کے حکومت سے فراہم کرادی کہیں پل کی ضرورت تھی کوشش کر کے پل تعمیر کرادیا اس میں اگرچہ اس شخص کا کچھ خاص خرچہ نہیں ہوا مگر یہ کام چونکہ اسی کی کوشش سے انجام پایا ہے اس لئے یہ بھی اجر میں پوری طرح شریک ہے

اس کے ساتھ جلد اول میں گزری ہوئی تشریح بھی دیکھ لی جائے۔

صدقہ سے شفاء امراض :-

(۲۱۶) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: حَصِّنوا اموالکم بالزکٰوۃ وداووا مرضاکم بالصدقۃ واعدوا للبلاء الدعاء

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ والخطیب فی تاریخہ والعسکری والقضاعی[1])

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مالوں کی قلعہ بندی (اور حفاظت) کرو زکوٰۃ کے ذریعہ۔ اور اپنے مریضوں کا علاج کرو صدقہ خیرات کے ذریعے اور آفتوں، بلاؤں کے لئے دعاء (کا ہتھیار) تیار کرو۔

[1] من مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۳، والجامع الصغیر ج ۱ ص ۱۴۸ وحلیۃ ۲ ص ۱۴ والمقاصد الحسنۃ ص ۹۰ وفی الباب روایات عن جماعۃ من الصحابۃ ذکرہا المحدثون بعدۃ طرق تقوی بعضہا ببعض بسطہا السخاوی وغیرہ۔

تشریح:-

اس مضمون کی تائید ان تمام روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں صدقے خیرات کے ذریعہ بلاؤں اور آفتوں کا دور ہونا اور غضب الٰہی کا ٹھنڈا ہونا بیان ہوا ہے حدیث مذکور میں خاص طور پر بیماریوں کے لئے صدقے کا مفید ہونا بیان کیا گیا ہے اور بلا شبہ یہ ایک کامیاب اور مجرب طریقہ علاج اور شفار حاصل کرنے کا ایک بہت مختصر اور قریبی راستہ ہے، مصنف کتاب حافظ زکی الدین المنذری نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ مشہور امام حدیث عبداللہ بن مبارکؒ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور بیان کیا کہ میرے گھٹنے میں سات سال سے ایک پھوڑا ہے میں ہر قسم کا علاج کر چکا ہوں اور بہت سے طبیبوں سے مشورہ کر چکا ہوں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: جاؤ اور کوئی ایسی جگہ تلاش کرو جہاں لوگوں کو پانی کی تنگی ہو اور وہاں تم ایک کنواں بنوا دو، مجھے امید ہے کہ ادھر زمین سے چشمہ ابلنا شروع ہوگا اور ادھر ساتھ کے ساتھ تمہارا خون بہنا بند ہو جائے گا چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور بفضلہ تعالیٰ شفایاب ہو گیا۔[1]

اس واقعہ کے ناقل امام بیہقیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ امام ابو عبداللہ حاکم کا بھی اسی قسم کا ایک واقعہ ہے۔ ان کے چہرے پر پھنسیاں ہو گئیں ہر طرح کا علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور اسی میں تقریباً ایک سال گزر گیا، ایک روز انھوں نے امام ابو عثمان الصابونی کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ اپنی جمعہ کے روز کی مجلس میں میرے لئے دعار فرمائیں۔ چنانچہ انھوں نے دعا فرمائی اور سب لوگوں نے خوب توجہ سے آمین کہی، جب دوسرا جمعہ آیا تو ایک خاتون نے مجلس میں امام ابو عثمان کی خدمت میں ایک پرچہ پہنچایا کہ میں گزشتہ جمعہ کو جب یہاں

---

[1] رواہ البیہقی عن علی بن الحسن بن شقیق عن ابن المبارکؒ ۔۔۔ (الترغیب)

سے گھر واپس لوٹی تو میں نے گھر جاکر بھی رات کو امام ابو عبداللہ حاکم کے لئے خوب گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی، اسی شب مجھے سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ ارشاد فرماتے تھے کہ: قولی لابی عبد اللّٰہ یُوَسِّعِ الماءَ علی المسلمین ۔ (ابو عبداللہ حاکم سے کہدینا کہ مسلمانوں کے لئے پانی کی فراوانی کردیں) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ میں یہ رقعہ لے کر امام ابو عبداللہ کے پاس پہنچا انھوں نے پرچہ دیکھتے ہی اپنے گھر کے سامنے سبیل قائم کرنے کا حکم دیدیا چنانچہ سبیل تعمیر ہوئی اور وہاں پانی بھرا گیا اور برف ڈالا گیا اور لوگ پانی پینے لگے بیہقی کا بیان ہے کہ ایک ہفتہ بھی گزرنے نہیں پایا تھا کہ شفا کے آثار ظاہر ہونے لگے اور جلد ہی تمام پھنسیاں ٹھیک ہوگئیں اور چہرہ پہلے کی طرح بالکل صاف وبے داغ ہوگیا اور وہ اس کے بعد کئی سال زندہ رہے۔[1]

ہمارے علم میں کئی ایسے لوگ ہیں جو اپنی بیماریوں اور دیگر مشکلات میں یہی طریقہ اپناتے ہیں اور انھیں فائدہ ہوتا ہے بعض اہل علم نے بالکل درست لکھا ہے کہ "دوا دارو کے مروجہ حسی طریقوں کے مقابلہ میں یہ طریقہ زیادہ نفع بخش ہے۔[2]

چند وہ چیزیں جن میں سب کا حق ہے:۔

(۲۱۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لا یکلمھم اللہ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ رَجُلٌ علی فضلِ ماءٍ بفلاۃ یمنعہ ابن السبیل - زاد فی روایۃ؛ یقول اللہ لہ: الیوم امنعک فضلی

---

[1] الترغیب من البیہقی۔ [2] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۹
[3] من نال رحمۃ دنیا یمنع منہ۔

كما منعت فضل ما لم تعمل يداك - الحديث.

(رواه الخمسة الا الترمذي)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ ان سے بات کریگا نہ ان کی طرف نظر اٹھائے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک صاف کرے گا، اور ان کو دردناک عذاب ہوگا (پھر ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:) ایک وہ شخص جس کے پاس جنگل میں اس کی ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور وہ اس میں سے کسی مسافر کو نہ لینے دے۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہدے گا: آج میں بھی تجھے اپنے فضل سے محروم رکھوں گا جس طرح تو نے ایک ایسی چیز سے (میرے ایک بندے کو) محروم کر دیا تھا جو تیرے ہاتھوں کی بنائی ہوئی بھی نہ تھی۔

(۴۱۸) وعن رجل من المهاجرين من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال: غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلثا اسمعه يقول المسلمون شركاء في ثلاث: في الكلاء والماء والنار۔

(رواه ابوداؤد)

ایک مہاجر صحابی کا بیان ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین بار غزوہ میں شریک رہا ہوں (ہر بار) میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سنا: تین چیزوں میں تمام مسلمان ساجھی اور شریک ہیں: گھاس پانی اور آگ۔

تشریح :-

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا نہ تو مانگنا کوئی عیب سمجھا جاتا ہے اور نہ دینے والے کو ان کے دینے میں کوئی ناگواری ہوتی ہے اور ایسی چیزوں سے منع کرنا عموماً بہت زیادہ معیوب اور بڑی گھٹیا بات سمجھی جاتی ہے۔ یہ چیزیں ہر زمانے میں اور ہر علاقے میں بدلتی بھی رہتی ہیں مگر یہ تین چیزیں تقریباً ہر جگہ ہی اس قسم میں شمار ہوتی ہیں تاہم لینے والے کو یہ ضرور خیال رکھنا چاہیئے کہ نہ تو اتنی مقدار میں لیلے کہ خود مالک کو نقصان ہونے لگے اور نہ اس قدر بار بار ستائے کہ آدمی پریشان ہو جائے اسی طرح مالک کو بھی اس قسم کی چیزوں میں ذرا کشادہ دلی سے کام لینا چاہیئے۔

یہاں ایک بات یہ بھی واضح کر دینا مناسب ہے کہ یہ قانونِ ملکیت کا بیان نہیں بلکہ بلندیٔ اخلاق کی تعلیم اور صالح معاشرے کی تشکیل ہے۔ ایک بھائی کو خدا نے اگر ایک نعمت دی ہے تو وہ اس میں اپنے دوسرے نادار بھائیوں کا بھی حق سمجھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے مال میں سائلوں اور حاجت مندوں کا ایک معینہ حق ہے[۱]۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایسی چیزیں کیا کیا ہیں جن کو منع نہیں کرنا چاہیے؟ آپؐ نے فرمایا: پانی نمک اور جو تم سے ہو سکے[۲]۔

محسن کی شکر گزاری :-

اس مضمون کی ایک حدیث نمبر ۳۶۸ پر گزر چکی ہے۔ اسے مع تشریح وہاں دیکھ لیا جائے۔

(۴۱۹) عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] سورۃ الذاریات آیت ۱۹ سورۃ المعارج آیت ۲۴-۲۵ [۲] رواہ ابوداؤد ومن امراۃ یقال لہا بھیسۃ ترغیب

قال، من أعطي عطاءً فوجد فليجز به، فان لم يجد فليثن، فان من أثنى فقد شكر ومن كتم فقد كفر، ومن تحلّى بما لم يُعطَ كان كلابس ثوبَي زور۔

(رواہ الترمذی واللفظ لہ وابو داؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے کوئی چیز دی گئی اور یہ اپنے پاس گنجائش پاتا ہے تو اسے بھی اس کے بدلے کچھ دینا چاہیئے اور اگر بدلہ دینے کی گنجائش نہ ہو تو اسے دینے والے کی تعریف کرنی چاہیئے کیونکہ جس نے تعریف کردی اس نے شکریہ ادا کردیا اور جس نے (لے کر) چھپالیا اس نے ناشکری کی، اور جس نے کسی ایسے لباس کے بارے میں) اپنے پاس ہونے کا اظہار کیا جو اسے میسر نہیں ہے تو وہ ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا (یعنی سر سے پیر تک جھوٹ ہی جھوٹ میں لپٹنے والا)

تشریح :۔

اپنے احسان کرنے والے کے احسان کا کہیں دو چار آدمیوں میں ذکر کردینا یا اس کے احسان کی مناسب تعریف کر دینا بھی اس کا بدلہ اور اس کا شکریہ ہے اور احسان لینے کے بعد اس کو چھپانے کی کوشش کرنا یا بے نیازی ظاہر کرنا بہت بڑی ناشکری اور احسان فراموشی ہے ایسا آدمی اللہ کے یہاں بھی ناشکرا قرار پاتا ہے اور خود دنیا والوں کی نظر میں ذلیل اور بے وقعت ہو جاتا ہے پھر لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے کوئی ہمدردی نہیں رہجاتی۔

حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز اور جو نعمت میسّر نہیں یا جو

خوبی اور کمال اپنے اندر موجود نہیں ہے لوگوں کے سامنے اس کی نمائش کرنا اپنے کو خوشحال یا باکمال ظاہر کرنا بہت بڑا فریب ہے. مثال کے طور پر ایک شخص غریب ہے تو وہ نہ تو اپنی تنگی اور پریشانی لوگوں کے سامنے ظاہر کرے اور نہ یہ ڈینگ مارتا پھرے کہ آج ہم نے فلاں فلاں قسم کے کھانے تیار کئے اور فلاں قسم کے کپڑے یا سامان خریدا، اسی طرح مختلف طریقوں سے کردار سے گفتار سے، زبان اور چال ڈھال سے اپنے اندر ایسی خوبیاں اور کمال ظاہر کرنا جو واقعتاً اپنے اندر موجود نہیں کیا یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے۔

(۴۲۰) وعن أسامة بن زيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صُنع اليه معروف فقال لفاعله: جزاك الله خيراً۔ فقد ابلغ في الثناء۔

(رواه الترمذي ورواه الطبراني في الصغير مختصراً[1])

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ کسی نے کوئی بھلائی کی اور اس نے اس بھلائی کرنے والے سے کہہ دیا جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا (اللہ تعالیٰ تجھے بہترین بدلہ دے) تو اس نے اس کی تعریف (اور شکریے) کا حق ادا کر دیا۔

(۴۲۱) وعن الأشعث بن قيس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنَّ أشكرَ الناسِ للهِ تبارك وتعالى أشكرُهم للناس۔ وفي رواية: لا يشكر الله من لا يشكر الناس۔

(رواه احمد ورواته ثقات)

---

[1] والنسائي في يوم وليلة وابن حبان في صحيحه (مشكوٰۃ ج ۲ ص ۱۰۲)۔

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ شکر وہی بندہ ادا کرتا ہے جو انسانوں کا زیادہ شکر گزار ہے۔

اور ایک روایت میں ہے: جو بندہ انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہے۔

تشریح:-

کسی انسان کے اندر جذبۂ شکر گزاری اور احسان مندی اس کے کمالِ انسانیت اور شرافت کی دلیل ہے، جس کے اندر احسان شناسی اور شکر کا مزاج ہوگا وہ ہر جگہ شکر ادا کرے گا اور چونکہ انسان پر اللہ ربّ العزت سے زیادہ اور کس کے احسانات ہو سکتے ہیں اس لئے وہ اللہ کا اور بھی زیادہ شکر گزار اور وفادار بندہ ہوگا۔ بس جو شخص بندوں کا شکر گزار نہیں تو یاد وہ شکر گزاری کے جوہر ہی سے محروم ہے پھر اس سے اس بات کی بھی کیا توقع کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے گا۔



کتابُ الصَّوم

روزہ اور اس کے متعلقات

قبولِ اسلام کے بعد اس کے چار بنیادی احکام نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج ہیں اوپر وہ احادیث گزر چکی ہیں جن میں ان سب کا مجموعی بیان اور ان کی اہمیت وغیرہ ذکر کی گئی ہے۔ انہی چار بنیادی احکام میں سے ایک اہم حکم روزے کا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے حیوانات اور فرشتوں کی درمیانی مخلوق بنایا ہے۔ اس میں فرشتوں کی ملکوتی صفات اور حیوانات کی بہیمی خصوصیات دونوں بالکل متضاد چیزوں کو حکیم مطلق نے بڑے لطیف طریقے پر جمع کر دیا ہے، اس لئے اس دو آتشہ مجموعے کی طبیعت و جبلت میں ایک طرف وہ سفلی اور بہیمی تقاضے بھی ہیں جو عام حیوانات میں پائے جاتے ہیں اور دوسری طرف اس کی فطرت میں قدرت نے وہ روحانی اور نورانی طلب بھی پوری طرح ودیعت کی ہے جو خالص ملکوتی دنیا کا خاصہ ہے۔ بس انسان کی کامیابی کا راز اسی کشمکش میں ہے کہ اس کی ملکوتیت اور بہیمیت دونوں آپس میں رزم آرا اور برسرپیکار ہوں نہ ملکوتیت اتنی بڑھ جائے کہ عام جسمانی تقاضوں سے بے تعلق کر دے اور نہ بہیمیت اتنی غالب آجائے کہ انسان فقط ایک حیوان محض بن کر رہ جائے۔ اس کی روح ملکوتیت کی طرف پرواز کرتی ہے اور اس کا عنصری جسم اسے بہیمیت کی طرف کھینچتا ہے۔ شریعت نے ان دونوں میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے دونوں کی حدود متعین کیں جب کبھی

---

۱ اس تمہیدی مضمون کا بنیادی تخیل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۴۸ سے ماخوذ ہے۔

روح نے غیر معمولی غلبہ پاکر رہبانیت کی طرف قدم بڑھایا تو شریعت نے نفس کے اور دنیوی بحوں کے تقاضے سمجھا کر اسے روکا اور جب کبھی نفس کا اقتدار بڑھا اور اس نے نفس پرستی اور شہوت رانی کا تقاضہ کیا تو شریعت نے اس کے روحانی تقاضے اور اخلاق و عبادات کے فرائض یاد دلائے۔

انسان کی حیوانیت اور بہیمیت کو اصل غذا چونکہ کھانے پینے اور خواہشات نفسانی کے پورا ہونے سے ملتی ہے اس لئے اس کی بہیمیت کے لئے اس سے بہتر لگام کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی کہ اس کی اصل غذا پر کنٹرول کیا جائے اس لئے شریعت نے انسان کے اسی نظام پر تھوڑی سی پابندی عائد کر کے روح کے لئے اس بات کا موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اپنی پرواز بڑھا سکے اور اپنے تقاضے پورے کر سکے چنانچہ قرآن کریم نے اللہ کا جو فائدہ بتایا ہے وہ یہی ہے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم پرہیزگار بن سکو۔ اسلام کے علاوہ بھی جس کسی مذہب نے انسان کی بہیمی قوت کو اس کی روحانیت کے تابع بنانا چاہا ہے ہمیشہ اسی نسخہ کو اپنایا ہے چنانچہ دنیا کے تقریباً تمام مشہور مذاہب میں کسی نہ کسی شکل میں روزے کا تصور ملتا ہے[1]۔

روزے کی فضیلت:۔

(۲۲۴) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال اللہ عزوجل: کل عمل ابن آدم لہ الا الصوم فانہ لی وانا أجزی بہ، والصیام جُنّۃ، فاذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب

[1] قدیم مصریوں میں یونانیوں میں اور یہاں ہندوستان میں اس کا رواج ملتا ہے۔

فان سابّه احد، او قاتله فليقل انی صائم انی صائم، والذی نفس محمد بیده لخلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسك، للصائم فرحتان يفرحهما: اذا افطر فرح بفطره واذا لقی ربه فرح بصومه۔

(رواه البخاری واللفظ له ومسلم)

وفی رواية للبخاری: يترك طعامه وشرابه وشهوته من اجلی، الصيام لی وانا اجزی به، والحسنة بعشر امثالها۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کا فرمان ہے: آدمی کا ہر عمل اسی کا ہے سوائے روزے کے وہ میرا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزے ڈھال ہیں (جس طرح جنگ میں ڈھال کے ذریعہ دشمن کا وار روکا جاتا ہے اسی طرح روزے کے ذریعہ جہنم سے حفاظت ہوتی ہے) اس لئے جب تم میں سے کسی کا روزہ ہوا کرے تو نہ بیہودہ باتیں بکے اور نہ شور وشغب کرے اگر کوئی دوسرا بھی اس سے گالی گلوچ کرے تو (اس سے) کہدے کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں (مجھے لڑائی جھگڑے سے معاف رکھو)۔

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت محمد کی جان ہے روزہ دار کے منھ کی بو

ل‍ه سقط من ل۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے ۔ روزہ دار
کے لئے دو خوشی (کے موقع) ہیں جہاں وہ خوش ہوگا: ایک افطار
کے وقت جبکہ وہ کھانے پینے سے (طبعی طور پر) خوش ہوتا ہے اور
(دوسری اصلی اور روحانی خوشی) اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے
پروردگار سے ملے گا، اس وقت وہ اپنے روزے سے
خوش ہوگا۔

تشریح:۔

"روزے کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی دے گا" سے مراد یہ ہے کہ جس میں خود دیدوں
گا مخلوق اس کا اندازہ نہیں کرسکتی چنانچہ ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ
بیان ہے کہ والصیام للہ عزوجل لایعلم ثواب عاملہ الا اللہ
عزوجل (طبرانی فی الاوسط والبیہقی عن ابن عمرؓ) روزے کا ڈھال ہونا بیان کرنے
کے بعد بیہودہ اور فضول باتوں سے پرہیز کی تاکید اس لئے کی گئی ہے کہ ان باتوں سے
یہ ڈھال کمزور اور بے جان ہو جاتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:۔
الصیام جنۃ مالم یخرقھا بکذب اوغیبۃ۔
(طبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)
یعنی روزہ ڈھال ہے مگر اسی وقت تک جب تک کہ اسے جھوٹ اور غیبت وغیرہ
سے پھاڑ نہ ڈالا جائے ۔
کسی کے لڑائی جھگڑے کے جواب میں یہ کہنا ہی ضروری نہیں کہ میں روزے سے

لہ الترغیب ج ۲ ص ۸۲ ۔ ۲ الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۱ ۔

ہوں " بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسے بھی ہو جھگڑے سے الگ رہے روزہ دار کے منھ کی بو پسند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ روزے ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، یہ کسی محبوب کے قدموں کے نقوش اور کسی کی زلفوں کی نکہت ہے ؎

در منزلے کہ جاناں، روزے رسیدہ باشد
باخاکِ آستانش، داریم مرحبائے

انطار کے وقت کھانے پینے سے خوش ہونا ایک طبعی چیز ہے جو ہر شخص کو ہوتی ہے اور اہلِ کمال کو ایک مزید خوشی یہ بھی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک عبادت کا حکم دیا تھا اس کا شکر ہے ہم جس قابل تھے اس کو ہم نے انجام دیا اور اب اس سے فارغ ہو رہے ہیں۔

(۴۲۳) وعن سهل بن سعد رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ان فى الجنة باباً يقال له الريّان يدخل منه الصائمون يوم القيامة لا يدخل منه احد غيرهم فاذا دخلوا اغلق فلم يدخل منه احد۔

(رواه البخارى ومسلم والنسائى والترمذى ـــــ وزاد: ومن دخله لم يظمأ ابداً)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام "ریّان" ہے، اس سے روزہ دار بندے قیامت کے دن داخل ہوں گے اور ان کے سوا کوئی اور اس سے نہ گزر سکے گا جب وہ

داخل ہو چکیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی
داخل نہ ہوگا

تشریح:۔

روزہ دار پر روزہ کی وجہ سے جو مشقت و تکلیف ظاہر ہوتی ہے اس میں زیادہ نمایاں خشکی اور پیاس ہے اس لئے اس کو جو کچھ انعامات ملنے والے ہیں ان میں خصوصی انعام بھی سیرابی سرسبزی کا ہے، ریّان کے لفظی معنی ہیں سیراب یا سرسبز و شاداب اور یہ دروازہ خاص روزہ داروں کے لئے تیار کیا جائے گا۔ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھوک پیاس کی تکلیف تو کسی کو بھی نہ ہوگی لیکن اس دروازے کی تاثیر یہ ہے کہ جو اس سے گزر جائے گا اس کو سیرابی کی ایک ایسی خاص کیفیت حاصل ہو جائے گی جس سے وہ ہمیشہ ہمیش لطف اندوز ہوتا رہے گا

(۴۲۴) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اُغزوا تغنموا، وصوموا تصحوا، وسافروا تستغنوا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط ورواتہ ثقات)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غزوہ کرو مال غنیمت پاؤ گے، روزے رکھو صحت مند رہو گے: (تجارت کے لیے) سفر (بھی) کیا کرو دولت مند ہو جاؤ گے۔

تشریح:۔

شریعتِ اسلامی کے احکام میں آخروی فوائد کے ساتھ ساتھ سیکڑوں ہزاروں

منافع خود دنیا کے بھی موجود ہیں انسان رفتہ رفتہ کائنات کے مطالعہ سے اعمالِ اسلامی کے ان دنیوی فوائد سے بھی باخبر ہوتا جارہا ہے، اس حدیث کا یہ مقصد نہیں ہے کہ انہی فوائد کو سامنے رکھکر یہ کام کئے جائیں بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ ان کے اصل فوائد کے ساتھ ساتھ یہ مادی اور دنیوی فوائد بھی حاصل ہوں گے

(۴۲۵) وعن جابر رضی اللہ عنہ عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الصیام جُنَّۃ یستجن بھا العبد من النار۔

(رواہ احمد باسناد حسن والبیھقی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزے ڈھال ہیں جس کے ذریعہ بندہ جہنم سے اپنی حفاظت کرتا ہے۔

(۴۲۶) وعن عبد اللہ بن عمرؓو رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الصیام والقراٰن یشفعان للعبد یوم القیامۃ یقول الصیام: ای ربِّ منعتہ الطعام والشھوۃ فشفِّعنی فیہ۔ ویقول القراٰن: منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیہ۔ قال: فیُشفَّعان۔

(رواہ احمد والطبرانی ورجالہ محتج بہم فی الصحیح وابن ابی الدنیا فی کتاب الجوع وغیرہ باسناد حسن والحاکم وصححہ وابونعیم والبیہقی[۲])

---

[۱] من ق ن ل، ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۱ والمشکوٰۃ ص ۱۷۳ وفی ح ص: عمرو مخطار

[۲] من الترغیب والمشکوٰۃ ص ۱۷۳۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزے اور قرآن مجید قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے: پروردگار! میں نے اس کو کھانے (پینے) اور تقاضۂ نفسانی پورا کرنے سے روکا تھا آپ اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجئے۔ اور قرآن مجید کہے گا: میں نے اس کو رات میں (آرام کی) نیند سونے سے روکا تھا (رات کو یہ بندہ نماز میں کھڑا ہوا میری تلاوت کیا کرتا تھا) آپ اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجئے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔

تشریح :-

یہ سفارش ایسی ہی ہے جیسے کوئی ماں اپنے بچے کے بارے میں کہے کہ "یہ کمبخت ماما پاتھ نہیں اٹھنے دیتی ورنہ ایسا جی میں آتا ہے کہ اس کے ہاتھ پیر توڑ دوں" ظاہر ہے کہ "ماما" خود اس ماں سے الگ تو کوئی چیز ہے نہیں۔ اسی طرح روزے اور قرآن مجید کا کسی بندے کو سزا نہ ہونے دینا اور سفارش کرنا دراصل خدائے کریم ہی کے لطف و کرم کا ظہور ہے، روزہ اس کے نام کی ایک عبادت ہے اور قرآن کریم خود اس کی ایک صفت کا مظہر ہے۔ ان کے سفارش کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ خدائے کریم خود اپنے بندے کو ان دو نیکیوں کے بہانے بخش دینا چاہتا ہے۔ ورنہ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗۤ اِلَّا بِاِذْنِہٖ[1] کس کی مجال ہے جو اس کے دربار میں بغیر اس کا منشا پائے کسی کی سفارش کرسکے

ع کس را رسد نہ چون و چرا در قضائے ما

[1] بقرہ آیت ۲۵۵

(۴۲۷) وعن سلمة بن قيصر رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من صام يوما ابتغاء وجه الله باعده الله من جهنم كبعد غراب طار وهو فرخ حتى مات هرما[1]۔

(رواه ابو يعلى والبيهقي ورواه الحسن بن ابي سفيان والطبراني في الكبير والاوسط فسماه سلامة بزيادة ألف[2] وفيه عبد الله بن لهيعة وفيه كلام ورواه احمد والبزار من حديث ابي هريرة وفيه رجل لم يسم[3]۔)

حضرت سلمہ بن قیصر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک دن کا روزہ (بھی محض) خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے رکھ لیا وہ جہنم سے اتنا دور ہوجائے گا جیسے کوے کا بچہ (بچہ) اڑے اور اڑتے اڑتے بہت بوڑھا ہوکر مرجائے۔

---

[1] في ل: طرما وهو تصحيف۔ [2] قال ابن صالح: سلمة عندنا اصح۔ وهو من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم (اصابہ ج ۲ ص ۱۱۱) [3] من الترغيب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۱ والاصابہ ج ۲ ص ۱۱۱

یہاں یہ بات قابل تنبیہ ہے کہ مشکوٰۃ ص ۱۸۱ میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے اور حضرت سلمہ بن قیصر کی اس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے مگر یہ نام غلطی سے سلمہ بن قیس لکھا گیا ہے ملا علی قاری نے بھی اس پر تنبیہ کی ہے۔

تشریح :-

کوا مسلسل اڑنے اور مسافت طے کرنے میں خاص کمال رکھتا ہے، پھر اس کی عمر بھی عام پرندوں سے بہت زیادہ ہوتی ہے، وہ جب سے اڑنے کے قابل ہوتا ہے اسی وقت سے کسی ایک رُخ پر اڑنا شروع کرے تو اندازہ کیجیے اپنی پوری زندگی اڑ کر وہ کس قدر فاصلہ طے کرے گا یہی مضمون متعدد حدیثوں میں مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ کسی میں زمین آسمان کی مسافت بیان کی گئی ہے اور کسی میں ستر اور کسی میں سو سال۔ یہ روایتیں مصنف نے ذکر کی ہیں مراد تمام حدیثوں سے یہ ہے کہ یہ بندہ جہنم سے بہت دور اور اللہ کی خوشنودی کے بہت قریب ہو جاتا ہے اور اس کے انعام و اکرام کا مستحق بن جاتا ہے۔

(۴۲۸) وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لو ان رجلا صام یوما تطوعا ثم اعطی ملء الارض ذهبا[1] لم یستوف ثوابه دون یوم الحساب۔ (رواه ابو یعلی والطبرانی فی الاوسط ورواته ثقات الالیث بن ابی سلیم قال المنذری فی رجاله وفیه خلاف وقال الهیثمی هو ثقة ولکنه مدلس[2])

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک دن کا نفل روزہ رکھا اگر اس کو پوری زمین بھر کر سونا دیدیا جائے تب بھی اس کا ثواب پورا نہ ہوگا۔ روز جزا سے پہلے اس کا ثواب پورا ہو ہی نہیں سکتا۔

---

[1] سقط من ل لفظ ابی۔ [2] الترغیب ورجال الترغیب للمنذری ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۲

تشریح:-

بچے کے لئے ماں کا پیٹ یقیناً ایک دنیا ہوتی ہے مگر جب وہ اس دنیا میں آکر ہوش سنبھالتا ہے تو اسے اپنی پرانی "دنیا" کی تنگی و تاریکی پر حیرت ہوتی ہے کنویں کا مینڈک اپنی اس چہار دیواری کو ایک جہان تصور کرتا ہے مگر سوچیے کہ اس جہاں کی کیا حقیقت ہے بالکل اسی طرح عالم آخرت کی وسعتیں اس قدر لامحدود و بے پایاں ہیں کہ اگر ہم اس کا کسی درجہ میں بھی تصور کر سکیں تو ہمیں اپنی اس چھوٹی سی دنیا کی تنگ دامانی پر ہنسی آجائے اسی لئے خدا تعالیٰ نے اجر و ثواب کے لئے اس دنیا کو ناکافی قرار دیا اور اس کے لئے اخروی دنیا کو تجویز کیا ہے۔

(۴۲۹) وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال: اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ مرنی بامر ینفعنی اللہ بہ۔ قال: علیک بالصیام، فانہ لا مثل لہ ــ رواہ النسائی وعند ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث:ــ قال: قلت: یارسول اللہ دلّنی علی عمل ادخل بہ الجنۃ۔ قال علیک بالصوم، فانہ لا مثل لہ۔ قال: فکان[1] ابوامامۃ لایُری فی بیتہ الدخان نہارا الا اذا نزل بھم ضیف۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔ آپ نے فرمایا: روزے کو اپنے لئے ضروری سمجھو کیوں کہ اس جیسا کوئی

---

[1] مت ق ح؛ وفی ان ل ص: وکان۔

عمل نہیں ہے — اور ایک روایت میں ان کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جسے کر کے میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپؐ نے فرمایا: تم روزے کو اپنے اوپر لازم کر لو کیوں کہ اس جیسا کوئی عمل نہیں ہے راوی کا بیان ہے کہ (اس کے بعد) ابو امامہ کے گھر سے دن کے وقت کبھی دھواں اٹھتا نہیں دیکھا گیا سوائے اس کے کہ کبھی کوئی مہمان آجائے۔

تشریح :-

ہر عمل کسی نہ کسی حیثیت سے دوسرے تمام اعمال سے بہتر ہوتا ہے اسی طرح لوگوں کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک کے لئے ایک ہی عمل کو سب سے بہتر نہیں کہا جا سکتا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو امامہ کے لئے سب سے بہتر عمل روزہ قرار دیا چنانچہ علیک کا لفظ بھی اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ یہ مشورہ ہر مسلمان کے لئے نہیں ہے۔ دن میں گھر سے دھواں نہ اٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے سبھی افراد روزے سے رہتے تھے چنانچہ احمد و طبرانی کی دوسری روایت میں ہے کہ ابو امامہ، ان کی بیوی اور ان کا خادم سب روزے سے رہتے تھے۔

روزہ دار کی دعاء :-

(۴۳۰) عن عبد اللہ یعنی بن ابی ملیکۃ عن عبد اللہ یعنی ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال، قال رسول اللہ صلی اللہ

لہ رواہ احمد والطبرانی عن ابی امامۃ ورجال احمد رجال الصحیح۔ (الزوائد ج ۳ ص ۱۸۱) ۔ لیس فی ق۔

عليه وسلم ان للصائم عند فطره لدعوة ما ترد، قال وسمعت عبد الله يقول عند فطره: اللهم اني اسألك برحمتك التي وسعت كل شيء ان تغفر لي۔

(رواه الحاكم وابن ماجة والبيهقي واللفظ له وابن السني وزاد البيهقي في رواية والحاكم ذنوبي)[1]

عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزے دار کو اس کے افطار کے وقت ایک دعا ملی ہے جو رد نہیں کی جاتی۔

عبد اللہ بن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو افطار کے وقت یہ دعا کرتے سنا ہے،

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ۔	اے اللہ میں تجھ سے تیری اس رحمت کے صدقے جو ہر ہر چیز پہ چھائی ہوئی ہے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میرے تمام گناہ بخش دے۔

(۴۳۱) وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة لا ترد دعوتهم: الصائم حين يفطر،

[1] والبو يعلي بسند حسن والطبراني في الدعاء (شرح اذكار النواوية ج ۴ ص ۳۴۲ لابن علان)

[2] نسبه المصنف الى البيهقي وحده وذكره الجزري في الحصن ص ۱۰۸ بزيادة ذنوبي و نسبه الى الحاكم (ج ا ص ۴۲۲) وابن ماجة (ص ۱۲۶) وابن السني (ص ۱۲۸) من غير تمييز مع ان ابن ماجة وابن السني لم يذكراه ذنوبي۔ قال المنذري فيه اسحق بن عبيد الله المدني لا يعرف، وبهامش ق: هذا اسناد صحيح رجاله ثقات۔ قال الذهبي في الكاشف اسحق صدوق ذكره ابن حبان في الثقات، والو يزداد انه كان مدلسا لكنه صرح بالتحديث فزالت تهمته بحديثه ملخصاً۔

والإمام العادل، ودعوة المظلوم۔ یرفعها الله فوق الغمام وتُفتح لها ابوابُ السّماء، ویقول الرب: وعزتی وجلالی لأنصرنّك ولو بعد حین۔

(رواہ احمد فی حدیث والترمذی وحسنہ واللفظ لہ وابن ماجہ وابن خزیمۃ وابن حبان ؁ الا انھم قالوا حتیٰ یفطر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی: روزہ دار جس وقت وہ افطار کرے، اور منصف بادشاہ، اور مظلوم کی دعا، اس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھاتا ہے، اور اس کی قبولیت کی خاطر آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور پروردگار اس سے فرماتا ہے کہ میں ضرور ضرور تیری مدد کروں گا خواہ (کسی مصلحت سے) کچھ دیر لگ جائے۔

تشریح:۔

یہ تینوں دعائیں وہ ہیں جو یقیناً مقبول ہیں، روزہ دار دن بھر اپنے نفس کے تقاضوں کو دبا کر خدا تعالیٰ کے ایک حکم کو انجام دیتا ہے۔ افطار کا وقت اس فریضہ کی تکمیل کا وقت ہے۔ غلام اور مزدور کو اس کی خدمت کا صلہ اور انعام آخر ہی میں ملا کرتا

؁ ای ھؤلاء کلھم الا الترمذی، وتیکرر ھذا الحدیث عند المصنف فی الصوم مرۃ اخری ص۱۰۳ ثم فی کتاب القضاء، ترمین ج ۳ ص ۱۲۵ وص ۱۰۸ بغیر لفظ الترمذی۔

؁ یہاں سے اخیر تک کا مضمون خاص طور پر مظلوم کی دعا کے بارے میں ہے چنانچہ طبرانی کی ایک روایت میں یہی مضمون حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور اس میں صرف مظلوم کی دعا کا ذکر ہے، یہ حدیث مصنف نے کتاب الحدود ج ۲ ص میں ذکر کی

ہے چنانچہ ہمیں اکثر اعمالِ خیر کے ختم پر جو دعا ر کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اس میں بھی یہ حکمت ملحوظ ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس قیمتی وقت کی قدر کریں اللہ سے لو لگائیں اور اس سے اپنی ضرورتوں کا سوال کریں اور افطار کی تیاری اور کھانے پینے کے اہتمام میں لگ کر اس وقت کو ضائع نہ کریں۔

ایک دوسری روایت میں روزہ دار کی دعا کے ساتھ "جس وقت وہ افطار کرے" کے بجائے "افطار کرنے تک" کے الفاظ ہیں، اس روایت کی رو سے مطلب یہ ہوا کہ افطار تک تمام دن اس کی دعا ر قبول ہوتی ہے افطار کے وقت کی کوئی خصوصیت نہیں، لیکن پہلی روایت کے مفہوم کی تائید دیگر متعدد روایات سے ہوتی ہے، اور دونوں روایتوں میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ عام لوگوں کے مقابلے میں تو روزہ دار کی دعا زیادہ مقبول ہے لیکن خود روزہ دار کی بھی تمام دن کی دعا ر کے مقابلے میں افطار کے وقت کی دعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے۔

رمضان المبارک کے روزوں کی فضیلت:۔

(۴۳۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال، من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ، ومن صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

(رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ مختصراً)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور خدا تعالیٰ سے ثواب کی امید پر نماز پڑھی اس کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے ایمان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید پر ماہ رمضان کے روزے

رکھے اس کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیے گئے

(۴۳۳) وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من صام رمضان وعرف حدودہ وتحفظ مما ینبغی له ان یتحفظ کفر ما قبلہ۔ (رواہ ابن حبان[1] والبیہقی وقال الہیثمی رواہ احمد وابو یعلی بنحوہ وفیہ عبداللہ بن قریط ذکرہ ابن ابی حاتم ولم یذکر فیہ جرحا ولا تعدیلا[2])

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کی حدود کی رعایت رکھی اور جن چیزوں سے بچنا چاہیئے ان سے بچتا رہا تو یہ روزے گزشتہ زندگی کا کفارہ ہو جائیں گے۔

تشریح:۔

حدود سے مراد وہ تمام کام ہیں جن سے روزہ خراب اور ضائع ہو جاتا ہے اور جن چیزوں سے بچنا چاہیئے وہ ایسی نامناسب باتیں ہیں جن سے روزے کی آب و تاب اور رونق و زینت میں کمی آتی ہے، مراد یہ ہے کہ جو روزہ ہر طرح مکمل اور ہر قسم کی برائی سے پاک ہو وہ گزشتہ تمام برائیوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(۴۳۴) وعن کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: احضروا المنبر، فحضرنا، فلما ارتقی درجۃ

---

[1] س ل ن وہامش ق: ما۔ [2] وفی نسخۃ بہامش ق: ابن ماجۃ وہو خطأ، فانہ موجود فی موارد الظمآن ص ۲۲۲ ولم یورد فیہ المصنف الا زوائد ابن حبان علی السنۃ۔ ولم نجدہ فی سنن ابن ماجہ۔ الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۴

قال: آمين، فلما ارتقى الدرجة الثانية قال: آمين، فلما ارتقى الدرجة الثالثة قال آمين، فلما نزل قلنا: يا رسول الله لقد سمعنا منك اليوم شيئا ما كنا نسمعه قال: ان جبريل عليه السلام عرض لي، فقال: بَعُدَ من ادرك رمضان فلم يغفر له قلتُ: آمين[1]، فلما رقيتُ الثانية قال[2]: بَعُدَ من ذُكِرتَ عنده فلم يصلِّ عليك، فقلتُ: آمين، فلما رقيتُ الثالثةَ قال: بَعُدَ من ادرك ابويه الكِبَرُ عنده او احدَهما فلم يُدْخِلاهُ الجنةَ، قلتُ[3]: آمين۔

رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد وروی ابن حبان وابن خزیمۃ معناہ من ابی ہریرۃ وابن حبان والطبرانی عن مالک[4] بن الحسن بن مالک بن الحویرث عن ابیہ عن جدہ معناہ[5]۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] حاشیہ ق: قال فلما [2] ق: فقال [3] ق: فقلت [4] یہ حدیث مالک بن الحسن الخ الترغیب میں یہاں الصوم ج ۲ ص ۹۳ میں آئی ہے اور دوبارہ الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۵۰۶ میں آئی ہے اور تیسری جگہ البر والصلۃ ج ۳ ص ۳۱۹ میں مصنفؒ نے گزشتہ مقام کا حوالہ دیا ہے، لیکن ہوا یہ ہے کہ پہلی اور تیسری جگہ تو نام "حسن بن مالک بن الحویرث عن ابیہ عن جدہ" لکھا ہے اور دوسری جگہ "مالک بن الحسن بن مالک بن الحویرث عن ابیہ عن جدہ" ہے تمام مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں اسی طرح ہے۔ ان میں سے صحیح مالک بن الحسن بن مالک الخ ہے، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ص ۵۹۳ للحافظ الہیثمی (کتاب الادعیہ) اور مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۶ سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ [5] قال الہیثمی ج ۱۰ ص ۱۶۶ فیہ عمران بن ابان وثقہ ابن حبان وضعفہ غیر

علیہ وسلم نے (ایک بار منبر پر آتے ہوئے ہمیں آواز دے کر) فرمایا: منبر کے پاس آجاؤ۔ ہم حاضر ہو گئے، جب آپ پہلی سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا: آمین، پھر جب دوسری پر چڑھے تو فرمایا: آمین۔ پھر جب تیسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین اس کے بعد جب آپ (تقریر سے فارغ ہو کر منبر سے) اتر آئے تو ہم نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! آج ہم نے آپؐ سے ایک ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنا کرتے تھے، آپؐ نے جواب دیا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا: دور ہو وہ شخص جو رمضان المبارک کا مہینہ پائے اور اس کی مغفرت نہ ہو (اس پر) میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو (جبریل علیہ السلام نے) کہا: دور ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر آئے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے (اس پر) میں نے کہا آمین۔ (حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) پھر جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو (حضرت جبریلؑ نے) کہا: دور ہو وہ شخص جس کی موجودگی میں اس کے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپا آئے اور وہ والدین اس شخص کو جنت میں داخل نہ کرادیں تو میں نے کہا آمین۔

تشریح:۔

رمضان کا مبارک اور قیمتی مہینہ پاکر اپنے لئے رحمت و مغفرت کا سامان نہ کرنا محسن اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک سن کر درود و سلام کے دو لفظ نہ بول سکنا، ماں باپ جیسے مشفق و مہربان کو ان کے بڑھاپے میں اور ضعف کی حالت

باقی صفحہ گزشتہ) وثقہ ابن حبان وضعفہ غیر واحد وبقیہ رجالہ ثقات۔

میں پانا اور اس کے باوجود ان کی خدمت کر کے جنت کا حق دار نہ بننا در حقیقت انسان کی بہت بڑی محرومی، بدنصیبی اور احسان فراموشی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسا شخص تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام اور تمام نبیوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا کا مستحق ہوا — ابن خزیمہ اور ابن حبان کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آمین کہیے اس پر آپ نے آمین کہی جس سے اور زیادہ سختی معلوم ہوتی ہے۔

رمضان کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم تقریر:-

(۴۳۵) عن سلمان رضی اللہ عنہ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اٰخر یوم من شعبان قال[1]: یا أیھا النّاس قد اظلکم شھر عظیم مبارک شھر فیہ لیلۃ خیر من الف شھر شھر[2] جعل اللہ صیامہ فریضۃ و قیام لیلہ تطوعًا من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر[3] کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ، و من ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ، و ھو شھر الصبر، و الصبر ثوابہ الجنۃ، و شھر المواساۃ، و شھر یزاد فی رزق المومن فیہ، من فطر

---

[1] ق ن ل: نقال [2] شہ سقط من ق [3] لیس فی م ن ل۔

فيه صائماً كان مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار، وكان له مثل اجره من غير ان ينقص من اجره شئ. قالوا يا رسول الله: ليس كلنا يجد ما يفطر الصائم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم، يعطى الله هذا الثواب من فطر صائما على تمرة او[٢] شربة ماء اومذقة لبن وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة وآخره عتق من النار ومن خفف عن مملوكه فيه غفر الله له واعتقه من النار - واستكثروا[٣] فيه من اربع خصال: خصلتين ترضون بهما ربكم، وخصلتين لاغناء بكم عنهما؛ فاما الخصلتان اللتان ترضون بهما ربكم: فشهادة أن لا إله إلا الله، وتستغفرونه، واما الخصلتان اللتان لاغناء بكم عنهما فتسالون الله الجنة وتعوذون به من النار، ومن سقى[٤] صائما سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة

رواه ابن خزيمة وقال إن صح الخبر[٥] ومن طريقه[٦] البيهقى

---

[١] سقط من ل - [٢] ح: او على -
[٣] ص- فاستكثروا - [٤] ق.ن.ل: أسقى -
[٥] سقط من ح-ص-
[٦] فى ح ص ن ل. طريق وهو تصحيف.

(رواہ ابو الشیخ فی الثواب باختصار عنہما)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ کو خطبہ دیا اس میں فرمایا: لوگو! تمہارے اوپر ایک بہت مبارک (یا) عظمت مہینہ سایہ فگن ہے ایسا مہینہ جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کی نماز (تراویح) کو تطوع (یعنی از قسم نوافل) بنایا ہے۔ اس مہینہ میں جس نے کسی (نفل) نیکی سے اللہ کا قرب حاصل کیا وہ دوسرے دنوں کے فرضوں کے برابر ہوگا، اور جس نے اس ماہ مبارک میں ایک فرض ادا کیا وہ ایسا ہے جیسے عام دنوں میں ستر فرض ادا کئے ہوں۔ یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ غمخواری کا مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے اس مہینے میں جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرا دیا تو یہ اس کے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہوگا۔ اور جہنم سے اس کی آزادی کا سبب ہوگا اور اس (افطار کرانے والے) کو بھی روزہ رکھنے والے کے برابر اجر ملے گا، اور اس کے اجر میں اس سے کوئی کمی نہیں آئے گی۔

صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک تو اتنی گنجائش نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرا سکے (کھانا کھلا سکے)۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ ثواب پورا پیٹ بھر کھانا کھلانے پر ہی موقوف نہیں بلکہ یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی عطا فرما دے گا جو ایک کھجور

سے یا ایک گھونٹ پانی یا لسی سے کسی روزے دار کو افطار کرا دے۔

یہ وہ مہینہ ہے جس کا پہلا تہائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے نجات ہے جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام (اپنے ملازم نوکر اور ماتحت) سے کام (کا بوجھ) ہلکا کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اسے جہنم سے آزاد کر دے گا۔

اس مہینہ میں یہ چار کام زیادہ کیا کرو (ان چار میں سے دو تو ایسے ہیں جن کے ذریعہ تم اپنے پروردگار کو خوش کر سکتے ہو۔ اور دو ایسے ہیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ پس وہ دو کام جن کے ذریعہ تم اپنے رب کو خوش کر سکتے ہو وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا اور اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرنا ہے، اور وہ دو کام جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے اس کی پناہ مانگو، اور جس نے روزہ دار کو (پانی یا شربت وغیرہ) پلایا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض (کوثر) سے ایسا پانی پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہ لگے گی۔

تشریح:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک شروع ہونے سے ایک یا دو دن پہلے ہی صحابہ کرامؓ کو رمضان کی اہمیت اور اس کے معمولات خاص اہتمام سے سمجھائے تاکہ پہلے ہی سے اس کے لئے تیار ہو جائیں اور اس کی خیر و برکت پوری طرح حاصل کر سکیں۔

اس مہینہ میں تمام نیکیوں کی قیمت بڑھادی جاتی ہے اس لئے ہر شخص کو اپنی طاقت وہمت کے بقدر اپنی نیکیاں بڑھالینی چاہئیں ـــــ اس مہینہ میں ہمیں ہر انسان بلکہ خدا کی تمام مخلوق کے ساتھ خاص ہمدردی اور غمخواری کرنی چاہیے۔ یہ بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ اس ہمدردی اور غمخواری میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ اپنے ماتحتوں کے اوپر سے کام کا بوجھ ہلکا کردیا جائے اور ان سے نرم برتاو کیا جائے۔ جو شخص اپنے آقا ومالک عزوجل سے رحمت ومغفرت کا امیدوار ہو اُسے اس خلقِ خدا کے ساتھ محبت وانفت کا معاملہ کرنا چاہیئے جن پر چند دن کے لئے اس کو حاکم ومالک بنادیا گیا ہے۔

رمضان المبارک میں شیطانی کوششوں کی بے تاثیری :۔

(۳۴۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا جاء رمضان فُتِّحَت ابواب الجنۃ، وغُلِّقت ابواب النار، وصُفِّدَتِ الشَّیاطین[1]۔ رواہ البخاری ومسلم وفی روایۃ لمسلم فتحت ابواب الرحمۃ وروی الترمذی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والبیہقی نحوہ وفیہ: وینادی منادٍ[2] یا باغِیَ الخیرِ اقبل ویا باغِیَ الشرِّ اقصر وللہ عتقاء من النار، وذٰلک کلَّ لیلۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے (اور ایک روایت میں رحمت

[1] ترمذی ابن ماجہ اور بیہقی کی روایتوں میں "الشیاطین ومردۃ الجن" ہے اور ابن خزیمہ کے یہاں بغیر واو کے الشیاطین مردۃ الجن ہے۔
[2] ل: منادیا وھو تصحیف۔

کے دروازے" کے بجائے "رحمت کے دروازے" کا لفظ ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ ایک منادی آواز لگاتا ہے" اے خیر اور نیکی کے طلب گار آگے بڑھ اور اے برائی کے چاہنے والے باز آجا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے (گنہگار) بندوں کو جہنم سے آزادی ملتی ہے اور یہ سب کچھ (رمضان کی) ہر رات میں ہوتا ہے۔

تشریح :-

جنت یا رحمت کے دروازے کھلنے اور جہنم کے دروازے بند ہونے اور شیاطین کے قید ہو جانے کا مفہوم یہ ہے کہ رمضان المبارک میں چونکہ اللہ کے نیک بندے دن میں روزے رکھتے ہیں اور راتوں کا ایک بڑا حصہ عبادت اور یادِ الٰہی میں گزارتے ہیں اور ان کی عبادتوں کے انوار و برکات اور ان کی زبانی و عملی ترغیب سے عام مومنین بھی ضرور متاثر ہوتے ہیں اور اس طرح اہل ایمان کے ماحول میں نیکی اور تقوے کی ایک عمومی فضا ہوتی ہے اور گنہگار سے گنہگار کو بھی کچھ نہ کچھ نیکی کی توفیق اور برائی سے کچھ نہ کچھ نفرت ہو جاتی ہے۔

ان تمام چیزوں کا مجموعی اثر یہ ہوتا ہے کہ رحمت و جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کا گروہ عاجز و بے بس ہو جاتا ہے کیوں کہ نفسِ امارہ (بہیمیت انسانی) جو شیطان کے لئے زمین تیار کرتا تھا، روزوں کے اثر سے اس کی کمر ٹوٹی ہوئی ہوتی ہے تو اب شیطانی کوششیں کہاں اپنے گل کھلائیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں :-

فان وسیلة الشیطان الشهوات، وانما	(انسان کے جسم میں) شیطانی کوششوں کی کامیابی کا راستہ شہواتِ نفسانی

تغوی الشھوات بالاکل والشرب؟[1]	تمی ہیں اور ان کو تقویت کھانے پینے سے ہوتی ہے (اس لئے روزے میں کھانا پینا روک کر شیطانی راستے بند کئے جاتے ہیں۔)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

لان الشیطان لایؤثر الافیمن استعدت نفسہ لاثرہ[2]	شیطانی کوششیں اسی شخص کے اندر اثر انداز ہوتی ہیں جس کا نفس پہلے سے اس کے لئے تیار ہو چکا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک کا خاص اثر اللہ کے انہی بندوں پر ظاہر ہوتا ہے جو اس ماہ مبارک کا حق ادا کرتے ہیں اور اپنی ہمت و توفیق کے بقدر رمضان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، اور جو محروم و بدنصیب بندے اپنی غفلت و سرکشی اور خدا فراموشی اور ناعاقبت اندیشی سے ذرہ برابر ہٹنا نہیں چاہتے ان کے حق میں رمضان اور غیر رمضان برابر ہے اور مشاہدہ ہے کہ ان کی عملی زندگی میں رمضان کے اندر کوئی فرق نہیں آتا مذکورہ بشارتوں کا ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے — جو خود ہی پیچھے کو ہٹنے پر اصرار کرتا ہے خدا کی رحمت کبھی اس کو زبردستی نہیں کھینچا کرتی۔ خدا کے منادی کی جس پکار کا حدیث شریف میں ذکر ہے اس کو اگرچہ ہمارے کان نہیں سنتے مگر ماہ مبارک میں ہمارے صالح بندوں کی طبیعتوں کا نیکیوں کی طرف بآسانی متوجہ ہو جانا اور دوسرے دنوں کے مقابلے میں اس مہینے کے اندر بہت آسانی سے گناہوں سے بچ سکنا دراصل اسی غیبی پکار پر لبیک اور ملأ اعلیٰ کے اسی

[1] احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۲۰۸ (مصطفی الحلبی مصر ۱۳۳۶ھ)
[2] حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۵۰ ۔ یہ مضمون حضرت امام غزالی کی احیاء علوم الدین اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی "حجۃ اللہ البالغہ" سے ماخوذ ہے اور مختصر از باقی صفحہ ۔۔۔

اعلان کی تعمیل ہے۔

ماہِ رمضان نیکیوں میں مقابلے کا زمانہ ہے:۔

(۲۳۴) عن عبادة بن الصامت رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یوما وحضر رمضان: اتاکم رمضان شهر برکة یغشاکم الله فیه فیُنزِل الرحمة، ویَحُطُّ الخطایا، ویستجیب فیه الدعاء، ینظر الله تعالیٰ الی تنافسکم فیه[1] ویباهی بکم ملائکته فأروا الله من انفسکم خیرا، فان الشقی من حُرِم فیه رحمةَ الله عز وجل۔ (رواه الطبرانی ورواته ثقات الا محمد بن ابی قیس قال المنذری لا یحضرنی فیه جرح ولا تعدیل وقال الهیثمی لم اجد من ترجمه[2])

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ قریب آچکا تھا اس وقت ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان المبارک آگیا ہے جو برکت کا مہینہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اپنا دامنِ شفقت پھیلا دیتا ہے، چنانچہ اس میں وہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور گناہوں کو ختم فرما دیتا ہے اور دعائیں قبول فرماتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ، تمہارا تنافس و تقابلہ اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کے جذبے کو دیکھنا چاہتا ہے اور فرشتوں کے سامنے تمہارا ذکر کر کے فخر کرتا ہے، اس لئے تم اللہ کو اپنی طرف سے زیادہ سے

(بقایا حاشیہ گزشتہ) اس مضمون کی طرف حافظ منذری نے بھی اشارہ کیا ہے۔ [1] سقط من ق۔

[2] ح ص ان ل: محمد بن قیس والتصحیح من ق و مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۲ و رحمت للعالمین ج ۵ ص ۱۷۹ [3] الترغیب و مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۲۔

زیادہ سے زیادہ نیکیاں کر کے دکھاؤ، اس لئے کہ سب سے بڑا بدنصیب وہی ہے جو اس مہینے میں بھی خدا کی رحمت کی موسلا دھار بارشوں سے محروم رہ جائے۔

تشریح :-

جو شخص کسی چیز کے خاص موسم میں بھی اپنے لئے ذخیرہ نہ کر سکے اور سستے زمانے میں بھی اپنا حصہ نہ لے سکے اس سے کیا توقع کر سکتی اور وقت وہ اس چیز کو فراہم کر سکے گا اور اس شخص کی محرومی و بدنصیبی میں شک ہی کیا ہو سکتا ہے۔

(۴۳۸) وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: للہ عند کل فطر عتقاء۔

(رواہ احمد باسناد لاباس بہ والطبرانی والبیہقی[1])

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افطار کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا ہوتی ہے۔

بغیر کسی عذر کے رمضان کا کوئی روزہ چھوڑ دینا :-

(۴۳۹) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من افطر یوما من رمضان

---

[1] وقال الہیثمی ج ۳ ص ۱۴۳۔ رواہ احمد والطبرانی ورجالہ موثقون

من غير رخصة ولا مرض لم يقضه صوم الدهر كله وان صامه۔

(رواہ الترمذی واللفظ لہ وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ والبیہقی)[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بغیر کسی شرعی رخصت یا بیماری کے رمضان المبارک کا ایک دن کا روزہ بھی چھوڑ دیا تو اس کی تلافی عمر بھر کے روزے بھی نہیں کر سکتے خواہ وہ (بالفرض) عمر بھر کے روزے بھی رکھ لے۔

تشریح:۔

کوئی بھی کام جب اپنے وقت پر کیا جاتا ہے اس میں جو خوبی اور عمدگی ہوتی ہے وقت گزر جانے کے بعد آپ ہزار جتن کیجئے مگر وہ بات پیدا نہیں ہوتی، اس ارشاد عالی کا منشا بھی یہی ہے کہ رمضان کا مبارک مہینہ جو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور تجلیوں کی طرف اس کی خاص توجہ کا زمانہ ہے جس میں پوری ملتِ اسلامیہ

---

[1] واحمد والدارمی ص ۲۱۶ (مشکوٰۃ ص ۱۷۷)، الزواجر ج ۱ ص ۲۰۴ ۔ لابن حجر المکی) کلہم من روایۃ ابن المطوس وقیل ابی المطوس عن ابیہ عن ابی ہریرۃ وذکرہ البخاری تعلیقا غیر مجزوم وقال الترمذی لانعرفہ الا من ھذا الوجہ وسمعت محمد بن اسماعیل یعنی البخاری یقول ابو المطوس اسمہ یزید بن المطوس ولا اعرف لہ غیر ھذا الحدیث انتھی وقال البخاری ایضا لا ادری سمع ابوہ من ابی ھریرۃ ام لا وقال ابن حبان لا یجوز الاحتجاج بما انفرد بہ واللہ اعلم ۔ کذا قالہ المنذری قلت سکت علیہ ابو داؤد ص ۳۳۰ وذکرہ المنذری بلفظ عن ونقلہ الحافظ ابن حجر فی انتقائہ وقال العینی بعد بسط الکلام علیہ ومع ھذا صححہ ابن خزیمۃ ھذا۔

کے صالح اور پاک باطن مقبول بندے اللہ سے خصوصی لو لگاتے ہیں۔ ایسے قیمتی وقت میں جو اس وقت کا خصوصی فرض ادا کیا جائے گا یقیناً بہت بر محل اور قابل قدر ہوگا اور جس نے اپنی غفلت و کوتاہی سے یہ قیمتی زمانہ کھو دیا تو قانون شرع کی بجا آوری گو ایک روزے سے ہو جائے گی مگر اس وقت کی غفلت سے جو ایک ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے اس کو عمر بھر کے روزے بھی پورا نہیں کر سکتے ؎

رفتم کہ خار از پا کشم ، محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد (ملک قمی)

وقت سے پہلے افطار کر لینا۔

(۴۴۰) عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ قال : سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینا انا نائم اتانی رجلان فاخذا بضبعیّ فاتیا بی جبلا وعرا[1] فقالا[2]: اصعد فقلت : انی لا اطیقہ فقالا : انا سنسھلہ لک فصعدت حتی اذا کنت فی سواء الجبل اذا باصوات شدیدۃ۔ قلت[3]: ما ھذہ الاصوات ؟ قالوا: ھذا عواء اھل النار ، ثم انطلق[4] بی، فاذا انا بقوم معلقین بعراقیبھم مشققۃ اشداقھم، تسیل اشداقھم[5] دما۔ قال قلت ، من ھؤلاء ؟ قال : الذین یفطرون قبل تحلۃ صومھم۔ الحدیث۔

---

[1] جبل وعرا ای غلیظ حزن یصعب الصعود الیہ۔ مجمع البحار ج ۲ ص ۵۰ (۲۵۰) [2] ۔ من ق وردنی ح ص ت ل وفقال۔ [3] ق: فاذاک ق بقلت۔ [4] ل: انطلقا۔ [5] سقط من ل

(رواہ ابن خزیمہ والنسائی وابن حبان قال المنذری ولا علۃ لہ)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو آدمی آئے اور انھوں نے میرے بازو پکڑ لئے اور مجھے ایک بہت دشوار گزار پہاڑ پر لے گئے اور بولے: چڑھیے۔ میں نے کہا: میرے تو بس کا نہیں ہے انھوں نے کہا: ہم آسان کریں گے چنانچہ میں چڑھا یہاں تک کہ جب میں پہاڑ کے بیچ میں پہنچ گیا تو مجھے بہت سخت آوازیں سنائی دیں میں نے پوچھا یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انھوں نے کہا یہ جہنمیوں کی چیخ پکار ہے پھر مجھے (آگے) لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کچھ لوگ ہیں جو کونچوں کے بل (الٹے) لٹکے ہوئے ہیں اور ان کے جبڑے چیرے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو افطار کا وقت ہونے سے پہلے ہی روزہ افطار کر لیتے ہیں۔

تشریح:۔

یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں جہنم کے کچھ مناظر اور بعض گناہوں کی سزائیں دکھائے جانے کا ذکر ہے،[1] حدیث شریف میں اس کی ترغیب و تاکید آئی ہے کہ روزہ جلد افطار کیا جائے اور وقت ہو جانے کے بعد اس میں تاخیر نہ کی جائے لیکن یہ ضروری ہے کہ افطار یقینی طور پر غروب آفتاب کے بعد ہی ہو۔ اس حدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو غروب آفتاب کا بھی انتظار نہیں کرتے۔

---

[1] الترغیب فی الصوم ج ۲ ص ۱۰۸ فرالمعدور بہ ج ۳ ص ۲، ۲ قلت ورواہ الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۴۳۰ وقال صحیح علی شرط مسلم۔ [2] حدیث کا بقیہ حصہ کتاب الحدود (سزاؤں کے بیان) میں آنے گا

روزے میں غیبت، بہتان اور بیہودہ باتوں سے پرہیز

(۴۴۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔ (رواہ الخمسۃ الا مسلما)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص روزہ رکھ کر بیہودہ باتیں اور بیہودہ حرکتیں نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

(۴۴۲) وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس الصیام من الاکل والشرب [فقط][۱] انما الصیام من اللغو والرفث، فان سابک احد او جھل علیک فقل: انی صائم انی صائم۔

(رواہ ابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم وصححہ علی شرط مسلم)

وفی روایۃ لابن خزیمۃ[۲] عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا تساب وانت صائم، فان سابک احد فقل، انی صائم وان کنت قائما فاجلس۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ صرف کھانے پینے ہی سے رک جانے کا نام نہیں ہے، روزے میں (اصل) پرہیز اور بچاؤ بیہودہ اور فضول باتوں

---

[۱] زیادۃ من موارد الظمآن ص ۲۲۳۔ [۲] قلت وابن حبان ایضاً موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان

سے ہوتا ہے پس اگر کوئی (دوسرا بھی) تم سے جھگڑا کرے اور بدتمیزی سے پیش آئے تو اس سے کہدو میرا روزہ ہے میرا روزہ ہے۔

ایک دوسری روایت میں آخر میں یہ بھی ہے کہ اگر تم کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔

تشریح:-

کھانا پینا جو روزہ رکھنے سے پہلے حلال تھا روزے میں جب اس سے بھی روک دیا گیا تو اندازہ کیجئے جو کام پہلے ہی سے حرام ہیں ان کی حرمت اور برائی کس قدر بڑھ گئی ہوگی لیکن ہم لوگ کھانا پینا تو روزے کے خلاف سمجھتے ہیں اور ان بیہودہ باتوں میں کوئی حرج نہیں سمجھتے حالانکہ کھانا پینا چھوڑنے سے تو روزے کا جسم مکمل ہوتا ہے مگر روزے کی روح دراصل انہی چیزوں کے پرہیز سے بنتی ہے اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ خود تو کوئی بیہودہ کام کرنا ہی نہیں چاہیئے لیکن اگر کوئی دوسرا بھی تم سے الجھے تب بھی تمہیں اس کے منہ نہیں لگنا چاہیئے۔

کھڑے ہوئے ہو تو بیٹھ جانے کا حکم اس مصلحت کے تحت دیا گیا ہے کہ ایک تو اس طرح دوسرا آدمی تمہیں لڑائی پر آمادہ نہ دیکھ کر خود ہی ہٹ جائے گا دوسرے خود تمہیں جو اس کی بے جا باتوں پر غصہ آرہا ہوگا اس سے وہ بھی ختم ہو جائے گا کھڑے سے بیٹھ جانا اور بیٹھے سے لیٹ جانا غصہ دور کرنے کی بہترین تدبیر ہے

مصنف نے ایک اور لمبی روایت ذکر کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر روزے میں جھوٹ غیبت اور فضول باتوں سے پرہیز نہ کیا جائے تو علاوہ روزے کے بے نور اور بے جان ہو جانے کے بھوک پیاس کا احساس بھی بہت زیادہ ہوتا ہے (احمد، ابن ابی الدنیا، ابویعلی عن عبید مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

سلف علمائے سلف اس معاملے میں بہت سخت تھے حتیٰ کہ امام اوزاعی تو یہ فرماتے تھے کہ جس نے روزے میں غیبت کی اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔ (العرف الشذی ص ۳۰۶)

(۳۴۴) وعنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رب صائم ليس له من صيامه الا الجوع، ورب قائم ليس له من قيامه الا السهر۔

(رواه ابن ماجه واللفظ له والنسائي وروى نحوه ابن خزيمة والحاكم صحيحاه والبيهقي)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے روزے دار ایسے ہیں جنھیں اپنے روزوں سے سوائے بھوک (پیاس) کے اور کچھ حاصل نہیں اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں جن کی رات کی نمازوں سے سوائے جاگنے کے اور کچھ نتیجہ نہیں۔

تشریح:-

روزے کو کمزور اور بے جان کر دینے والی چیزوں سے جب پرہیز نہ کیا جائے اور اس کی جان نکال ڈالی جائے تو ثواب سوائے بھوک پیاس کے اور کیا بچا اور رات کو تہجد میں جسم مصلے پر ہو اور دل و دماغ کہیں اور ہوں یا دل اخلاص کی دولت سے محروم ہو تو سوائے رات بھر بے آرام رہنے اور نیند خراب کرنے کے اور کیا حاصل ہے ــــ قرآن کریم میں روزے کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے تقویٰ اور پرہیزگاری حاصل ہوتی ہے لہٰذا ہر وہ کام جو تقویٰ کے منافی ہو وہ مقصد روزہ کے لئے مضر ہوگا اور اس سے روزے کی روح فنا ہو جائے گی۔

حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کو اپنے روزوں اور تہجد کی خامیاں اور کوتاہیاں دور کر کے اپنے عمل کو عمدہ اور قابل قبول بنانا چاہیئے۔

لہ واحمد کما فی الجامع الصغیر و مسند الطبرانی نحوه من ابن عمرؓ قال المصنف اسناده لا باس به وقال الہیثمی ج ۳ ص ۲۰۲ رجاله موثقون۔

روزہ دار کے سامنے لوگوں کے کھانے پینے سے روزہ دار کی نیکیوں میں اضافہ:۔

(۴۴۴) عن ام عمارۃ الانصاریۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ دخل علیہا فقدمت الیہ طعاما، فقال: کلی، فقالت: انی صائمۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان الصائم تصلی علیہ الملائکۃ اذا اُکِلَ عندہ حتی یفرُغوا وربما قال[۱] حتی یشبعوا۔

(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح واللفظ لہ[۲] وابن ماجہ وابن خزیمہ[۳] وابن حبان)

حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے انھوں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا (آپ جب کھانے بیٹھے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کھاؤ انھوں نے جواب دیا کہ میرا روزہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس پر توقف فرمایا اور ان کے لئے) ارشاد فرمایا: روزہ دار کے پاس جب لوگ کھانا کھاتے ہیں تو جب تک وہ فارغ نہیں ہوجاتے برابر فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

---

[۱] ص: قالوا، وہذا خطاء۔ [۲] لفظ ابن ماجۃ: عنہا قالت اتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقربنا الیہ طعاما فکان بعض من عندہ صائما فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصائم اذا اُکِل عندہ الطعام صلت علیہ الملائکۃ (ص ۱۲۶) [۳] واحمد والدارمی (مشکوٰۃ ص ۱۸۱) والنسائی والبیہقی فی شعب الایمان (الجامع الصغیر وشرحہ للمناوی ج ۲ ص ۲۵۶)

تشریح

بھوک پیاس کی حالت میں جب کھانے پینے کی چیزیں سامنے آتی ہیں اور کوئی کھاتا پیتا ہے تو دبی ہوئی بھوک بھی ابھر آتی ہے اور نفس کا تقاضہ اور تیز ہو جاتا ہے لیکن روزہ دار محض اللہ کو خوش کرنے کی خاطر اپنے اس تقاضے کو دباتا ہے اس لئے خدا کی پاکیزہ و برگزیدہ مخلوق اس کے لئے دعاءِ رحمت کرتی ہے۔

سفر کی حالت میں روزہ:۔

(۵۴۴) عن جابر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج عام الفتح الی مکۃ فی رمضان حتی بلغ كُرَاعَ الغميم فصام وصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعہ حتی نظر الناس الیہ ثم شرب فقیل لہ بعد ذلك ان بعض الناس قد صام فقال " اولٰٓئِك العصاۃ۔ اولٰٓئِك العصاۃ"[1]

وفی روایۃ: فقیل لہ ان بعض الناس قد شق علیھم الصیام، وانما ینظرون[2] فیما فعلت فدعا بقدح من ماء بعد العصر، الحدیث۔ (رواہ مسلم[3])

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے ساتھیوں کے ساتھ) رمضان المبارک میں

---

[1] من ق ل! وفی ح ص ن: "اولٰٓئك العصاۃ" وفی روایۃ فقیل لہ ان بعض الناس قد صام فقال: اولٰٓئك العصاۃ اولٰٓئك العصاۃ" وھذا من اختلاط بعض النساخ والصحیح الموافق بلسخ صحیح مسلم ھو ما اثبتناہ۔

[2] ن. ل اینظروا — [3] والنسائی والترمذی کما فی منتقی الاخبار۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۳۹)

مکہ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ مقام کراع الغمیم[1] تک پہنچ گئے روزہ (بدستور) آپ نے بھی رکھا اور آپ کے ساتھیوں نے بھی، پھر آپ نے پانی کا پیالہ منگایا اور اونچا اٹھایا یہاں تک کہ سب لوگوں نے دیکھ لیا پھر آپ نے وہ پانی پی لیا اس کے بعد (دوسرے وقت) کسی نے آپ کو اطلاع دی کہ بعض لوگوں نے روزہ پورا کر لیا تھا[2] آپ نے فرمایا: وہ لوگ گنہگار ہوئے وہ لوگ گنہگار ہوئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ بعض ساتھیوں پر (اس سفر کی وجہ سے) روزے بہت شاق گزر رہے ہیں لیکن وہ آپ کا عمل دیکھتے ہیں (آپ چونکہ روزے رکھ رہے ہیں اس لئے آپ کے اتباع میں وہ بھی رکھتے ہیں) اس پر آپ نے پانی کا پیالہ منگایا۔ (تا آخر حدیث)

(۴۴۶) وعنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فرأى رجلاً قد اجتمع الناس عليه وقد ظُلِّلَ عليه فقال: ما له؟ قالوا: رجل صائم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس البرَّ ان تصوموا في السفر.

زاد في رواية: وعليكم برخصة الله التي رخص لكم.

(رواه البخاري ومسلم وابو داؤد والنسائي)

---

[1] مکہ اور مدینہ کے درمیان عسفان سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے (الترغیب ومجمع البحار ج ۲ ص ۲۸۶ وج ۲ ص ۲۰۷) [2] بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ بعض لوگ اس کے بعد بھی روزے رکھتے رہے لیکن حدیث کے مختلف طرق کے پیش نظر یہ ترجمہ درست نہیں۔ یہاں مراد اس روزے کا نہ توڑنا اور پورا کر لینا ہے اس دن کے بعد (باقی صفحہ آئندہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، آپؐ نے (اپنے ساتھیوں میں سے) ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے گرد لوگ جمع ہیں اور اس پر (دھوپ کی وجہ سے) سایہ کر رکھا ہے آپؐ نے پوچھا اسے کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ روزے سے ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کچھ نیکی نہیں ہے کہ تم سفر میں روزے رکھو — اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ — اور اللہ نے تمہیں جو رخصتیں اور گنجائشیں دی ہیں لازم ہے کہ تم انہیں اپناؤ۔

تشریح :-

سفر کی حالت میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق علماء سلف میں مختلف رائیں رہی ہیں جن میں سب سے زیادہ معتدل اور احادیث کی روشنی میں سب سے زیادہ واضح رائے یہ ہے کہ جو سفر ایسا ہو جس میں روزہ رکھنے میں کوئی پریشانی نہ ہو یا کچھ پریشانی تو ہو مگر آدمی تندرست ہے بغیر کسی مشقت کے روزہ رکھ سکتا ہے تو روزہ رکھنا بہتر ہے اور جہاں روزہ رکھنے میں دشواری ہو یا وقتی تقاضوں کے تحت اس وقت روزہ نہ رکھنا بہتر ہو جیسا کہ آگے حدیث ۲۴۹ میں آرہا ہے تو ایسے حالات میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

پہلی حدیث میں روزہ رکھنے والوں کو جو گنہگار بتایا گیا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایک کام جو شریعت نے لازم نہیں کیا ہے اس کو ضروری سمجھنا اور باوجود مشقت و تکلیف کے اسے پورا کرنا گناہ ہے دوسری وجہ یہ کہ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو دکھا کر افطار کر کے گویا اعلان کر دیا تھا کہ سب لوگ افطار کر لیں۔ ان لوگوں نے اس اعلان کی خلاف ورزی کی جب کہ یہ سفر خاصی

(باقی صفحہ گزشتہ) جاری رکھنے کا ذکر نہیں ہے۔

مشقت و دشواری کا تھا اور اللہ اور اس کے رسول کا منشا ایسی حالت میں روزہ رکھنے کا نہیں تھا۔

خدا کی دی ہوئی رخصتوں اور رعایتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے :۔

(۷۴۴) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ تبارک وتعالی یحب ان توتی رخصہ[1] کما یکرہ ان توتی معصیتہ۔

(رواہ احمد باسناد صحیح والبزار والطبرانی فی الاوسط باسناد حسن وابن خزیمہ وابن حبان[2])

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کو اپنی رخصتوں پر عمل کیا جانا بھی اسی طرح پسند ہے جس طرح اپنی منع کی ہوئی باتوں کی خلاف ورزی ناپسند ہے۔

(۷۴۸) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ یحب ان توتی رخصہ کما یحب ان توتی عزائمہ۔

(رواہ البزار باسناد حسن والطبرانی[3] وابن حبان)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کیا جانا بھی اسی طرح پسند ہے جس طرح اپنے پورے احکام کی۔

[1] ق: رخصتہ [2] وابو یعلی والبیہقی فی شعب الایمان (الجامع الصغیر وشرحہ للمناوی ج ۲ ص ۲۹۷) قال الہیثمی ج ۳ ص ۱۶۲ رجال احمد رجال الصحیح واسناد الطبرانی حسن [3] وقال الہیثمی ج ۳ ص ۱۶۲ رجال البزار ثقات وکذلک رجال الطبرانی۔

بجاآوری پسند ہے ۔

تشریح:۔

ایک صاحبِ جلال وجبروت اور قادر ومختارِ کل بادشاہ کے سامنے ایک غلام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں اپنے عجز وانکسار اور ضعف وناتوانی کا اعتراف کمال درجہ کا ہو، جب کبھی شہنشاہ مطلق اس کی کمزوری وعاجزی کے پیش نظر اس کے فرائض میں کوئی تخفیف اور سہولت دے تو شکریے کے ساتھ اس کو نیازمندانہ قبول کرے یہی شانِ بندگی ہے اور نہ ہی موقع شناسی اور اپنے مالک کے جذبۂ ہمدردی کی قدردانی ہے، ایسے وقت میں بہادری دکھانا اور یہ کہنا کہ "نہیں حضور! مجھے مہلت نہیں چاہیئے میں تو پورا پورا کام کرسکتا ہوں" اپنی حیثیت سے اونچا دعویٰ ہے جو غرور و پندار پر مبنی ہے اور جس پر اگر عتاب نازل ہوجائے تو کچھ بے جا نہیں غلام کی کامیابی بہت زیادہ محنت کرنے میں نہیں بلکہ اس کا کمال وقت کو پہچاننا اور اشارہ چشم وابرو کو سمجھنا ہے ۔ اس لئے جس وقت جو رخصت ملے اس کو قبول کرلینا ہی کمال بندگی اور معراجِ اطاعت ہے ؎

ہم جانتے نہیں ہیں اے دل کیا ہے کعبہ ؛ جیدھر ملے وہ ابرو اُودھر نماز کرنا

غیر روزہ دار روزہ داروں سے آگے:۔

(۴۴۹) عن انس رضی اللہ عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر فمنا الصائم ومنا المفطر ۔ قال فنزلنا منزلا فی یوم حار، اکثرنا ظلا صاحب الکساء، فمنا من یتقی الشمس بیدہ ۔ قال: فسقط الصوام[۱] وقام المفطرون

---

[۱] ل: الصوام وہو تصحیف ووقع فی المشکوۃ ص ۷۷، الصوامون وذلک ایضاً منوانہ یر

فضربوا الابنیة وسقوا الرکاب، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ذهب المفطرون الیوم بالاجر
(رواہ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ہم میں کچھ روزہ دار تھے اور کچھ (سفر کی وجہ سے) بے روزہ، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بہت گرم دن میں ہمارا ایک منزل پر پڑاؤ ہوا (اس وقت) ہم میں سب سے زیادہ سائے میں وہ شخص تھا جس کے پاس ایک چادر تھی چنانچہ ہم میں سے بہت سے لوگ صرف اپنے ہاتھ کے ذریعہ دھوپ کا بچاؤ کر رہے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزہ دار جتنے تھے سب نڈھال ہوکر پڑ رہے اور جن کا روزہ نہ تھا وہ اٹھے اور انہی نے خیمے نصب کئے اور انہی نے سواریوں کو پانی پلایا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج سارا ثواب غیر روزہ دار لے اڑے۔

تشریح :-

وقتی اور ہنگامی تقاضے ہمیشہ روزمرہ کے عادی تقاضوں کے مقابلے میں زیادہ مستحق توجہ ہوتے ہیں اور جس چیز کا بدل ہوسکتا ہو اس کے مقابلے میں وہ چیز زیادہ

(باقی صفحہ گزشتہ) خطأ ایضا واغرب علی القاری فی شرحہ ج ۲ ص ۵۲۹ ومن تبعہ من الشراح وغیرہم فجعلہ صیغۃ المبالغۃ، وانما جرہم الی ذالک الواو والنون.

۱؎ قلت والبخاری فی الجہاد ج ۱ ص ۴۰۳ والنسائی کما فی تیسیر الوصول ص ۲۲۳ قلت واللفظ لمسلم ورواہ ایضا الطحاوی فی صفحہ ۳۳۳ والبیہقی جلد ۴ صفحہ ۲۴۳

لائقِ اعتنا اور قابلِ اہتمام ہوتی ہے جس کا کوئی بدل نہ ہو۔

سفرِ جہاد میں جو کام غیر روزہ داروں نے کیا وہ دراصل سبھی کرنے کا تھا اور اس کو پھر کسی وقت کے لئے اٹھا کر بھی نہیں رکھا جا سکتا تھا مگر روزہ دار اپنے روزہ کی وجہ سے اس میں حصہ نہ لے سکے اس طرح غیر روزہ داروں نے اپنے حصے کا کام بھی کیا اور روزہ داروں کے حصہ کا بھی، پھر اس کام کی اہمیت یوں بھی بہت زیادہ ہے کہ یہ خدمت ایسے موقع پر تھی کہ اگر یہ بھی نہ کر سکتے تو — از روئے ظاہر — یہ کام انجام ہی نہ پا سکتا۔ پھر دھوپ کی شدت گرمی کی تیزی، جسم کی تھکن اور کام کی زیادتی اپنی جگہ، رہا روزہ تو وہ ان میں سے کسی کے ذمہ بھی اس وقت رکھنا فرض نہ تھا اس لئے غیر روزہ دار اس وقت روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے بھی کسی طرح روزہ داروں سے پیچھے نہیں رہے۔

سحری کھانے کی فضیلت:۔

(۴۵۰) عن انس بن مالك رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تسحروا فان فى السَّحُور[1] بركة۔

(رواه الخمسة الا ابا داؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھایا کرو، کیوں کہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔

---

[1] بفتح السين: ما يتسحر به من الطعام والشراب وبالضم المصدر والفعل، والفتح اكثر رواية (مجمع البحار ج ۲ ص ۱۰۰)

(۴۵۱) وعن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ[1] قال: فصلُ ما بین صیامنا وصیام اہل الکتاب اَکلۃُ السَّحَر۔

(رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن خزیمۃ)۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں ایک سحری کھانے کا فرق (اور امتیاز) ہے۔

(۴۵۲) وعن سلمان رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، البرکۃ فی ثلاثۃ فی الجماعۃ، والثرید، والسحور۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر ورواتہ ثقات[2] الا ابو عبداللہ البصری لایدری من ہو)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برکت تین چیزوں میں ہے: جماعت (یعنی اجتماعیت) میں، ثرید میں، اور سحری میں۔

(۴۵۳) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنّ اللہ وملائکتہٗ یُصَلّون علی المُتَسَحِّرین۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان[3])

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

[1] من ق؛ وفی ح ص ان ل: عنہما وہو خطاء نشاء من التباس علی الناسخ بعبداللہ بن عمرو بن العاص فانہ یاتی بالتثنیۃ۔ [2] وقال الہیثمی ج ۳ ص ۱۵۱ قال الذہبی لایعرف۔ [3] واحمد وابونعیم فی الحلیۃ کما فی الجامع الصغیر وشرحہ للمناوی ج ۲ ص ۲۷۰۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

تشریح:۔

برکت کی حقیقت ہے کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوبی و بہتری کا عطا ہونا[1]۔ سحری کے کھانے میں ایک خوبی یہ ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کو روزہ رکھنے میں سہولت ہوتی ہے اور بھوک کی شدت کی وجہ سے بعض لوگوں کی طبیعت میں جو ایک چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے اس سے بھی حفاظت ہوتی ہے۔

جماعت میں برکت کا ہونا بھی ظاہر ہے۔ جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت ہوتی ہے، ایک حدیث میں ہے:

ید اللہ علی الجماعۃ (ترمذی عن ابن عباس رض) یعنی جماعت کے اوپر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں جماعت (اجتماعیت اور مل جل کر رہنے) کی فضیلت مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہے جس کا کچھ بیان جلد اول میں "کتاب اللہ اور اسوۂ رسول کی پیروی کی فضیلت" کے ضمن میں بھی آچکا ہے۔

ثرید (شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی) میں برکت بظاہر اس لحاظ سے ہے کہ یہ کھانے میں خوش ذائقہ ہے اور زود ہضم ہے۔ عربوں میں ثرید عمدہ کھانا شمار ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ بہت مرغوب تھا۔

یہود کے یہاں روزہ اشراق کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور رات کے پہلے تارے کے طلوع تک جاری رہتا ہے اور ایک روزہ جس کو "کپور"[3] یعنی کفارے

---

[1] دیکھیے جلد اول میں حدیث نمبر ۲ کی شرح۔ [2] والبزار عن سمرۃ فی حدیث (الترغیب ج ۲ ص ۱۴۲ کتاب الصوم) والترمذی والضیاء عن ابن عمر رض فی حدیث اولہ ان اللہ لا یجمع امتی علی الضلالۃ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی ج ۲ ص ۱۷۲) [3] YOM KIPPUR (یوم کپور) یہ عبرانی کی نو تاریخ کو رکھا جاتا ہے۔

کا روزہ کہتے ہیں یہ شام سے شام تک چلتا ہے اور مسیحی شریعت کے احکام و ضوابط چونکہ متعین نہیں ہیں اس لئے اس میں بھی سحر و افطار کا کوئی تصور نہیں ہے، اس لئے سحری صرف اہلِ اسلام کے روزوں کے ساتھ مخصوص اور انہی کی علامت و پہچان ہے

سحری کی برکت و احادیث کا ایک پہلو حدودِ شریعت کی حفاظت بھی ہے جس کی تفصیل حدیث ۴۵۵ و ۴۶۰ کی تشریح سے معلوم ہوگی۔

سحری کی تاکید و اہمیت :۔

(۴۵۴) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : السحور کلہ برکۃ فلا تدعوہ ولو ان یجرع احدکم جرعۃ من ماء فان اللہ عزوجل وملائکتہ یصلون علی المتسحرین۔

(رواہ احمد و اسنادہ قوی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کا کھانا سراسر برکت ہی برکت ہے اس لئے اس کو چھوڑا نہ کرو خواہ (زیادہ بھی نہ سہی تو) پانی کا ایک گھونٹ ہی لے لو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

(۴۵۵) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: نعم سحور المؤمن التمر۔

رسالہ ارکان اربعہ ص ۲۲۷ و ص ۲۲۸ ، ۲ رجب ۱۳۹۶ھ

۱۹۷۶ء) مؤلفہ محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، بحوالہ جیوش انسائیکلوپیڈیا:

(JEWISH ENCYCLOPAEDIA, USA (1916) سلہ سفظ ن ص.

(رواہ ابوداؤد وابن حبان قلت ورواہ البزار من جابر قال الہیثمی ورجالہ رجال الصحیح[1])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھجور بھی مومن کے لئے کیا ہی عمدہ سحری ہے۔

تشریح:۔

روزہ ایک سلبی عبادت ہے، جس کی حقیقت ایک وقت مخصوص میں روزے کی نیت سے کھانے پینے وغیرہ کو چھوڑے رکھنا ہے اس لئے ظاہر ہے کہ اس کی حد بندی کسی وجودی چیز سے ہی ہو سکتی ہے اور وہ ہے کھانا پینا۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ جہاں سے اس کی ابتداء ہو وہاں بھی کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا عمل پایا جائے تاکہ ظاہر ہو کہ اس کھانے (سحری) کے بعد سے روزہ شروع ہوا اور اس دوسرے کھانے (افطار) پر وہ ختم ہو گیا۔ اس لئے تاکیدی حکم دیا گیا کہ سحری میں کچھ نہ کچھ ضرور کھا پی لینا چاہیئے خواہ ایک گھونٹ پانی یا ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔

سحری میں دیر کرنے اور افطار میں جلدی کرنے کی ترغیب وتاکید:۔

(۴۵۶) عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر۔

(رواہ مالک والبخاری ومسلم والترمذی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس وقت تک برابر خیر پر رہیں گے جب تک کہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

(۴۵۷) وعنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۱ [2] سقط من ح ص ن ل والصواب ما اثبتناہ وکذا فی تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۳۴۔

قال: لاتزال امتی علی سنتی مالم تنتظر بفطرها النجوم۔
(رواہ ابن حبان)[1]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت اس وقت تک برابر میری سنت (میرے طریقے) پر قائم رہے گی جب تک کہ اپنے افطار کے لئے تارے چھٹک آنے کا انتظار نہ کرے گی۔

(۴۵۸) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قال اللہ عزوجل: ان احب عبادی الیّ اعجلھم فطرا۔ (رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن خزیمہ وابن حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: مجھے اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وہ بندہ پسند ہے جو غروب آفتاب کے بعد سب سے جلدی افطار کرلے۔

(۴۵۹) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لایزال الدین ظاھرا ما عجّل الناس الفطر، لان الیھود والنصاری یؤخرون۔

(رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان۔ وعند ابن ماجۃ: لایزال الناس بخیر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین اس وقت تک برابر غالب (وقائم)

---

[1] والحاکم کما فی النیل ج ۴ ص ۲۴۲ وحاشیۃ ق۔ ت ص: لنکرادمونقعیف ۔

[2] والحاکم ج ۱ ص ۴۳۱ وقال صحیح علی شرط مسلم

رہے گا جب تک کہ لوگ افطار جلد کرتے رہیں گے، کیونکہ یہود و نصاریٰ (افطار کرنے میں) دیر کرتے ہیں۔

(۴۶۰) وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط صلی صلوٰۃ المغرب حتی یفطر، ولو علی شربۃ من ماء۔

(رواہ ابو یعلیٰ وابن خزیمۃ وابن حبان وقال الہیثمی رواہ ابو یعلیٰ والبزار والطبرانی فی الاوسط ورجال ابی یعلیٰ رجال الصحیح)[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے افطار سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی ہو چاہے ایک گھونٹ پانی ہی سے افطار کریں۔

تشریح:۔

روزے میں غلو اور تشدد کے امکانات بہت زیادہ تھے۔ بہت سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ روزے کا مقصد اپنی خواہش کو مارنا اور اپنے نفس کو دبانا ہے اس لئے جو شخص جتنا زیادہ اپنی خواہش کو مٹائے اور نفس کو دبائے وہ اتنا ہی مقصد صوم کو پورا کر رہا ہے اور اسی قدر وہ خدا کی محبوبیت و قرب حاصل کر رہا ہے چنانچہ قدیم مذاہب کے دین داروں میں عموماً یہی ذہن پیدا ہو گیا تھا انھوں نے کھانے پینے سے پرہیز کی میعاد بہت بڑھا دی تھی۔ یہ کوشش کرتے تھے کہ سحری یا تو بالکل نہ کریں یا بہت جلد کرلیں اور افطار میں زیادہ سے زیادہ دیر کریں۔ وہ اس چیز کو بڑی کمزوری، نفسانیت اور دین داری کے خلاف سمجھتے تھے کہ انسان کھانے پینے کی

[1] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۵ وموارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ص ۲۲۳، ورواہ الحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۴۳۲

طرف دھیان دے چنانچہ انھوں نے اپنے روزوں کی مدت میں خود اپنی مرضی سے بہت وسعت دے کر ان کی صورت بدل ڈالی اور ایک سیدھی اور آسان عبادت کو خود اپنے ہاتھوں مصیبت بنالیا۔ اور یہی نکتہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں میں جگہ جگہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی مخالفت کا حکم دیا ہے چنانچہ افطار کے سلسلے میں بھی حدیث ۲۵۹ میں یہ حکم موجود ہے۔

یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں دوسری ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ دنیا کی موجودہ ملتوں میں یہی دو ملتیں ایسی ہیں جو بہت سے معاملات میں ملت اسلامی سے مشابہت رکھتی ہیں پھر جائے وقوع کے لحاظ سے بھی دونوں اسی خطے میں ہیں جس کو اسلام کا مظہر و مطلع بننے کا شرف حاصل ہوا، ایسے حالات میں تین ملتوں کا ایک ہی سرزمین میں رہنا اور احکام شرعیہ میں یک گونہ یگانگت رکھنا خطرے سے خالی نہ تھا، اس بات کا سخت اندیشہ تھا کہ تحریف شدہ دو پرانی شریعتیں اس تازہ ترین اور ابھرتی ہوئی نئی شریعت پر اثر انداز ہو جائیں اس لئے اس کی انفرادیت کی حفاظت اور اس کے احکام کی حد بندی بہت ضروری تھی اور ان تمام چور دروازوں کی ناکہ بندی ناگزیر تھی جہاں سے تحریف راہ پاتی ہے

افطار کے لئے کیا چیز بہتر ہے؟

(۲۶۱) عن سلمان بن عامر الضبی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ فان لم یجد تمرا فالماء فانہ طہور۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح وابن ماجہ وابن حبان)

حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اسے کھجور سے افطار کرنا چاہیئے کیوں کہ اس میں برکت ہے، اگر وہ نہ ہو تو پھر پانی سے کیوں کہ وہ بھی پاک کرنے والی چیز ہے۔

(۴۶۲) وعن انس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمرات، فان لم تکن تمرات حسا حسوات من ماء۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن)

ورواہ ابو یعلی قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب ان یفطر علی ثلاث تمرات او شئ لم تصبہ النار۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مغرب کی) نماز سے پہلے چند (رطب) تازہ کھجوروں سے افطار کیا کیا کرتے تھے، اگر تازہ کھجوریں دستیاب نہ ہوتیں تو (تمر) کچھ دن کی رکھی ہوئی کھجوریں استعمال فرما لیتے اور اگر (بروقت) وہ بھی نہ ملتیں تو چار گھونٹ پانی ہی پی لیتے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند فرماتے تھے کہ تین کھجوروں سے افطار کریں یا پھر کسی ایسی چیز سے جسے آنچ نہ پہنچی ہو۔

تشریح:

حلال کمائی کی جس چیز سے بھی افطار کر لیا جائے درست ہے شریعت کی طرف

ے مابین الواوین سقط من ل ۲ سقط من ح ۳ واحمد والنسائی کما فی شرح الاحیاء ج ۴ صفحہ ۲۴۰۔

سے افطار کے لئے کوئی خاص چیز ضروری نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ جو چیزیں ان حدیثوں میں ارشاد ہوئی ہیں ان کی رعایت رکھی جائے (۱) کھجور اگر درخت کی پکی ہوئی اور تازہ ٹوٹی ہوئی ہو تو سبحان اللہ ورنہ پھر عام کھجوریں۔

(۲) پانی اور اسی کی طرح شربت لسی کو بھی سمجھنا چاہیئے۔

(۳) ہر وہ چیز جو آگ پر نہ پکی ہو، اس میں تمام پھل اور ہر قسم کے تر و خشک میوہ جات اور تر کاریاں شامل ہیں۔

کسی روزہ دار کو افطار کرانے کا ثواب :۔

(۴۶۳) عن زید بن خالد الجهني رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من فطر صائما كان له مثل اجره غير انه لا ينقص من اجر الصائم شئ۔

(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ وابن حبان)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا اسے اس روزہ دار کے برابر ثواب ہوگا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔

تشریح :۔

یہ مضمون اوپر طویل حدیث ۴۲۳ کے ضمن میں بھی آچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی یہ ایک خاص شان ہے کہ کسی نیکی کی ترغیب دینے والے اس میں مدد کرنے والے یا اور کسی طرح اس میں حصہ لینے والے کو بھی اس عمل والے کے برابر ہی ثواب

ت سقط من ح۔

عطا فرماتے ہیں، اس کا اثر ہم بندوں پر یہ ظاہر ہونا چاہیئے کہ ہمارے اندر تعاون علی البر والتقویٰ (نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون اور ہاتھ بٹانے) کا جذبہ پیدا ہو۔

خدائے کریم و فیاض جس کی رحمت بندوں کو نوازنے کے لئے ذرا ذرا سے بہانوں کی تلاش میں رہتی ہو اس سے یہ بدگمانی رکھنا کہ وہ افطار کرانے والے کو جو ثواب دے گا روزہ دار کے اجر میں سے کاٹ کر دے گا بڑی ہی نادانی و ناقدر شناسی کی بات ہے۔

افطار کے وقت کی دعائیں[1]:۔

(۳۶۱) عن انس رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افطر قال: بِسْمِ اللّٰہِ، اللّٰھم لک صمت وعلی رزقک افطرت۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ داؤد بن الزبرقان وھو ضعیف و رواہ ابوداؤد مرسلاً عن معاذ بن زہرۃ[2])

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:۔

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ[3]	اللہ کے نام سے، اے اللہ! میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق سے افطار کرتا ہوں۔

---

[1] یہ عنوان مرتب کی طرف سے اضافہ ہے اصل کتاب میں افطار کی دعاؤں کا کوئی عنوان نہیں ہے۔

[2] مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۵۶، الاذکار للنووی ص ۱۹۲، المشکوٰۃ ص ۱۷۵، قال الحافظ ابن حجر فی حدیث معاذ: وھو مع ارسالہ حجۃ فی مثل ذٰلک۔ المرقاۃ شرح المشکوٰۃ ص ۵۱۵ ج ۲

[3] اس دعا میں جو چند اور الفاظ مشہور ہیں وہ کسی حدیث میں ثابت نہیں ہیں (مرقاۃ ج ۲ ص ۵۱۵)

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۴۶۵) وعن معاذ بن زھرۃ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افطر قال: الحمد للہ الذی اعاننی فصمت ورزقنی فافطرت۔ (رواہ ابن السنی عن معاذ بن زہرۃ مرسلاً)[1]

حضرت معاذ بن زہرہؒ (تابعی) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار فرماتے تو یہ دُعا پڑھتے تھے:

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَرَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ۔	اللہ کا شکر ہے جس کی مدد سے میں نے روزہ رکھا اور اسی کے دیئے ہوئے رزق سے افطار کرتا ہوں۔

تشریح:-

یہ دونوں دعائیں افطار شروع کرتے وقت کی ہیں، دونوں میں سے جونسی چاہیں پڑھ سکتے ہیں، اور ایک دعاء اوپر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے حدیث نمبر ۴۳۰ میں گزر چکی ہے۔ اس دُعاء کے مضمون سے جہاں تک ظاہر ہوتا ہے وہ افطار کرتے وقت پڑھنے کی نہیں بلکہ افطار کا وقت چونکہ دعا کی قبولیت کا ہے، اس لئے بظاہر اس وقت عصر مغرب کے درمیان مانگی جانے والی دعاؤں میں سے ایک دُعا وہ بھی ہے۔ واللہ اعلم۔ اور اگلی حدیث میں جو دُعا آرہی ہے یہ افطار سے فارغ ہوجانے کے بعد کی ہے جیسا کہ اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) حدیثی دعاؤں کا اسی شکل و ہیئت اور انہی الفاظ میں پڑھنا بہتر ہے جن الفاظ میں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئی ہیں، اس میں کمی بیشی سے وہ خاص تاثیر ختم ہوجاتی ہے جو ان الفاظ کے لئے مخصوص ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۲۹ والاذکار للنووی، ص ۱۹۲۔

(۶۶۴) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افطر قال: ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شآء اللہ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی والحاکم والدارقطنی وقال اسنادہ حسن وابن السنی وزاد رزین فی اولہ الحمد للہ)[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

(۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔	اللہ کا شکر ہے، پیاس بجھ گئی (خشک) رگیں تر ہو گئیں، اور اللہ نے چاہا تو اجر بھی ملے ہے۔

تشریح:۔ یعنی تھوڑی سی دیر کے لیے جو بھوک پیاس لگی تھی وہ تو خدا کی نعمتیں کھانے پینے سے جاتی رہی۔ پپڑلے ہوئے ہونٹ نرم ہو گئے اور مرجھائے ہوئے چہرے تروتازہ اور شاداب اور خشک رگیں تر ہو گئیں اور اس ذراسی بھوک اور پیاس سے جو اجر آخرت میں ملنے والا ہے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ یقینی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

اعتکاف کی فضیلت:۔

اعتکاف کی حقیقت ہے، عبادت کی نیت سے کسی مسجد کے کونے میں بیٹھ رہنا روزے کے ذریعہ انسان کی نفسانیت کو اعتدال پر لا کر اسے شریعت کے تقاضے پورا کرنے کے لائق بنایا گیا تھا، اس نے جب اس طریقے پر بیس دن گزار دیئے

---

[1] من کتاب الاذکار للنووی ص ۱۹۲۔ وشرحہ الفتوحات الربانیہ ص ۳۳۹/۱ والحصن الحصین ص ۱۰۸۔ وعمل الیوم واللیلہ۔ لابن السنی ص ۱۲۸ وشرح المواہب اللدنیہ ج ۸ ص ۱۰۸۔ وتیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۳۴، ونصب الرایہ ج ۲ ص ۴۵۸۔

اور گویا روحانی علاج کا ایک نصاب (کورس) پورا ہو گیا تو خدائے پاک نے چاہا کہ اب میرا بندہ میرے سوا تمام مخلوقات سے غیر ضروری میل جول ترک کر کے میرے ہی در پر آ پڑے، اور میرے سوا اس کو کسی اور سے کوئی تعلق نہ رہے، روزے میں شریکِ زندگی کو صرف دن دن کے لیے چھڑایا تھا جب بندہ اس میں پورا اترا تو اب دن رات اس سے الگ کر کے اس کی تمام تنہائیاں اپنے لیے مخصوص کر لیں اور فرمادیا کہ اب کھانا پینا، اور آرام و راحت سب ہمارے ہی در پر کرو، اور ہماری ہی یاد جو اب تک دنیا کے کام دھندوں میں لگ کر اپنے گھر پر ہوتی تھی اب وہ تمام مشاغل سے کٹ کر اور تمام دلچسپیوں سے ہٹ کر ہمارے ہی در پر ہوا کرے گی، تاکہ دنیا کے گندے ماحول سے یکسو ہو کر دل و دماغ میں ہماری محبت خوب رچ بس جائے اور تمہارے دل کی دنیا پر صرف ایک خالق و مالک اللہ واحد و قہار کی حکومت رہے۔[1]

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں: اعتکاف کی روح ہے دل کا اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا اور مخلوقات سے الگ ہو کر صرف ایک خدا کی یاد میں مشغول و منہمک ہو جانا، اسی کی سوچ و فکر، یہی تذکرے، اسی کی بات چیت یہاں تک کہ انسان کے دل و دماغ پر خدا ہی کا تصور چھا جائے اور اسی کی یاد دل میں سما جائے۔ اور بجائے مخلوق کے خالق ہی سے دل لگنے لگے۔[2]

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد اُن کی دلنشیں ہوتی (مجذوبؒ)

کسی خیال کو ذہن میں لے کر تنہائی اختیار کر لینا انسان کے دل و دماغ کے لیے ایک عجیب تاثیر رکھتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآت

---

[1] ماخوذ از رمضان کیا ہے؟ ص ۱۲۹ بترمیم خفیف [2] زاد المعاد جلد اول ص ۱۰۸۔

کریم نازل ہونے سے پہلے ایک عرصہ تک غارِ حرا میں خدا کی یاد کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی تھی اور اسی گوشۂ تنہائی میں پہلی وحی لے کر حضرت جبریلِ امین تشریف لائے تھے[۱]

حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری نے ایک التزام اپنی اس کتاب میں یہ کیا ہے کہ احادیث میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ارشادات و اقوال ذکر کریں اور ان میں سے بھی وہ جن میں صریح ترغیب یا ترہیب کا مضمون پایا جاتا ہو[۲] مصنف نے جہاں کہیں آپ کے معمولات و افعال ذکر کیے بھی ہیں وہ سب ایسے ہیں جن میں کوئی نہ کوئی ترغیبی پہلو نکلتا ہے اور ایسی روایات کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لیے یہاں اعتکاف کے بیان میں صرف دو روایتیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "اس سلسلے میں صحاح کی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات معروف و مشہور ہیں مگر وہ چونکہ ہماری شرائط کے مطابق نہیں ہیں اس لیے ہم ان کو ذکر نہیں کرتے[۳]

(۴۶۷) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، من اعتکف یوماً ابتغاء وجہ اللہ تعالیٰ[۴] جعل اللہ بینہ وبین النار ثلاث خنادق، کل خندق[۵] ابعد

---

[۱] اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رمضان المبارک ہی کا مہینہ تھا۔ (رواہ ابن اسحٰق کمافی فتح الباری ج ۴ ص ۱۸۰) [۲] جیسا کہ مصنف نے متعدد مقامات ص ۴۰۶، ص ۴۲۰، ص ۴۴۱ وغیرہ پر اس کا اظہار کیا ہے۔ [۳] ج ۲ ص ۱۵۰، اور مصنف کی ذکر کردہ دو روایتوں میں سے ہمارے معیار انتخاب کے مطابق چونکہ ایک ہی روایت ہے اس لیے ہم ان دو میں سے صرف ایک نقل کر رہے ہیں۔ اعتکاف کے متعلق مزید تفصیلات مرتب کی کتاب "رمضان کیا ہے؟" میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ [۴] فی ق بعلامۃ النسخۃ یعنی انہ نسخۃ والاصل محذوف۔ [۵] لیس فی ح ص ل س

ممابین الخافقین۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والحاکم وقال صحیح الاسناد)[۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کو خوش کرنے کے لیے ایک دن کا بھی اعتکاف کیا اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسی خندقیں حائل کر دے گا جو مشرق و مغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ وسیع و عریض ہوں۔

تشریح:۔

گویا جہنم سے اتنی دوری ہو جائے گی کہ اس بندے کا جہنم سے کوئی واسطہ ہی باقی نہ رہے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ اعتکاف صرف اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے ہو، دُنیا کی کوئی غرض اور سوائے آخرت کے کوئی اور نفع پیشِ نظر نہ ہو۔

(۴۶۸) وعنہ[۳] ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المعتکف وھو یعکف الذنوب ویجری لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا۔ (رواہ ابن ماجۃ والبیھقی فی شعب الایمان)[۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

[۱] قال الہیثمی ج ۸ ص ۱۹۲ (البر والصلۃ) اسنادہ جید۔

[۲] یہ روایت مصنف ؒ نے دو جگہ ذکر کی ہے: یہاں اعتکاف میں ایک واقعہ کے ساتھ اور کتاب البر والصلۃ ج ۳ ص ۳۹۱ میں مختصراً، ہم نے یہاں اس روایت کا صرف ایک ٹکڑا نقل کیا ہے، پوری روایت آگے آئے گی۔ [۳] اضافہ از مرتب۔

[۴] ابن ماجہ ص ۱۲۸ (اصح المطابع کراچی ۱۳۸۰ھ) والجامع الصغیر (فیض القدیر للمناوی ج ۶ ص ۲۴۵) ولفظہ یعکف وقع فی اکثر نسخ المشکوٰۃ یعتکف وھو تصحیف وکذا الجزری بالراء بدل الزاء، وھو ابہہ یا ال ۱۶۱۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا: وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے (بغیر کیے بھی) اتنی ہی نیکیوں کا ثواب جاری رہتا ہے جتنا ان نیکیوں کے کرنے والے کے لیے ہوتا ہے۔

تشریح:-

مسجد ایک ایسی جگہ ہے جہاں آدمی بہت سی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے اور جہاں پہنچنے کے بعد انسان کے دل میں خود بخود خدا کی یاد اور برائیوں سے بچنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ اس لیے جو وقت اعتکاف میں گزرے گا، بہرحال گناہوں سے تو وہ یقیناً پاک گزرے گا اور مسجد میں رہ کر جو اور نیکیاں تلاوتِ قرآن ذکر اللہ وغیرہ ہوگا اور خود اعتکاف کا جو اجر ملے گا وہ علیحدہ۔ پھر پانچوں وقت تکبیر اُولیٰ کے ساتھ نماز با جماعت جس سہولت سے معتکف کو مل سکتی ہے کسی اور کو نہیں مل سکتی، رہ گئیں بہت سی وہ نیکیاں جو مسجد سے باہر ہی رہ کر انجام پا سکتی تھیں اب اعتکاف کی حالت میں چونکہ وہ نہ ہو سکیں گی اس لیے خدائے رحیم و کریم نے ایسی نیکیوں کا ثواب بھی اپنے معتکف بندوں کو اپنے فضل سے دینے کا فیصلہ کر لیا ہے، اس طرح وہ اعتکاف اور اس کے اندر ہونے والے مختلف نیک اعمال کا ثواب بھی پائیں گے اور بہت سی نیکیاں خدا تعالیٰ ان کے نامۂ اعمال میں بغیر کیے بھی لکھ دے گا۔ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔

رمضان المبارک کے آخری دس دن[1]:-

سال کے تمام مہینوں کے مقابلے میں رمضان المبارک کا مہینہ سب سے افضل ہے لیکن اس میں بھی آخر کے دس دن بہت ہی قیمتی اور قابلِ قدر ہیں، وہ مبارک رات جس کو قرآن کریم نے ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا ہے انہی

---

[1] یہ عنوان اور اس کی حدیثیں مرتب کی طرف سے اضافہ ہیں۔

دنوں میں ہوتی ہے، پھر ان ایام کی اہمیت اس لیے بھی اور بڑھ جاتی ہے کہ یہ اس قیمتی اور مبارک مہینے کے آخری ایام ہیں، جو کچھ کوتاہی اب تک ہوئی اس کے دور کرنے اور نیکیوں میں جو کمی رہ گئی ہے اسے پورا کرنے کا یہی موقع ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان ایام کا بہت خاص اہتمام فرماتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کی ترغیب و تاکید فرماتے تھے۔

(۴۶۹) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت، کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر ما لا یجتھد فی غیرھا۔

(رواہ احمد ومسلم والترمذی وابن ماجۃ[۱])

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں وہ کوشش وجد وجہد کرتے تھے جو اور دنوں میں نہیں کرتے تھے۔

(۴۷۰) وعنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد مئزرہ[۲] واحیی لیلہ وایقظ اھلہ۔

(رواہ احمد والخمسۃ الا الترمذی[۳])

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ماہ مبارک کے آخری دس دن شروع ہو جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر کس لیتے تھے، اور رات رات بھر عبادت میں مشغول رہتے

---

[۱] الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۱۵، والمشکوٰۃ ص ۱۸۲۔ [۲] معناہ اجتھد وقیل المراد بذلک اعتزال النساء ویحتمل ان یکون کنایۃ عن الامرین۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۳۴)۔ [۳] الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۰۶، والمشکوٰۃ ص ۱۸۲۔ و عمدۃ القاری شرح، صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۷۰۔

اور گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے تھے۔

تشریح :-

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے گھر والوں اور عزیز و اقربا کو بھی ایسے موقعوں پر بھلائی اور نیکی کے کام پر آمادہ کرنا چاہیئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ آپؐ گھر کے تمام بڑے چھوٹوں کو جو نماز پڑھ سکتے ہوں جگاتے تھے[1]

شب قدر :-

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنی بھی قسم کی چیزیں پیدا کی ہیں ان میں سے ہر قسم کے اندر کوئی نہ کوئی چیز اپنی قسم کی تمام چیزوں سے بہتر و اعلیٰ ہوتی ہے، نبیوں میں سب نبیوں کے سردار آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، آسمانی کتابوں میں سب سے اونچی کتاب قرآن کریم، شہروں میں سب سے اونچے مرتبے والا شہر مکہ معظمہ، مسجدوں میں سب سے اشرف مسجدِ حرام (بیت اللہ شریف کی مسجد) اسی طرح بارہ مہینوں میں سب سے زیادہ برکتوں والا مہینہ رمضان شریف اور دنوں میں سب سے اونچا دن جمعہ اور راتوں میں سب سے اشرف و اعلیٰ اور بلند مرتبے والی رات شب قدر ہے۔

پرانے زمانے میں لوگوں کی عمریں زیادہ طویل ہوتی تھیں، ان کے نیک لوگوں کو عبادت کے مواقع بھی زیادہ ملتے تھے، اس بات کا ذکر جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کے سامنے کیا تو انھیں اس بات پہ افسوس ہوا اور انہوں نے آپؐ سے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! ہماری تو عمریں بہت کم ہیں، ہم اگر نیکیوں اور عبادتوں میں ان کی برابری کرنا چاہیں تو کیسے کر سکتے

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط وابو یعلی واسناد ابی یعلی حسن (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۴)

ہیں؛ اس پر اللہ رب العزت نے اپنے کرم سے اس امت کو یہ شب عطا فرمائی جس کی ایک شب کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے[1]۔ قرآن مجید کی ایک مستقل سورۃ، سورۃ القدر اسی رات کے بیان میں ہے۔

(۴۷۱) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال دخل رمضان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان ھٰذا الشھر قد حضرکم، وفیہ لیلۃ خیر من الف شھر، من حُرِمھا فقد حُرِم الخیرَ کلَّہ، ولا یُحرَم خیرَھا الا محروم۔ (رواہ ابن ماجۃ قال المنذری واسنادہ حسن ان شاء اللہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مہینہ آگیا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہ گیا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور اس کی برکت سے بس وہی محروم رہتا ہے جو (واقعی بڑا) محروم ہو۔

(۴۷۲) وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ الحدیث۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ مختصراً۔ (وفی روایۃ للنسائی عن قتیبۃ وما تاخر[2] واسنادہ علی شرط الصحیح)

---

[1] یہ مضمون متعدد روایات میں آیا ہے، دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۳۰، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۵۹، لباب النقول فی اسباب النزول (علی ہامش تنویر المقیاس ص ۲۹۹)

[2] مصنف کتاب حافظ زکی الدین المنذری نے ایک مستقل رسالہ میں وہ تمام روایات جمع کی ہیں جن میں کسی عمل پر اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیے جانے کا ذکر ہے مقدمہ کے صفحہ ۱۳ پر اس کا ذکر آچکا ہے۔ اسی موضوع پر حافظ ابن حجرؒ نے ایک رسالہ الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ

(باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے عبادت کی اس کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔

تشریح:۔

جس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے زیادہ اجر و ثواب رکھتی ہو اگر کوئی شخص ایسی قیمتی رات سے فائدہ نہ اٹھائے اور اسے غفلت میں گزار دے اس سے زیادہ محروم اور بدنصیب اور کون ہوگا۔

گزشتہ تمام گناہ معاف ہوجانے کے متعلق ایک عام اصول متعدد احادیث کی روشنی میں ــــ یہ ہے کہ اس سے صغائر (چھوٹے چھوٹے گناہ) مراد ہوتے ہیں اس لیے اس قسم کی عبادتوں کے ساتھ توبہ و استغفار کا بھی اہتمام رکھنا چاہیئے تاکہ ہر قسم کے گناہ معاف ہوتے رہیں۔

جس روایت میں اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجانے کا ذکر ہے اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جو گناہ ابھی سرزد نہیں ہوئے ان کی معافی کے کیا معنی؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ارشاد ایک طرح کی بشارت ہے کہ اس عمل کی برکت سے آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوگی[1]

(بانی حاشیہ صفحہ گزشتہ) والمتأخرۃ لکھا ہے، یہ رسالہ مجموعۂ رسائل منیریہ میں ۱۳۴۳ھ میں مصر سے شائع ہوچکا ہے، اس مؤخر الذکر رسالے کی تلخیص علامہ عزیزی نے السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۳۵۵ میں ایک حدیث کی شرح کے ضمن میں درج کی ہے۔

[1] الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ والمتاخرۃ للحافظ ابن حجرؒ (الرسائل المنیریۃ ج ۱ ص ۲۵) ومرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۴۰۵، نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۵۲۔

شبِ قدر کس تاریخ کو ہے؟

(۴۷۳) عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال اخبرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لیلۃ القدر۔ قال ھی فی شھر رمضان فی العشر الاواخر لیلۃ احدی وعشرین او ثلاث وعشرین او خمس وعشرین او سبع وعشرین[1] او تسع وعشرین او اٰخر لیلۃ من رمضان من قامھا احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر۔
(رواہ احمد والطبرانی وفیہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل وفیہ کلام وقد وثق)[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شبِ قدر رمضان کی آخری دس تاریخوں میں ہے، وہ یا تو اکیسویں شب ہے یا تیئیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں یا رمضان المبارک کی آخری شب، جس نے اس رات میں اجر و ثواب کی نیت سے عبادت کرلی، اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔

تشریح:-

شبِ قدر کی یقینی تاریخ کی اطلاع امت کو نہیں دی گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، عسیٰ ان یکون خیرا لکم (یعنی ہو سکتا ہے کہ تاریخ کا پتہ نہ دینے ہی میں تمہاری بھلائی ہو[3]) تاہم سورۃ القدر میں جو

---

[1] تکرر فی ل۔ [2] الترغیب و مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۵، قال العراقی و مدیثہ حسن یرویہ عمر بن عبد الرحمن وقد ذکرہ ابن حبان فی الثقات (شرح الصدر بذکر لیلۃ القدر لولی الدین العراقی والرسائل المنیریہ ج ۲ ص ۲۷۱)۔ [3] رواہ البخاری عن ابی الاحد (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۳۲)۔

ارشاد ہے کہ قرآن کریم شب قدر میں نازل ہوا اور دوسری جگہ فرمایا گیا کہ قرآن کریم رمضان المبارک میں نازل ہوا ہے۔[1] ان دونوں باتوں کے ملانے سے اتنا تو ظاہر ہو گیا کہ شب قدر رمضان ہی کے کسی حصے میں ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے اس کا آخری تہائی حصہ اور اس کی بھی طاق راتوں میں ہونے کی امید معلوم ہوتی ہے، بعض روایات و آثار میں مزید توقع ستائیس یا تیئیس یا اکیس میں بتائی گئی ہے اس لیے جو جس قدر ہمت کر سکے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے، ایسا قیمتی موقع جو سال میں ایکبار آتا ہے کیا معلوم کہ آئندہ سال میسر آئے گا بھی یا نہیں۔

شبِ قدر کی پہچان

بعض احادیث کی روشنی میں اور کچھ بزرگوں کے تجربات سے شب قدر کی کچھ نشانیاں بھی معلوم ہوئی ہیں۔ ہم یہاں صرف صحیح حدیثوں سے تین نشانیاں ذکر کرتے ہیں:۔

(۱) سب سے صحیح پہچان جو بارہا آزمائی گئی ہے یہ ہے کہ اس رات کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے تو چودھویں رات کے چاند کی طرح بغیر کرنوں کا ہوتا ہے۔[2]

(۲) وہ رات کھلی ہوئی اور روشن ہوتی ہے۔ نہ زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور نہ زیادہ گرم۔[3]

---

[1] شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۵)

[2] رواہ مسلم عن ابی بن کعبؓ واحمد عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ ——— (عینی شرح بخاری ۱۶۵/۵)۔

[3] رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن جابرؓ واحمد عن عبادۃ بن الصامتؓ۔ (ایضاً وتفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۳۱)۔

(۳) اس رات میں آسمان کے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر ادھر ادھر نہیں جاتے۔

صدقۂ فطر :-

(۴۷۴) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃ الفطر طھرۃ للصائم من اللغو والرفث وطعمۃ للمساکین، فمن اداھا قبل الصلاۃ فھی زکاۃ مقبولۃ، ومن اداھا بعد الصلاۃ فھی صدقۃ من الصدقات۔[۲]

(رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ والحاکم وصححہ علی شرط البخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

---

[۱] رواہ احمد عن عبادۃ بن الصامت رض — عینی ج ۵ ص ۱۶۵، ابن کثیر ج ۴ ص ۵۳۶)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے مرتب کی کتاب "رمضان کیا ہے؟" ص ۱۶۰۔

[۲] فی ح ص ن وہامش ق : الصدقۃ ——— حکی المنذری عن الخطابی قال: قولہ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکاۃ الفطر، فیہ بیان ان صدقۃ الفطر فرض واجب کافتراض الزکاۃ الواجبۃ فی الاموال، وفیہ بیان ان ما فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو کما فرض اللہ لان طاعتہ صادرۃ عن طاعۃ اللہ وقد قال بفرضیۃ زکاۃ الفطر ووجوبھا عامۃ اھل العلم وقد عللت بانھا طھرۃ للصائم من الرفث واللغو فھی واجبۃ علی کل صائم غنی ذی جدۃ او فقیر یجدھا فضلا عن قوتہ اذکان وجوبھا لعلۃ التطھیر، وکل الصائمین محتاجون الیھا، فاذا اشترکوا فی العلۃ اشترکوا فی الوجوب انتھی۔ وقال الحافظ ابوبکر بن المنذر: اجمع عوام اھل العلم علی ان صدقۃ الفطر فرض وممن حفظنا ذلک عنہ من اھل العلم محمد بن سیرین، وابوالعالیۃ، والضحاک وعطاء ومالک، وسفیان الثوری، والشافعی، وابوثور، واحمد واسحٰق، واصحاب الرای، وقال اسحٰق: وھو کالاجماع من اہل العلم انتہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر فرض کیا ہے۔ روزہ دار کو فضول اور واہیات باتوں سے پاک صاف کرنے کے لیے اور مساکین کو (ذرا) کھانے کا سہارا دینے کے لیے۔ پس جس نے وہ نماز (عید) سے پہلے ادا کر دیا وہ تو (قاعدے کے مطابق) صدقہ مقبولہ (صدقۂ فطر) ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو عام صدقات کی طرح یہ بھی ایک صدقہ ہو گیا۔

تشریح:۔

اس حدیث میں صدقۂ فطر کا ایک بڑا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ روزے میں جو کوتاہیاں اور بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں یہ انھیں دور کر کے روزہ دار کو پاک صاف کر دیتا ہے، اور یہ ضرورت امیر و غریب ہر شخص کو ہے اس لیے اگر غریب آدمی بھی اپنے اندر اتنی گنجائش پائے تو اپنے سے زیادہ غریب بھائی کو صدقۂ فطر دیدے۔ اگلی حدیث میں اور صاف لفظوں میں اس کی ترغیب ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فقراء و مساکین پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے مگر بعض اہل علم نے اسی ارشاد: طھرۃ للصائم (پاک صاف کر دینے کی مصلحت) کی وجہ سے ان پر بھی بشرط گنجائش واجب کہا ہے۔

دوسری ایک خاص بات صدقۂ فطر کے سلسلے میں یہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ فقراء و مساکین کی خاص عید کے دن کھانے پینے کی سہولت کی غرض سے مشروع ہوا ہے جیسا کہ طعمۃ للمساکین (مساکین کو کھانے کا سہارا دینے کے لیے) سے ظاہر ہے ۔۔۔ چنانچہ یہ واجب بھی عید کے دن صبح صادق کے وقت ہی ہوتا ہے اور عید کی نماز سے پہلے پہلے اس کا وقت ہے، اگر

ہمارے علم میں کوئی ایسا غریب شخص ہے جس کے پاس کپڑے نہیں ہیں یا اس کو کوئی اور سخت ضرورت ہے تو یہ جائز ہے کہ عید سے دو چار یا دس پانچ دن پہلے ہی صدقۂ فطر کی رقم اس کو دیدی جائے مگر اس کو مستقل معمول بنا لینا اور ہمیشہ رمضان ہی میں صدقۂ فطر ادا کر دینا منشاءِ شریعت نہیں معلوم ہوتا، چنانچہ بعض علماء رحمہم اللہ نے جو کہا ہے کہ "صدقۂ فطر ان تمام لوگوں کو نہ دیا جائے جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے بلکہ یہ خاص مساکین کا حصہ ہے" اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۴۷۵) وعن عبد الله بن ثعلبة او ثعلبة بن عبد الله بن ابي صُعَيْر عن ابيه رضي الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صاع من بُرٍّ او قمح على كل اثنين صغير او كبير، حر او عبد، ذكر او انثى، غني او فقير، اما غنيكم فيزكيه الله واما فقيركم فيرد الله عليه اكثر مما اعطى۔
(رواه احمد وابو داؤد والدارقطني وعبد الرزاق)

حضرت ثعلبہ بن ابی صُعیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

لہ حکاہ الشوکانی عن الہادی والقاسم وابی طالب۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۹۵)
لہ لیس فی ل ص ۔ لہ "او" للشک، والقمح ھو البر۔ لہ من ل والفاذ قیۃ بہامش ق وہکذا فی سنن ابی داود ص ۲۲۸ والمشکوٰۃ ص ۱۶۱۔ وفی ق ن ص امرئ وسقط من ج۔ لہ الترغیب، مرقاۃ المفاتیح ص ۲/۴۵ عن ابن الہمام۔
لہ راوی نے شک کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن ثعلبہ ہے یا ثعلبہ بن عبد اللہ مگر راجح عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر ہے اور اس میں نقل کرنے والے صحابی ثعلبہ ہیں (دیکھئے الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۸ و ج ۲ ص ۴۴ ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۴ و ص ۵۴ مظاہر حق ج ۲ ص ۱۰۷)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک صاع گیہوں دو آدمیوں کی طرف سے ہیں، چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، مالدار ہو یا غریب، پس مالدار کو تو اللہ تعالیٰ (صدقۂ فطر کی برکت سے) پاک صاف کر دیتا ہے اور غریب (جو صدقۂ فطر دیتا ہے تو اس) کو اللہ تعالیٰ (کسی بھی شکل میں) اس سے زیادہ واپس کر دیتا ہے جو اس نے دیا ہے۔

تشریح :-

اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے، کسی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ فی کس ایک صاع گیہوں لازم ہیں، اور اسی حدیث کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاع گیہوں دو آدمیوں کی طرف سے کافی ہیں۔ یہی اضطراب کتاب کے نسخوں کے اختلاف میں بھی نمایاں ہے۔ ہم نے جس نسخے کو ترجیح دی ہے اس کی رو سے یہ روایت دیگر عام روایات کے مطابق ہو جاتی ہے، یعنی آدھا صاع گیہوں ایک آدمی کی طرف سے کافی ہے ____ ہمارے موجودہ تول سے یہ پونے دو سیر یا ایک کلو چھ سو تینتیس ۶۳۳ گرام ہوتا ہے۔

(۴۷۶) وعن جریر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صوم شهر رمضان معلق بين السماء والارض، ولا يرفع الا بزكاة الفطر۔ (رواه ابو حفص بن شاهين فى فضائل رمضان وقال حديث غريب جيد الاسناد)

حضرت جریر (بن عبداللہ) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے روزے زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں اور بغیر صدقۂ فطر کے اوپر نہیں اٹھائے جاتے۔ ⁂

لے لفظ الحافظ ابن حجر فی انتہاء الترغیب حدیث جید بہذا الاسناد غریب۔

نفل روزے

خدا تعالیٰ نے ہر فرض عبادت کے ساتھ اسی قسم کی کچھ نہ کچھ نفل عبادت بھی ضرور رکھی ہے، فرض نمازوں کے آگے پیچھے نفل نمازیں، فرض زکوٰۃ کے ساتھ مختلف اوقات میں صدقات نافلہ۔ فرض روزوں کے ساتھ نفل روزے اور فرض حج کے ساتھ عمرہ۔ گزشتہ صفحات میں نفل عبادات کے متعلق قدرے تفصیل سے اصولی باتیں عرض کی جاچکی ہیں[1]۔

احادیث نبویہ میں کچھ خاص خاص دنوں میں نفل روزے رکھنے کی ترغیب آئی ہے، یہ خاص خاص دن کچھ تو سالانہ آتے ہیں کچھ ماہانہ اور کچھ ہفتہ وار اس لیے ہم ان روزوں کو تین ہی قسموں پر تقسیم کرتے ہیں[2]۔

نفل روزوں کی پہلی قسم سالانہ

(۱) شش عید کے روزے:

(۴۷۷) عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من صام رمضان، ثم أتبعه ستًا من شوال كان كصيام الدهر۔ (رواه الخمسة الا البخاری)

---

[1] دیکھیے صفحہ ۔ [2] نفل روزوں کی تقسیم و ترتیب کا یہ انداز احیاء العلوم سے ماخوذ ہے مرتب)

حضرت ابو ایوب (انصاری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اسی کے ساتھ شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو اس نے گویا تمام سال کے روزے رکھے۔

(۴۷۸) وعن ثوبان رضی اللہ عنہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من صام ستة ایام بعد الفطر کان تمام السنة، من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالھا۔ (رواہ ابن ماجہ واللفظ لہ والنسائی وزاد:)

فشھر بعشرة اشھر وصیام ستة ایام بعد الفطر تمام السنة۔

رواہ ابن خزیمہ وابن حبان نحوہ ورواہ احمد والبزار والطبرانی من حدیث جابر بن عبداللہ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو ان سے اس کے سال کا حساب پورا ہو گیا (کیونکہ قاعدہ ہے:) مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔ یعنی جو شخص نیک کام کرے گا اسے اس کا دس گنا ملے گا۔ (سورۃ انعام آیت ۱۶۰)

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے: ایک مہینہ (یعنی رمضان) تو دس مہینوں کے برابر ہو گیا، اور عید الفطر کے بعد چھ دن کے روزوں سے سال بھر پورا ہو گیا۔

لہ لیس فی ق ل ن۔ تہ فی ق أن و بھامشہ نسخۃ عن۔

تشریح :-

یہ چھ روزے رمضان المبارک کے فرض روزوں کے بعد ایسے ہیں جیسے فرض نماز کے بعد نفل نماز، یہ روزے شوال کے مہینے میں جب بھی رکھ لیے جائیں یہ ثواب حاصل ہو جائے گا۔ البتہ طبرانی کی ایک ضعیف روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزے عید کے فوراً بعد اور لگاتار ہونے چاہئیں[1]۔

اُمت کے اہلِ علم و صلاح نے عید کے بعد فوراً رکھ لینا اس لیے بھی پسند کیا ہے کہ ایک نیک کام جتنی جلد تکمیل پا جائے اچھا ہے[2]، لیکن ان کا عید کے فوراً بعد رکھ لینا ضروری نہ سمجھا جائے اور نہ اس کی پابندی کی جائے بلکہ کسی سال عید کے بعد دو ایک دن چھوڑ کر بھی روزے رکھے جائیں، تاکہ یہ رمضان کا جزء نہ سمجھ لیے جائیں، اسی اندیشے کے تحت حضرت امام مالکؒ نے ان روزوں کا عید کے ساتھ ملا کر رکھنا مکروہ کہا ہے[3]۔ چنانچہ حافظ زکی الدین المنذری فرماتے ہیں کہ جو اندیشہ امام مالکؒ کو تھا وہ آخر پورا ہو کر رہا اور عجم میں بہت سے مقامات پر یہ رواج پڑ گیا ہے کہ سحری کے لیے جگانے والوں کو حسبِ دستور باقی رکھا جاتا ہے اور سحر و افطار کے گولے نقارے اور سائرن وغیرہ رمضان ہی کی طرح ان چھ دنوں میں بھی جاری رہتے ہیں اور ان کے بعد پھر عید کا سا اہتمام کرتے ہیں[4]۔

---

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط قال المنذری فی اسنادہ نظر وقال الہیثمی ج ۳ ص ۱۸۴۔ فیہ من لم اعرفہ۔
[2] شرح الاحیاء ج ۴ ص ۲۵۰۔ [3] الاعتصام للشاطبی ص ۱۹۰ ج ۱ و ص ۲۱۱ ج ۱۔ متعدد اہلِ علم نے امام مالکؒ سے ان روزوں کی مطلقاً کراہت نقل کی ہے۔ واللہ اعلم۔ [4] الاعتصام ج ۱ ص ۲۱۱۔ امام مالکؒ کی یہ احتیاط بالکل وہی ہے جو احادیث میں فرض اور نفل نماز کے متعلق آئی ہے کہ ان میں کسی نہ کسی طرح کچھ فاصلہ ہونا چاہیے۔ خواہ بات چیت کے ذریعہ ہو یا وہاں سے ذرا ہٹ کر ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

علامہ شاطبیؒ نے اس کو بدعاتِ مذمومہ میں شمار کیا ہے اور اس کو ان چور دروازوں میں سے قرار دیا ہے، جن کے ذریعہ دین میں تحریف راہ پاتی ہے[1]
بعض لوگوں میں ایک غلط خیال یہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص شش عید کے روزے رکھنا چاہے اسے چاہیئے کہ ایک روزہ عید سے اگلے ہی دن ضرور رکھ لے، یہ پابندی بے اصل ہے[2]

(۲) عرفہ کا روزہ :۔

(۴۷۹) عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال : سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم عرفۃ قال ، یکفر السنۃ الماضیۃ والباقیۃ۔ (رواہ مسلم والاربعۃ ولفظ الترمذی :۔)
صیام یوم عرفۃ انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی بعدہ والسنۃ التی قبلہ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ (ذی الحجہ کی نو تاریخ) کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا : (یہ روزہ) کفارہ ہو جاتا ہے ایک سال گزشتہ کا اور ایک سال بقیہ کا ۔ اور ایک روایت میں

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) (الاعتصام ۱/۱۹ منتقی الاخبار بشرح النیل ج ۳ ص ۲۰۹ - مشکوٰۃ ص ۱۰۵ - کبیری ص ۳۳۱ - مرتب کہتا ہے کہ آج بھی ڈیپ کے متعدد مقامات پر یہ رسم پائی جاتی ہے اس کو ختم کرنا چاہیئے۔

[1] الاعتصام ج ۱ ص ۲۱۱ - [2] شش عید کے روزوں کے متعلق علامہ تقی الدین سبکیؒ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اسی موضوع پر ایک مختصر سا رسالہ احیاء العلوم کے شارح علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی کا بھی ہے۔ ان دونوں رسالوں کا ذکر علامہ زبیدی نے شرح احیاء میں کیا ہے۔

یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ روزہ ایک سال اپنے سے پہلے اور ایک سال اپنے سے بعد کے لیے کفارہ ہو جاتا ہے۔ (یعنی ان کے گناہوں کے لیے)

تشریح

آئندہ سال کے گناہ جو ابھی سرزد بھی نہیں ہوئے ان کی معافی کی کیا صورت ہے؟ اس کا جواب ابھی شب قدر کے بیان میں گزر چکا ہے۔[1]

(۴۸۰) وعن مسروق عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یُعدِّل یوم عرفة بالف یوم۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط فی حدیث باسناد حسن[2] والبیہقی)

وفی روایة للبیہقی[3] قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: صیام یوم عرفة کصیام الف یوم۔

مسروقؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے دن کو ہزار دنوں کے برابر قرار دیتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: عرفہ کے دن کے روزے ہزار دنوں کے روزوں کے برابر ہیں۔

تشریح:-

عرفہ کے سلسلے کی تمام روایات کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفل روزوں میں سب سے افضل روزہ یوم عرفہ کا ہے، اور تہجد کے بیان میں جو ایک حدیث نمبر

---

[1] دیکھیے تشریح حدیث نمبر ۴۷۲۔ [2] وقال الہیثمی ج ۳ ص ۱۹۰ وفی اسنادہ دلہم بن صالح ضعفہ ابن معین و ابن حبان۔ [3] وابن حبان کما فی الجامع الصغیر

۲۷۴ پر گزری ہے[1] جس میں رمضان کے بعد سب سے بہتر روزے محرم کے بتائے گئے ہیں، اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ رمضان کے بعد نفل روزوں کے لیے مہینہ سب سے بہتر محرم کا ہے، لیکن تنہا ایک دن کا روزہ سب سے افضل یوم عرفہ کا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس روزے کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس دن ایک اہم فریضۂ خداوندی ادا کرنے کے لیے ایک مبارک ترین مقام پر خاصانِ خدا کا اتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے کہ روئے زمین پر کہیں بھی ایسی مبارک محفل کسی دن منعقد نہیں ہوتی؛ پھر سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ایک بے مثال قربانی کی یادگار خود ایک اہم خصوصیت ہے۔

یہاں مصنف نے صرف عرفے سے متعلق حدیثیں لکھی ہیں، مگر متعدد احادیث میں ذی الحجہ کے شروع کے نو دنوں میں عبادت اور روزے رکھنے کی بھی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے[2]۔

عرفہ کے روزے کی ممانعت؟

(۴۸۱) عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن صوم يوم عرفة بعرفة۔

(رواه احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم والبیہقی[3]۔ ورواه الطبرانی فی الاوسط عن عائشة)

---

[1] زیر نظر جلد کے صفحہ ۸۶ پر۔ [2] دیکھیے مشکوٰۃ ص ۱۲۹۔ نصب الرایہ ج ۲ ص ۵۲۵۔ نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۳۱ و ج ۴ ص ۲۵۲۔ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۲۹ اور مرتب کی کتاب "بعد رمضان کیا ہے؟" ص ۱۲۵ وغیرہ نیز زیر کتاب کی جلد ۳ حدیث نمبر ۵۰۶ تا ۵۰۹ [3] الترغیب و اتحاف السادہ شرح الاحیاء ج ۴ ص ۲۵۴ بلحاظ یحییٰ فیہ محمد بن ابی یحییٰ وفیہ کلام کثیر وقد وثق۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے (میدان) عرفات کے اندر عرفہ کا روزہ رکھنے سے۔

تشریح :-

عرفے کے روزے کی فضیلت گزشتہ روایتوں میں آچکی ہے، اس حدیث میں ممانعت کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جو اس دن حج کرنے کے لیے میدانِ عرفات میں مقیم ہیں۔ یہ ممانعت کسی شرعی قباحت کی وجہ سے نہیں بلکہ حاجیوں کی آسانی کی خاطر کی گئی ہے، چنانچہ صحابہ کرامؓ میں بعض کا معمول روزہ رکھنے کا تھا اور بعض کا نہیں۔ اس لیے ائمۂ فقہ میں سے اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر روزے کی وجہ سے وقوفِ عرفات، دعا اور اعمالِ حج میں کمزوری و دشواری ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے، اس وقت کی اصل عبادت وہی ہے، اور اگر روزے کی وجہ سے ان چیزوں میں کوئی فرق نہ آئے تو بہتر ہے کہ روزہ رکھ لیا جائے۔

(۳) محرّم کے روزے :-

(۱۴۸۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام یوما من المحرم فلہ بکل یوم ثلاثون حسنۃ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر، ورواہ ایضا فی الصغیر فی حدیث وفیہ : ثلاثون یوما۔ وفی الاسنادین الھیثم بن جیبب وثقہ ابن حبان وضعفہ الذہبیؒ قال المنذری فی ھذا الحدیث : وھو غریب واسنادہ لا باس بہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس نے محرم کے مہینے میں ایک دن کا

لـــہ من الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۰ (فی المرشعین فی نفس الصفحۃ)

روزہ رکھا اس کے لیے تیس نیکیاں ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے لیے تیس دن کا ثواب ہے۔

تشریح :-

ماہ محرم میں روزے رکھنے کی فضیلت متعدد احادیث میں آئی ہے۔ اس سلسلہ کی ایک روایت تہجد کے بیان میں نمبر ۲۸ پر گزر چکی ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ ایک صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں رمضان کے بعد کس مہینے کے روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تم رمضان کے بعد کچھ نفل روزے رکھنا چاہتے ہو تو محرم کے روزے رکھو، یہ اللہ کا (خاص) مہینہ ہے، اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ ایک قوم[2] پر خاص توجہ (اور نظر کرم) فرما چکا ہے اور دوسرے لوگوں پر بھی اس مہینے میں توجہ (اور نظر کرم) فرماتا ہے۔[3]

(۳) عاشورار[4] کا روزہ :-

عاشورار کا دن وہ مبارک دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ان کے دشمن فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور وہاں یہ دیکھا

---

[1] دیکھیے اسی جلد کا صفحہ ۸۶۔ [2] اس سے خاص طور پر بنی اسرائیل مراد ہیں۔

[3] رواہ عبد اللہ بن احمد عن غیر ابیہ والترمذی (الترغیب)

[4] عاشورار، محرم کی دسویں تاریخ ہے جمہور صحابہ، تابعین و ائمہ عظام کا یہی قول ہے بعض سلف کو اس میں اختلاف بھی رہا ہے مگر بزار نے بسند صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں صراحت کے ساتھ عاشورار دسویں تاریخ کو کہا گیا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۹ - عینی شرح بخاری ص ۱۱۸ ج ۵)

کہ یہودی اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ نے ان سے اس کی حقیقت دریافت کی انہوں نے یہی مذکورہ بالا وجہ بیان کی اس پر آپ نے فرمایا کہ موسیٰ کے تو ہم تم سے زیادہ حقدار ہیں اس کے بعد آپ نے خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم فرمایا۔[1]

ابتدائے اسلام میں یہ روزہ فرض تھا[2] اور اس کا بہت زیادہ اہتمام تھا بچوں تک کو تاکید کر کے یہ روزہ رکھوایا جاتا تھا۔[3] پھر جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو اس کی فرضیت ختم ہو گئی اور صرف مستحب رہ گیا، اس لیے جن روایات سے بہت زیادہ تاکید[4] معلوم ہوتی ہے وہ اسی دور کی ہیں، تاہم

---

[1] ہذا ما اشتملت علیہ الاولہ عن ابن عباس (تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۲۸)

[2] بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ روزہ اس امت پر کبھی فرض نہیں ہوا، کیونکہ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے لم یکتب علیکم صیامہ مگر یہ استدلال درست نہیں کیونکہ اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ تم پر عاشوراء کا روزہ دائمی طور پر فرض نہیں ہے اور اس کے برخلاف بخاری و مسلم ہی کی روایت میں یہ ہے کہ قد کان یصام قبل ان ینزل رمضان فلما نزل رمضان ترک الخ (منتقی الاخبار۔ نیل ج ۴ ص ۲۰۹ و ص ۲۵۴ و ص ۲۵۵) تو رمضان کے فرض ہونے سے جو چیز ترک ہوئی ہے وہ فرضیت ہی ہے اس کا استحباب تو اب بھی باقی ہے" اسی طرح صحاح کی متعدد روایات سے اس کا ابتداءً فرض ہونا اور پھر منسوخ ہو کر صرف مستحب رہ جانا ظاہر ہوتا ہے اور طبرانی کی ایک روایت میں صاف نسخ کا لفظ ہے حضرت عائذ ابن عمرو صحابی فرماتے ہیں۔۔ فلما افترض علینا رمضان نسخ صوم رمضان صوم ہذا الیوم وہذا الیوم تطوع الحدیث۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ حشرج ابن عبد اللہ قال الہیثمی ج ۳ ص ۱۸۷۔ ولم اجد من ترجمہ قلت والحدیث مؤید بالاحادیث الصحیحۃ

[3] بخاری و مسلم عن الربیع بنت معوذ۔ منتقی الاخبار بشرحہ نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۰۹

[4] اس طرح کی زیادہ تاکیدی روایات مسند احمد اور طبرانی کی معاجم ثلاثہ میں (باقی اگلے صفحہ پر)

اس کا اجر و ثواب اب بھی باقی ہے اور حدیثوں میں اس کی ترغیب و فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(۴۸۳) عن ابی قتادۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن صیام[1] یوم عاشوراء فقال: یکفر السنۃ الماضیۃ۔
(رواہ مسلم وابن ماجۃ ولفظہ، قال، صیام یوم عاشوراء انی احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ[2])

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: گزشتہ ایک سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتا ہے ــــ اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: عاشوراء کے روزوں کے متعلق مجھے اللہ تعالیٰ سے توقع ہے کہ وہ گزشتہ ایک سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جائیں گے

(۴۸۴) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] فی ق "صوم" وعلیہ علامۃ النسخۃ یعنی انہ نسخۃ والاصل حذفہ۔

[2] من سنن ابن ماجۃ ص ۱۲۵ والجامع الصغیر ج ۲ ص ۴۹ وتیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۲۷۔ وعمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۴۷ والمشکوٰۃ ص ۱۷۹ والمرقاۃ ج ۲ ص ۵۴۰ کلہم مع اختلاف طول الحدیث و قصرہ واختلاف عزوہم ذکروہ بلفظ "قبلہ" والنسخ الموجودۃ عندی کلہا متفقۃ علی خلافہ ففی ح ل "بعدہا" وفی ق ص ن والقاروقیۃ "بعدہ" ولااری ذلک الاتصحیفا وقع فی نسخۃ قدیمۃ ثم توارث وشاع فی النسخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) زیادہ ہیں، حافظ ابو بکر ہیثمی نے متعدد روایات درج کی ہیں، دیکھیے مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۴ تا ص ۱۸۸۔

صام یوم عاشوراء وامر بصیامہ ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بھی یوم عاشوراء کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو اس کا حکم بھی فرمایا۔

(۴۸۵) وعنہ انہ سئل من صیام یوم عاشوراء فقال ما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صام یوما یطلب فضلہ علی الایام الا ھٰذا الیوم ، ولا شہرا الا ھٰذا الشہر ، یعنی رمضان ۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے عاشوراء کے روزے کے متعلق سوال کیا تو آپؓ نے جواب دیا : میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام دنوں کے مقابلے میں کسی دن کو فضیلت دی ہو علاوہ اس دن کے ، اور نہ (تمام مہینوں کے مقابلے میں) کسی مہینے کو فضیلت دی علاوہ اس مہینے ، یعنی رمضان کے ۔

تشریح :۔

یہ بات اوپر عرفے کے بیان میں آچکی ہے کہ نفل روزوں میں سب سے بہتر روزہ عرفہ کے دن کا ہے جیسا کہ اس کے اجر و ثواب کی زیادتی سے ظاہر ہے ، لیکن جہاں تک " یوم عاشوراء " کی تاریخی اہمیت و عظمت کا تعلق ہے تو اس لحاظ سے کوئی اور دن اس کی برابری نہیں کر سکتا تاریخ مذاہب عالم اور سوانح انبیائے سابقین پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوتا ہے کہ جتنے اہم اہم واقعات عاشوراء کے دن ظہور میں آئے ہیں اتنے کسی اور دن نہیں آئے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا فرعونی مظالم سے نجات پانا

لہ یس ن ل و نی ق لبلامۃ النسخۃ یعنی انہ نسخۃ والاصل حذفہ ۔ لہ فی ح اد۔

طوفانِ نوحؑ کے ختم ہونے کے بعد ان کی کشتی کا جودی پہاڑ پر آکر ٹھہرنا اور ایک نئی دُنیا آباد ہونے کی تیاری کرنا۔ حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی طویل آہ و زاری کے بعد آخر توبہ کا قبول ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش، حضرت یوسف علیہ السلام کا "چاہِ کنعان" سے نکلنا، پھر جب ان کے غمِ فراق میں روتے روتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی جاتی رہی تھی تو خدا کے کرم سے ان کی آنکھیں روشن ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور پھر ان کا آسمان پر اٹھایا جانا، اور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا کا یہ عظیم انعام کہ آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو بخشا جاتا ہے یہ سب کچھ اسی مبارک دن میں ہوا ہے[1]۔

اس لحاظ سے گو روزہ کسی اور دن کا افضل ہو مگر کسی اور دن کو اس دن پر فوقیت حاصل نہیں ہے[2]۔ واللہ اعلم۔

---

[1] عینی شرح بخاری ج ۷ ص ۳۴۷، مولانا عبدالحی لکھنوی ؒ نے "الاثار المرفوعہ" ص ۲۲۴ (مطبع علوی لکھنؤ) میں ان میں سے اکثر واقعات کو حدیثوں کے حوالے کے ساتھ لکھا ہے۔

[2] حضرت ابن عباس رضؓ کے مذکورہ بیان "میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام دنوں کے مقابلے میں کسی دن کو فضیلت دی ہو۔ علاوہ عاشوراء کے" میں اور یومِ عرفہ کی فضیلت کی احادیث میں جو بظاہر ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے اس کا حل علماء اور شارحین حدیث نے یہ پیش کیا ہے کہ "یہ بات حضرت ابن عباس رضؓ نے اپنی معلومات کے لحاظ سے کہی ہے اور واقعہ فضیلت یومِ عرفہ ہی کو ہے" مگر یہ اس لیے درست نہیں کہ عرفے کے روزے پر دو سال کے گناہوں کی معافی والی حدیث طبرانی نے معجم صغیر میں خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔ حافظ منذری نے صیام محرم کے تحت وہ حدیث نقل کی ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

عاشوراء کے ساتھ ایک اور روزہ :-

(۴۸۶) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: لما صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء وامر بصیامہ قالوا یا رسول اللہ انہ یوم تعظمہ الیہود والنصاریٰ فقال : اذا کان عام المقبل إن شآء اللہ صمنا الیوم التاسع، قال، فلم یات العام المقبل حتی توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (رواہ مسلم وابوداؤد)[۱]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور (مسلمانوں کو بھی) اس کا حکم فرمایا تو (لوگ چونکہ جانتے تھے کہ یہود ونصاریٰ کی مشابہت آپ کو ناپسند ہوا کرتی ہے اس لیے) لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسولؐ اِس دن کی تو یہود ونصاریٰ بہت تعظیم واحترام کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ آئندہ سال ہم ان شاء اللہ نو تاریخ کو (بھی) روزہ رکھیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آئندہ سال (کا یوم عاشوراء) آنے سے قبل آپؐ کی وفات ہوگئی۔

(۴۸۷) وعنہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صوموا عاشوراء وخالفوا فیہ الیہود، صوموا یوما قبلہ

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس لیے حضرت ابن عباسؓ یوم عرفہ کے روزے کی فضیلت سے تو ناواقف نہیں ہیں۔ جہاں تک غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے ان کی مراد صرف عاشوراء کے دن کی اہمیت ظاہر کرنا ہے جیسا کہ عرض کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

[۱] یہ عنوان اور اسکی حدیثیں مرتب کی طرف سے اضافہ ہیں۔ [۲] منتقی الاخبار۔ نیل ج ۴ ص ۲۵۸، مشکوٰۃ ص ۱۷۸

ویوما بعدہ۔ (رواہ احمد والبزار وفیہ محمد بن ابی لیلی وفیہ کلام)[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ رکھو عاشوراء کا اور اس میں یہودیوں سے فرق کرو (اس طرح کہ) اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھو اور ایک دن بعد روزہ رکھو۔

تشریح:۔

ملتِ اسلامیہ کو سابقہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو ایک گہرا تعلق ہے اس کی بنا پر عاشوراء کے تاریخی دن کو روزہ رکھنا پسند تو کیا گیا لیکن ساتھ ہی شریعت نے اپنے گرد وپیش کے تحریف شدہ مذاہب کے اثرات سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کا بھی بہت اہتمام کیا ہے اس لیے یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے بچنے کی یہ تدبیر نکالی کہ اس سے پہلے ایک دن یا پہلے اور بعد میں دونوں دن مزید روزے رکھنے کی تعلیم دی۔

عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر فراخی وکشائش:۔

(۴۸۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من اوسع علی عیالہ واھلہ یوم عاشوراء اوسع اللہ علیہ سائر سنتہ۔ (رواہ البیھقی وغیرہ من طرق

---

[1] مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۸، منتقی الاخبار۔ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں اس کو ذکر کرکے احمد وبیہقی کا حوالہ دیا ہے اور سکوت اختیار کیا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۵۸)

[2] ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے بسند جید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے "یوم عاشوراء تصومہ الانبیاء فصوموہ انتم" یعنی عاشوراء کے روزے انبیاء کرام علیہم السلام رکھتے رہے ہیں تم بھی اس دن روزہ رکھو۔ (عینی شرح بخاری ص ۲۴۷/۵)۔

وعن جماعة من الصحابة، وقال البیہقی: هذه الاسانيد وان كانت ضعيفة فهی اذا ضم بعضها الى بعض اخذت قوة قلت ورواه الحافظ ابن عبد البر فی الاستذکار عن جابرؓ بسند صحیح علی شرط مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عاشوراء کے دن وسعت دی (فراخی وگنجائش سے کام لیا) اپنے اہل وعیال کے ساتھ، اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت و فراخی رکھے گا۔

تشریح:

آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنوں، مہینوں اور ساعتوں

۱؎ منهم ابو سعید الخدریؓ روی حدیثه الطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی شعب الایمان۔ وابن مسعودؓ۔ روی حدیثه الطبرانی فی الکبیر۔ وجابرؓ روی حدیثه البیہقی فی شعب الایمان ورواه ابن عبد البر فی الاستذکار من روایة ابی الزبیر عنه بسند علی شرط مسلم۔ وقال الحافظ ابو الفضل العراقی فی امالیه: حدیث ابی ہریرة ورد من طرق صحح بعضها الحافظ ابو الفضل ابن ناصر۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۹۔ الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۸۲، ۱۸۳۔ التعقبات علی الموضوعات للسیوطی ص ۴۰۔ (مطبع علوی لکھنؤ) المقاصد الحسنة للسخاوی ص ۲۰۳، (مطبع علوی لکھنؤ) قلت وهذا امر شاهد لصحته التجربة۔

۲؎ قال العراقی: قال البیہقی هذا امر كونه لم يقع لم رواية ابی الزبیر عن جابر التی هی اصح طرق الحدیث۔ (التعقبات للسیوطی ص ۴۱)

۳؎ قال الله تعالیٰ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (سورة الدخان آیت ۴) وعند احمد ومسلم عن جابر مرفوعاً: ان فی اللیل لساعة لا یوافقها عبد مسلم یسأل الله تعالیٰ فیها خیراً من امر الدنیا والاخرة الا اعطاه وذلك كل لیلة (راتی الکھنؤ ص)

میں سے بعض ساعات و اوقات ایسے ہیں جن میں ملاء اعلیٰ کی طرف سے آئندہ کے
حالات کے متعلق مختلف فیصلے صادر ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ انسان کے کچھ
خاص خاص اعمال کا ان فیصلوں پر اثر بھی پڑتا ہے۔[1] شریعت مطہرہ نے اس
بات کا خاص اہتمام کیا ہے کہ ایسے تمام اوقات کے لیے علیحدہ علیحدہ مخصوص
اعمال تجویز کیے ہیں جن کے اپنے اپنے الگ روحانی و مادی خواص و اثرات ہیں
جن کی کنہ و حقیقت خدا ہی کے علم میں ہے۔

یوم عاشوراء وہ مبارک دن ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی
کشتی طوفان ختم ہونے کے بعد جودی پہاڑ پر جاکر ٹھہری تھی[2] اور اس طوفان میں
تباہ شدہ دنیا کی از سر نو آبادکاری شروع ہوئی تھی اور ہر نعمت سے محروم مٹھی بھر
انسانوں کو خدا نے اپنی قسم قسم کی نعمتوں سے نوازنے کا وعدہ فرمایا تھا ارشاد
ربانی ہے:-

قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ (ہود آیت ۴۸)

حکم ہوا: اے نوح! (اب زمین پر) اتریئے ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لیکر جو تم پر اور تمہارے ساتھ والے لوگوں پر نازل ہونے والی ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وعند احمد و ابی یعلی برجالہ رجال الصحیح عن عقبة بن عامر الجهنی مرفوعاً: ان اللہ عز وجل یقول: یا ابن آدم اکفنی اول النهار باربع رکعات اکفک بهن آخر یومک۔ وعند احمد والترمذی عن عبد اللہ بن السائب فی ساعة الزوال: انها ساعة تفتح فیها ابواب السماء فاحب ان یصعد لی فیها عمل صالح۔ قال الترمذی حدیث حسن غریب ــــ (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] یہ تحلیل ترجمہ و اضافہ کے ساتھ حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۰۰ (مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ) سے ماخوذ ہے۔ [2] رواہ احمد و ابو الشیخ وابن مردویہ وابن جریر والاصبہانی وغیرہم کما فی الدر المنثور۔ والکوثر ... ص [illegible] مطبوعہ [illegible]

[3] شرح الجامع الصغیر للمناوی ج ۲ ص ۲۳۵ عن الحکیم۔

حدیثِ مذکور سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ محرم کی دس تاریخ کو اس وسعت وفراخی میں یہ تاثیر رکھی گئی ہے کہ اس گھرانے پر پورے سال خدا کی طرف سے کشائش ووسعت اور رحمت وبرکت عطا ہوتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا اور بالکل درست پایا۔ مشہور محدث ابن عُیَیْنہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے تجربہ میں بھی یہ صحیح ثابت ہوا، اور متعدد محدثین وعلماء نے اپنے اپنے تجربات لکھے ہیں اور اس قسم کے معاملات میں خود تجربہ بھی من جملہ شواہد کے ایک شاہد ہے[۵]۔ حافظ ابن رجبؒ نے بھی اس دن وسعت وفراخی پر خاص توجہ دینے کی تاکید کی ہے[۶]۔

(۵) ماہِ شعبان کے روزے :-

(۲۸۹) عن اسامة بن زید رضی الله عنهما قال قلت یارسول الله لم ارك تصوم من شهر من الشهر ما تصوم من شعبان قال: ذاك شهر یغفل[۵] الناس عنه بین رجب ورمضان، وهو شهر ترفع فیه الاعمال الی رب العالمین واحب ان یرفع عملی وانا صائم۔ (رواه النسائی[۶])

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! اللہ کے رسول! آپ

---

[۱] مناوی ج ۶ ص ۲۳۵ - [۲] اس سلسلے میں صلوٰۃ الحاجۃ کے ضمن میں حافظ منذریؒ کا ایک قول گزر چکا ہے - [۳] مناوی ج ۶ ص ۲۳۶ -

[۴] فی ح ق: عنه وهو خلاف المصطلح فان اسامة وابوه صحابیان -

[۵] فی ص ل ن: تغفل - [۶] والبیہقی فی شعب الایمان بنحوہ عنه باسناد حسن - (السراج المنیر ج ۲ ص ۳۳۷) -

شعبان کے مہینے میں جتنے روزے رکھتے ہیں میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا؟ آپؐ نے فرمایا: یہ رجب اور رمضان کے درمیان وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہو جاتے ہیں، اور اسی مہینے میں بارگاہِ رب العالمین میں اعمال لے جائے جاتے ہیں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال لے جائے جائیں تو میں روزے سے ہوں"

تشریح :-

رمضان کا مہینہ تو افضل ترین مہینہ ہے ہی، ماہِ رجب بھی اشہر حرم (باعظمت چار مہینوں: ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں سے ایک ہے اور جس کی اسلام سے قبل بہت تعظیم کی جاتی تھی، اور شعبان ان دو مبارک مہینوں کے درمیان واقع ہے اور خود شعبان کے بھی متعدد فضائل ہیں حتیٰ کہ ترمذی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ رمضان کے بعد سب سے بہتر شعبان کے وہ روزے ہیں جو رمضان کے احترام (اور اس کی تیاری) میں رکھے جائیں[1]

اس لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ یہ مہینہ لوگ غفلت میں نہ گزار دیں، پھر جس طرح فرض نماز سے پہلے کی سنتیں نماز سے انسان کے دل کو مانوس کرنے میں اور عالم روحانی سے اسے قریب کرنے میں ایک خاص اثر رکھتی ہیں، وہی نسبت شعبان کے روزوں کو رمضان کے فرض روزوں سے ہے۔

شعبان میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھنے کی ایک خاص وجہ علاوہ شعبان کی خصوصی فضیلت کے یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کا تھا تو کبھی وہ روزے رہ بھی جاتے تھے تو

---

[1] الترغیب، جامع صغیر ج۱ ص۵۰۔ شرح احیاء ج۴ ص۲۵۵۔ علامہ نووی نے "زیادات الروضۃ" میں کہا ہے کہ شعبان اپنی فضیلت کے لحاظ سے محرم کے قریب ہی ہے (شرح احیاء)

آپؐ ان سب کو جمع کر کے شعبان میں پورا فرما لیتے تھے[1]

(۴۹۰) وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم شعبان کلہ۔ قالت قلت: یا رسول اللہ! احب الشھور الیک ان تصوم شعبان؟ قال: ان اللہ یکتب فیہ علی کل نفس میتۃ تلک السنۃ، فاحب ان یاتینی اجلی وانا صائم۔ (رواہ ابو یعلی قال المنذری وھو غریب واسنادہ حسن وقال الہیثمی: وفیہ مسلم بن خالد الزنجی وفیہ کلام وقد وثق[2])

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام شعبان روزے رکھتے تھے، میں نے پوچھا اللہ کے رسول! روزے رکھنے کے لیے آپؐ کو تمام مہینوں سے زیادہ شعبان کا مہینہ پسند ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مہینے میں اس سال کے تمام وفات پانے والوں کا فیصلہ لکھ دیتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ جب میری اجل کا فیصلہ آئے تو میں روزے سے ہوں۔

تشریح:۔

ماہِ شعبان میں آپ کے روزوں کے متعلق روایات مختلف ہیں خود حضرت عائشہؓ ہی سے اس سے زیادہ صحیح سندوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ شعبان کے اکثر حصے میں روزے رکھتے تھے، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ سوائے رمضان کے آپؐ نے کسی مہینے میں تمام مہینے کے روزے نہیں رکھے، اس لیے علماءِ حدیث نے اس روایت میں تمام ماہ سے اکثر ایام مراد لیے ہیں[3] اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن عائشۃ وفیہ محمد بن ابی لیلی وفیہ کلام۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۲) و حکی ذلک ابن بطال عن ابن عمرؓ (عینی شرح بخاری ج ۵ ص ۳۱۰)۔ [2] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۲

[3] عینی شرح بخاری ج ۵ ص ۳۱۰، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳۵۔

سال پورے شعبان کے روزے رکھے ہوں اور کسی سال کچھ دن ناغہ بھی کر دیئے ہوں[1]۔

شعبان کی پندرھویں شب:-

(۱۴۹) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
قال یطلع اللہ[2] الی جمیع خلقہ لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع
خلقہ الا لمشرك او مشاحن[3]۔ (رواہ الطبرانی[4] فی الاوسط وابن حبان والبیہقی
ورواہ ابن ماجۃ بلفظہ من حدیث ابی موسی الاشعری، والبزار[5] والبیہقی من حدیث ابی بکر
الصدیق رضی اللہ عنہ بنحوہ باسناد لا باس[6] بہ ورواہ احمد من عبداللہ بن عمرو[7] بنحوہ باسناد لین
وفیہ: الا اثنین مشاحن وقاتل نفس)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں اپنی تمام مخلوق

---

[1] عینی شرح بخاری ج ۵ ص ۱۰۲، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳۵۔ [2] فی ق: اللہ تعالیٰ علی۔ [3] فی ل: مشاحن وھو تصحیف۔ [4] اطلقہ المنذری ھھنا وعزاہ فی الادب الی الاوسط، وقال الھیثمی فی الزوائد ج ۸ ص ۶۵۔ (کتاب الادب) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالھما ثقات۔ [5] قال الھیثمی رواہ البزار وفیہ عبدالملک ابن عبدالملک ذکرہ ابن ابی حاتم فی الجرح والتعدیل ولم یضعفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔

[6] الترغیب ھھنا وفی الادب ج ۳ ص ۴۵۹، ومجمع الزوائد فی الادب ج ۸ ص ۶۵

[7] وقع فی بعض النسخ فی ابواب الادب ج ۳ ص ۴۶۰ "عبداللہ ابن عمر" وھو خطاء والحدیث ذکرہ احمد فی مسانید عبداللہ بن عمرو بن العاص (مسند احمد ج ۱۰ ص ۱۲۶ رقم ۶۶۴۲) قال الھیثمی ج ۸ ص ۶۵۔ فیہ ابن لھیعۃ وھو لین الحدیث وبقیۃ رجالہ وثقوا وقال احمد محمد شاکر: اسنادہ صحیح وقال: روی ابونعیم ج ۵ ص ۱۹۱ معناہ من طریق الاوزاعی عن مکحول عن مالک بن یخامر عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

پلا فاصلہ، توجہ فرماتا ہے اور ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے سوائے اس شخص کے جو شرک میں مبتلا ہو اور اس کے جو دکسی بھائی سے) کینہ رکھتا ہو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سوائے خودکشی کرنے والے کے۔

(۳۹۲) وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم من الليل فصلى فأطال السجود حتى ظننت أنه قد قبض فلما رأيت ذلك قمت حتى حركت إبهامه فتحرك فرجعت، فسمعته يقول في سجوده: أعوذ بعفوك من عقابك وأعوذ برضاك من سخطك وأعوذ بك منك إليك، لا أحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على نفسك[1]، فلما رفع رأسه من السجود وفرغ من صلاته، قال: يا عائشة، أو يا حميراء أظننت أن النبي صلى الله عليه وسلم قد خاس بك؟ قلت: لا والله[2] يا رسول الله، ولكني ظننت أنك قبضت لطول سجودك، فقال: أتدرين[3] أي ليلة هذه؟ قلت: الله ورسوله أعلم. قال: هذه ليلة النصف من شعبان، إن الله عز وجل يطلع على عباده في ليلة النصف من شعبان فيغفر للمستغفرين ويرحم المسترحمين، ويؤخر أهل الحقد كما هم.

(رواه البيهقي[4] من طريق العلاء بن الحارث عنها وقال: هذا مرسل جيد،

---

[1] ما بين الواوين سقط من ق ههنا وفي الأدب أيضا وفي ح والفاروقية سقط في الأدب. [2] سقط من ح. [3] في م ول ن: أتدري وهو تصحيف.

[4] في هامش ق: هـ رواه الترمذي وابن ماجة، فكان ينبغي للمصنف رحمه الله أن يعزو الحديث لهما لشهرتهما. قلت لعله وهم وإنما هو حديث آخر عنها عند الترمذي وابن ماجة: فيه ذكر الخروج إلى البقيع، وحديث آخر عنها عند أبي داؤد والترمذي وفيه دعاء رکوع مار (باقی اگلے صفحہ پر)

یعنی ان العلاء لم یسمع من عائشۃ ویحتمل ان یکون العلاء اخذہ عن مکحول، واللہ اعلم۔[۱])

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (بستر سے) اٹھے اور نماز پڑھنے لگے، نماز میں آپؐ نے سجدہ اتنا لمبا کیا کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ آپؐ کہیں وفات تو نہیں پا گئے ہیں، میں نے جب یہ نقشہ دیکھا تو میں اٹھی اور میں نے آپؐ کا (پیر کا) انگوٹھا ہلایا تو اس کو حرکت ہوئی (جو اس بات کی پہچان تھی کہ آپؐ زندہ ہیں) جب میں واپس بستر پر آگئی تو میں نے آپؐ کو سجدے میں یہ کہتے سُنا:۔

اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ اِلَيْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔	تیری معافی کے ذریعہ میں تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں تیری رضا کے ذریعہ تیرے غصہ سے اور (اے مولیٰ!) تجھ سے تیری ہی طرف رخ کرتے ہوئے تجھ ہی سے پناہ مانگتا ہوں، میں تیری ثنا و تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا تو بس ویسا ہی ہے جیسا کہ خود تو نے اپنی تعریف کی ہے۔

پھر جب آپؐ نے سجدے سے سر اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: عائشہؓ!۔ یا یہ فرمایا حمیراء[۲]! (دلوئی!) کیا تم یہ سمجھی تھیں کہ

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہٰذا الحدیث و ہو مختصر منہ ولیس فیہ ذکر لیلۃ النصف من شعبان۔

[۱] الترغیب ہہنا وفی الادب ج۲ ص ۲۴۱، [۲] یہ حمراء (سُرخ و سفید) کی تصغیر ہے حضرت عائشہؓ کو آپؐ ان کے حسن و جمال کی وجہ سے کبھی کبھی محبت میں اس لفظ سے پکارتے تھے۔

نبی تمہیں دھوکہ دے گئے ؟ اور تمہاری باری کے دن کسی اور کے ہاں جا پہنچے ؟) ۔ میں بولی : نہیں ! خدا کی قسم اللہ کے رسول (ایسی بات نہیں) بلکہ آپ کے بہت طویل سجدے سے مجھے یہ گمان ہوا کہ آپ کی روح قبض ہو گئی ہے ۔ آپ نے فرمایا : جانتی ہو یہ کونسی رات ہے ؟ ۔ میں نے کہا ، اللہ اور اس کا رسول ہی جانیں ، فرمایا ، یہ آدھے شعبان کی رات ہے ، اللہ تعالیٰ آدھے شعبان کی رات (میں) اپنے بندوں پر (خاص) توجہ فرماتا ہے ، مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے مگر آپس میں دشمنی اور بغض رکھنے والے لوگ یونہی اپنے حال پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں (تا وقتیکہ وہ اپنے دل صاف کر کے صلح صفائی نہ کر لیں ۔)

تشریح :-

اس مبارک رات میں خدا کی عام مغفرت و رحمت سے یہ تین آدمی محروم رہتے ہیں (۱) مشرک ، جو کسی خیر و شر میں خدا کے علاوہ کسی اور ہستی کو اثر انداز اور دخیل سمجھے ۔ (۲) آپس میں دشمنی رکھنے والا ، نفسانیت کی وجہ سے انسان اکثر حق و ناحق کے فرق سے غافل ہو جاتا ہے اور دوسرے کا جو حق اپنے ذمے آتا ہے اسے نظر انداز کر دیتا ہے ، شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی بات پر دو بھائیوں میں کچھ ناچاقی ہو جائے تو ایماندارانہ طریقے پر ہر شخص اپنی حالت پر غور کرے اور جو غلطی پر ہو وہ اپنی غلطی تسلیم کر کے اسے دُور کرے اور خود آگے بڑھ کر صلح کرے ، اور ایمانی تقاضے کو سب سے زیادہ پورا کرنے والا وہ ہے جو پہلے بڑھ کر صلح صفائی کی پیشکش کر دے چاہے غلطی دوسرے ہی کی ہو ۔ اس میں کچھ اور ضروری تفصیلات بھی ہیں جو آگے اپنے مقام پر آئیں گی ۔ (۳) خدا نے انسان کو جو جسم و جان دی ہے یہ امانت ہے انسان ان کی مدد سے نیکی کی راہ میں جد و جہد تو کر سکتا ہے ان کو

ضائع نہیں کرسکتا اور جو شخص یہ بد دیانتی اور خیانت کرتا ہے خدا کی نظر میں وہ بڑا باغی اور مجرم ہے جو اس رات کی خاص رحمت و مغفرت سے محروم رہے گا اور دوسری بہت سی سزاؤں کا بھی مستحق ہو گا۔

اس دوسری حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سجدے کی طویل دعا کا کچھ حصہ اس لیے ذرا آواز سے ادا کر دیا کہ حضرت عائشہؓ کی پریشانی دور ہو جائے۔

آدھے شعبان کی رات سے مراد شعبان کی پندرھویں رات ہے بہت سی حدیثوں میں اس کی فضیلت آئی ہے ہمیں کرکے اس رات میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا چاہیئے۔ اور اس تاریخ میں جو غیر اسلامی بلکہ بعض مشرکانہ رسمیں پائی جاتی ہیں ان سے سختی پرہیز کرنا چاہیئے۔

پندرہ شعبان کا روزہ :-

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا یومھا فان اللہ تبارک وتعالیٰ ینزل فیھا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفرلہ، الا من مسترزق فارزقہ، الا من مبتلی فاعافیہ الا کذا، الا کذا، حتی یطلع الفجر۔ (ابن ماجۃ بیہقی فی شعب الایمان وعبدالرزاق فی مصنفہ[1])

یعنی جب آدھے شعبان کی رات ہو تو اس رات میں عبادت کرو اور اس کے بعد والے) دن روزہ رکھو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس شب میں شام ہی سے اس قریب والے آسمان پر جلوۂ خاص فرماتا ہے (یعنی اس کی خصوصی توجہ ہوتی ہے) اور رات بھر یہ اعلان

[1] حاشیہ صفحہ ۳۶۱ پر۔

فرماتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کردوں، ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ اسے روزی دیدوں، ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اسے اس سے نجات دوں، ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ویسا، اسی طرح صبح ہو جاتی ہے۔

یہ حدیث بہت ضعیف اور ہمارے معیارِ انتخاب سے کمتر ہے[1] اس لیے ہم نے اسے اپنی ترتیب میں تو نہیں لیا، لیکن علماء و صلحاء کا قدیم ایام سے اور ایک ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ باہر بھی یہی معمول ہے کہ وہ پندرہ شعبان کی شب میں عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ اس رات کی عبادت کے متعلق تو اور بھی متعدد معتبر حدیثیں ہیں جن کا نمونہ آپ اوپر دیکھ چکے ہیں مگر اس روزے کے متعلق صرف یہی ایک حدیث ہے، اس لیے پندرھویں کے ساتھ اگر تیرھویں اور چودھویں کا روزہ بھی رکھ لیا جائے تو یہ ایامِ بیض کے روزے ہو جائیں گے جن کا بیان آئندہ صفحہ سے شروع ہو رہا ہے۔

رات کے آخری حصوں میں اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ پورے سال ہوتی ہے۔ اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ اس رات میں شام ہی سے خدا کے خاص انعام و احسان کا اعلان شروع ہو جاتا ہے۔

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے الترغیب و تفسیر روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۰۲۔ و شرح احیاء علوم الدین للزبیدی ج ۳ ص ۴۲۵۔ قلت و لم اجاوزہ فی المصنف (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] ہذا علی اسناد ابن ماجۃ و ینبغی ط اسناد البیہقی و عبد الرزاق۔

نفل روزوں کی دوسری قسم، ماہانہ

(۱) ہر مہینے تین روزے، خاص طور پر ایام بیض کے :-

(۴۹۳) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاصی[1] رضی اللہ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :- صوم ثلاثۃ ایام من کل شہر صوم الدھر کلہ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر مہینے کے تین روزے تمام سال کے روزے ہیں (یعنی اجر میں ان کے برابر ہیں)۔

(۴۹۴) وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من صام من کل شہر ثلاثۃ ایام، فذلک صیام الدھر، فانزل اللہ تصدیق ذٰلِکَ فی کتابہ : مَنْ جَآءَ بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔ الیومُ بعشرۃ ایام۔

(رواہ احمد والترمذی وحسنہ واللفظ لہ والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ فی صحیحہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیے تو یہ تمام سال کے روزے ہو گئے، اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (کی اس آیت) میں نازل فرمائی ہے :-

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ (سورۂ انعام آیت ۱۶۰) جو ایک نیکی کرے گا اس کو اس کا دس گنا ملے گا۔

---

[1] فی ق : العاص :

ایک دن دس دن کے برابر ہوا۔

(۴۹۵) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صوم شہر الصبر وثلاثة ایام من کل شہر یذھبن[1] وحر الصدر۔ (رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح، ورواہ احمد وابن حبان والطبرانی والبیہقی الاربعة من حدیث اعرابی ولم یسمّوہ الا ان الطبرانی قال حدثنا رجل من عکل[2] قال الہیثمی رجال احمد رجال الصحیح[3])

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر کے مہینے کے (یعنی رمضان کے) روزے اور ہر مہینے کے تین روزے سینے کے کھوٹ کو دور کردیتے ہیں۔

تشریح:۔

یعنی ان کی پابندی کرنے سے انسان پاک باطن اور نیک دل ہوجاتا ہے۔ اور اس کے اندر سلامتی طبع اور اچھے برے میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، انسان کے باطن پر عبادتوں اور نیکیوں کے نورانی اثرات بھی سینے کو گندگیوں سے پاک کیے بغیر نہیں پڑسکتے۔

(۴۹۶) وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاصی[4] رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ: بلغنی انك تصوم النہار، وتقوم اللیل

---

[1] فی ل ص ن: تذھبن وھو خلاف القواعد۔ [2] وفی الجامع الصغیر رواہ البغوی والباوردی والطبرانی عن النمر بن تولب۔ قال المناوی النمر بن تولب العکلی الصحابی وھو غیر النمر بن تولب الشاعر المشہور۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی ص ۲۱۱/۴)

[3] الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۶۔

[4] فی ق: العاص۔

فلا تفعل، فان لجسدك عليك حظًا و لعينك[1] عليك حظًا ، وان لزوجك عليك حظًا، صم وافطر، صم من كل شهر ثلاثة ايام، فذلك صوم الدهر. قلت : يا رسول الله إن لي قوة - قال : فصم صوم داؤد عليه السلام : صم يوما ، وافطر يوما ، فكان يقول يا ليتني اخذت بالرخصة - (رواه البخاري ومسلم وفي رواية لمسلم)

قال عبد الله بن عمرو : لان اكون قبلت الثلاثة التي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احب الي من اهلي ومالي -

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دن کو (ہمیشہ) روزے رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے رہتے ہو ایسا نہ کرو، اس لیے کہ تمہارے ذمے تمہارے جسم کا حصہ بھی ہے، اور تمہاری آنکھوں کا حصہ بھی ہے، اور تمہاری بیوی کا حصہ بھی ہے، روزے رکھو بھی ناغہ بھی کرو، (بس) ہر مہینے تین روزے رکھ لیا کرو، یہ ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے، میں نے کہا: اللہ کے رسول! (خدا کا فضل ہے) میرے اندر (اس سے زیادہ کی) طاقت ہے، آپ نے فرمایا، تو پھر حضرت داؤد علیہ السلام والے روزے رکھو، ایک دن رکھ لیا ایک دن چھوڑ دیا۔ (راوی کا بیان ہے) حضرت عبداللہ بن عمرو فرمایا کرتے تھے: کاش میں یہی دی ہوئی گنجائش کو اختیار کر لیتا۔

اور ایک روایت میں ہے وہ فرماتے تھے کہ میں حضور اکرم

---

[1] فی ح : ولعينيك -

صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ماہانہ تین روزے قبول کر لیتا تو
یہ بات میرے لیے میرے تمام اہل وعیال اور مال ودولت سے
عزیز تھی۔

تشریح :۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کی سہولت کی خاطر
کم سے کم روزوں کا مشورہ دیا تھا مگر یہ بار بار فرماتے رہے کہ میرے اندر اس
سے زائد کی قوت ہے اور آپ ان کے شوق پر بڑھاتے رہے اور اخیر میں صوم
داؤدی" پر ٹھہرائے اور ایک روایت میں ہے کہ "صوم داؤدی" پر بھی انھوں نے
عرض کیا کہ اللہ کے رسول میں اس سے بھی افضل چاہتا ہوں آپ نے فرمایا اس سے افضل روزے کوئی نہیں[۲]
یعنی زیادہ سے زیادہ بس اتنے ہی کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا معمول تھا اور آپ کے اتباع
میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی یہی عادت تھی کہ جو بھی عمل شروع کرتے اور
جس عبادت کو بھی اپناتے، اس کو ہمیشہ نباہتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ
نے اس وقت تو بلند ہمتی اور جذبہ شوق میں "صوم داؤدی" اختیار کر لیا
مگر اخیر میں اس میں دشواری پیش آئی مگر ایک معمول بن چکا تھا اور خود اپنی
مرضی سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو شروع کر چکے تھے
اس لیے اس کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے تھے، اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے بار بار فرمایا ہے کہ اپنے ذمے اتنا ہی عمل لو جتنا آسانی سے
ہمیشہ نباہ سکو خدا تعالیٰ کو وہی عمل زیادہ پسند ہے جو پابندی سے کیا جائے۔
اسی لیے مشائخ سلوک کا معمول ہے کہ وہ سالکین کے لیے ان کی ہمت کے بقدر

---

[۱] نسائی۔ [۲] بخاری ومسلم۔

ہی معمول تجویز کرتے ہیں اور ایک مرتبہ شروع کر دینے کے بعد اس کو چھوڑنا بے برکتی کا سبب بتاتے ہیں۔

(٤٩٧) وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا صمت من الشہر ثلاثا فصم ثلاث عشرۃ، واربع عشرۃ، وخمس عشرۃ۔ (رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ، وابن حبان، وقال الترمذی حدیث حسن[1])

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مہینے کے تین روزے رکھو تو مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو رکھو۔

(٤٩٨) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصیام، فقال: علیک بالبیض: ثلاثۃ ایام من کل شہر۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر ورواتہ ثقات[2])

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (نفل) روزوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ایام بیض (چاندنی تاریخوں) کے روزے رکھو ہر مہینے تین دن۔

تشریح :-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول ان تین روزوں کے متعلق مختلف رہا ہے، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مہینے کے تین روزے

[1] من الترغیب والجامع الصغیر۔ [2] من الزوائد ج ٣ ص ١٩٦ وفی الترغیب رواہ الطبرانی فی الاوسط

شروع تاریخوں میں رکھ لیتے تھے[1]۔ دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ آپ ایک مہینے تو ہفتہ، اتوار، پیر کے روزے رکھتے اور دوسرے مہینے منگل، بدھ، جمعرات کے[2]۔ اور حضرت عائشہ رضؓ ہی نے ایک موقع پر ایک خاتون کے سوال کے جواب میں بتایا کہ لم یکن یبالی من ای ایام الشھر یصوم[3]۔ یعنی اس کا کوئی خاص لحاظ و اہتمام نہ تھا کہ مہینے کی کن تاریخوں میں روزے رکھیں، اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ آپؐ کو اکثر سفر پیش آتے رہتے تھے اس لیے تاریخوں کی پابندی مشکل تھی بلکہ بسا اوقات مہینے کے تین روزے پورے بھی نہ ہو پاتے تھے جیسا کہ حدیث ۴۹۰ کی تشریح کے ضمن میں ایک روایت میں گزر چکا ہے۔ اور ایک اہم مصلحت جو خاص طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر رہتی تھی یہ ہے کہ آپ بہت سے کاموں کی پابندی اس لیے بھی ترک فرما دیتے تھے کہ امت پر یہ عمل واجب نہ ہو جائے — لیکن آپؐ کے ان معمولات کو چھوڑ کر جہاں تک آپؐ کے ارشادات و اقوال کا تعلق ہے تو اکثر و بیشتر آپؐ نے یہ روزے انہی تین تاریخوں میں رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ مہینے کے تین روزے انہی تاریخوں میں رکھے جائیں اور جب کوئی عذر درپیش ہو تو جن تاریخوں میں موقع ہو رکھ سکتے ہیں۔

---

[1] رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابن مسعود رضؓ (مشکوٰۃ ص ۱۸۰)

[2] رواہ الترمذی عن عائشہ رضؓ۔ (ایضاً)

[3] رواہ مسلم عن معاذۃ العدویۃ عن عائشہ رضؓ (ایضاً ص ۱۷۹) والسائلۃ ھی معاذۃ العدویۃ۔

نفل روزوں کی تیسری قسم: ہفتہ وار

(۱) پیر اور جمعرات کے روزے:

(۴۹۹) عن ابی هریرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاُحِبُّ ان یعرض عملی وانا صائم۔ (رواه احمد والترمذی وقال حسن غریب وابن ماجة ولاحمد وابی داؤد والنسائی هذا المعنی من حدیث اسامة بن زید[1])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بندوں کے) اعمال پیر اور جمعرات کو (عالم بالا میں) پیش کیے جاتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال ایسے وقت میں پیش ہوں کہ میں روزے سے ہوں۔

(۵۰۰) وعنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تنسخ دواوین اهل الارض فی دواوین اهل السماء فی کل اثنین وخمیس فیغفر لکل مسلم لا یشرك بالله شیئا الا رجل بینه وبین اخیه شحناء[2] (رواه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی ورجاله ثقات[3])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر پیر اور جمعرات کو زمین والے (فرشتوں) کے (تیار کردہ اچھے انسانوں کی اچھے برے اعمال کے رجسٹر آسمان والے (فرشتوں) کے رجسٹروں میں نقل کیے جاتے ہیں، پس (اس روز)

---

[1] الترغیب ومنتقی الاخبار، وتلخیص الحبیر ص ۱۹۹/۱ ۔ [2] فی ل: شحناً۔ [3] الترغیب ص ۱۸۵ (فی الادب ج ۳ ص ۴۵۸، ومجمع الزوائد فی الادب) ج ۸ ص ۶۶ ۔

ہر اس مسلمان کی مغفرت ہو جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو سوائے اس شخص کے جس کی اپنے بھائی سے دشمنی چل رہی ہو۔

تشریح :-

اعمال کی پیشی کے متعلق ابھی حدیث نمبر ۴۸۹ میں گزرا ہے کہ شعبان کے مہینے میں ہوتی ہے، اور بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے اس میں ہے کہ فجر اور عصر میں اعمال کی روداد (رپورٹ) پیش کرنے والے فرشتوں کی باریاں بدلتی رہتی ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کے متعلق سوال کرتا ہے اور اس حدیث میں یہ ہے کہ پیر اور جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔ ان تینوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ یہ تین حسابات الگ الگ ہیں ایک حساب تو روزانہ کا ہے جو صبح و شام پیش ہوتا ہے، دوسرا حساب ہفتہ وار ہے جو یہاں بیان ہوا ہے اور تیسرا حساب سالانہ ہے جو شعبان کے مہینے میں پیش کیا جاتا ہے[1]۔

لیکن تمام متعلقہ روایات پر گہری نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ روزانہ فجر اور عصر میں جو فرشتے آتے جاتے ہیں وہ صرف اعمال کو اوپر لے جاتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں یرفع عمل اللیل قبل عمل النہار الخ کے الفاظ سے ظاہر ہے، وہ اپنی رپورٹ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ خود ہی اپنے نیک بندوں کے ذکر تذکرے کے طور پر پوچھ لیتا ہے چنانچہ اس حدیث میں فیسألہم ربہم وھو اعلم بہم کے الفاظ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے اپنے بندوں کے متعلق سوال فرماتا ہے حالانکہ وہ خود سب کچھ جانتا ہے، اور ہفتہ وار پیشی بھی دراصل اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں ہے

---

[1] خلاصہ مرقاۃ ج ۲ ص ۲۰۰ و المناوی شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۶۴ تحت حدیث ان اعمال العباد الخ

بلکہ خدائی نظام کے تحت زمینی عملہ اپنے سے اونچے آسمانی عملہ کو پیش کرتا ہے اور وہ تمام تفصیلات ان کے رجسٹروں میں نقل کرلی جاتی ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے[1] خدا تعالیٰ کے سامنے پیشی سال میں صرف ایک بار شعبان میں ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

(۲) بدھ اور جمعرات کے روزے :۔

(۱۰۵) عن عبید[2] اللہ بن مسلم القرشی عن ابیہ [رضی اللہ عنہ] قال: سألت، او سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صیام الدھر، فقال: لا، ان لاھلك علیك حقا، صم رمضان والذی یلیہ وکل اربعاء وخمیس فاذًا[3] انت قد صمت الدھر وافطرت۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی وقال حدیث حسن غریب[4]، قال المنذری: ورواتہ ثقات)

[1] جن روایات میں پیر اور جمعرات میں بھی "یعرض" کے الفاظ ہیں ان کی مراد اس حدیث نمبر ۱۰۰ کی روشنی میں متعین کرنی چاہیے اس لیے کہ اس میں تفصیل ہے اور یہ گویا شرح ہے دیگر روایات کی۔ واللہ اعلم۔ [2] من ح ص ل ن والنار دقیہ، وفی ق: عبداللہ وھو تصحیف وتخلیط، وکاتب ق کتب اولا عبیداللہ ثم محا الیاء منہ وجعلہ عبداللہ و لعلہ التبس علی کاتبہ او علی من طالع ھذہ النسخۃ۔ اسم صحابی "عبداللہ بن مسلم" (ذکرہ ابن حجر فی الاصابہ ج ۴ ص ۱۳۰۔ دون نسبۃ) فظن انہ ذلك مع انہ لیس صحابی اسمہ "عبداللہ بن مسلم القرشی" مکبرا و بالنسبۃ، ولیس عبید اللہ ھذا بصحابی وانما ھو تابعی یروی عن ابیہ مسلم القرشی الصحابی، ومسلم القرشی ھذا ذکرہ ابن حجر فی الاصابہ ج ۶ ص ۹۵ وذکر لہ ھذا الحدیث، وذکر ھذا الاسم ھکذا مصغرا۔ [3] من المرتب، فی ص ح: فاذن۔ [4] کذا فی ح ل ص ن والدارقطنیۃ وفی ق "حدیث غریب" وبینھما بیاض نکان الکاتب کتب اولا ثم حکہ ومحاہ کما یبدو من ثم ولم ندر ما سببہ۔

عبیداللہ بن مسلم اپنے والد حضرت مسلم القرشی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صوم دہر (ہمیشہ بارہ مہینے تیسوں دن روزے رکھنے) کے متعلق میں نے یا (شاید) کسی اور نے سوال کیا (کہ رکھنے چاہئیں یا نہیں؟) تو آپ نے فرمایا: نہیں، تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق ہے، (بس) رمضان کے روزے رکھو اور جو اس سے متصل (آتے) ہیں (یعنی عید کے بعد کے چھ روزے) اور ہر بدھ جمعرات کے، اس طرح تم (گویا) پورے سال کے روزے بھی رکھ لوگے اور بے روزہ بھی رہ لوگے۔

تشریح :۔

پورے سال روزے رکھنے میں کمزور ہو جانے کا اندیشہ ہے جس کی وجہ سے بہت سے کاموں میں خلل ہو سکتا ہے اور بہت سے حقوق کی ادائیگی میں کمی آسکتی ہے۔ جو نفل روزوں سے زیادہ اہم اور ضروری ہیں۔

تنہا جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت :۔

(۵۰۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی، ولا تخصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام، الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم

(رواہ مسلم والنسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سب راتوں میں سے (تنہا) جمعہ کی رات کو عبادت کے لیے مخصوص نہ کرو اور نہ سب دنوں میں (تنہا) جمعہ کے دن کو روزے کے لیے خاص کرو، ہاں اگر کسی کے ان روزوں میں جمعہ بھی

آجائے جن کا پہلے سے معمول ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۵۰۳) وعنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يصومن احدكم يوم الجمعة الا ان يصوم يوما قبله او يوما بعده۔ رواه البخاري واللفظ له ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجة وابن خزيمة في صحيحه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ وہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی رکھے (تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں)

(۵۰۴) وعن عامر بن لدين[1] الاشعري [عن ابي هريرة][2] رضي الله عنه

---

[1] في ق: لدين وهو تصحيف، وصوابه بالمهملة۔

[2] زيادة على الكتاب، وبهامش ق: عن ابي هريرة، وعليه رمز ظ يعني الظاهر انه كذا۔ ووقع في جميع نسخ الكتاب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۹ عامر ابن لدين الاشعري رضي الله عنه قال سمعت الخ۔ وهكذا اورده ابن شاهين ومن تبعه ولهذا الحديث عد بعض العلماء لدينا الاشعري من الصحابة، قال الحافظ في الاصابة ج ۵ ص ۱۲۸، وهذا اخطأ نشأ عن سقط انما هو عن عامر بن لدين الاشعري عن ابي هريرة قال سمعت الخ هكذا اخرجه ابن خزيمة في صحيحه والنيسابوري في زياداته وغيرهما۔ انتهى ملخصا من الاصابة قلت وهكذا اخرجه احمد في مسنده ج ۱۵ ص ۱۰۵، رقم ۸۰۱۲ في مسانيد ابي هريرة عن عامر بن لدين الاشعري عن ابي هريرة، والحاكم في المستدرك ج ۱ ص ۴۳۶ من عامر بن لدين انه سمع ابا هريرة، وذكر حديث الحاكم بسنده الحافظ في التلخيص ص ۱۹۶

(باقی اگلے صفحہ پر)

قال سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان یوم الجمعۃ عید کم فلا تصوموا الا ان تصوموا قبلہ او بعدہ۔

(رواہ البزار باسناد حسن واحمد وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم)

عامر بن لدین اشعری [حضرت ابوہریرہ] رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کا دن تمہاری (اہل اسلام کی) عید ہے، اس میں روزہ نہ رکھو، ہاں اگر اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی روزہ رکھو تو کوئی حرج نہیں۔

تشریح :۔

جمعہ کے دن کی جو فضیلتیں ہیں اور اس دن جن عبادات واذکار کا خاص اہتمام کرنا چاہیے ان کا بیان شریعت نے خود وضاحت سے کر دیا ہے

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) والفتح ج ۴ ص ۱۹۱ والعینی فی العمدۃ ج ۵ ص ۳۳۱ هکذا وهذا السقط لیس من ناسخ الترغیب ومجمع الزوائد بل هو ممن فوقهم مع البزار وابن شاهین وغیرهما۔

ثم وقع لبعض ثقات مترجمی هذا الکتاب خطاء آخر فانه اذا لم یجد فی الفن من اسمه عامر بن لدین الاشعری جعله عامر بن ابی عامر الاشعری وهذا الخطأ منه فانه قد ترك ما فی الکتاب من غیر دلیل ولم یات بشیء یحل الاشکال ثم انه لم ینبه علی عدوله عن الاصل۔ والحمد لله الذی هدانا لهذا۔ ثم رجعت احمد محمد شاکر ینبه علی هذا السقط فی تعلیقه علی المسند باختصار۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۹ والاصابہ ج ۵ ص ۱۲۱ والمستدرک ج ۱ ص ۴۳۷ ومسند الامام احمد ج ۵ ص ۱۰۵۔ والعجب من المصنف والہیثمی لم یعزوا هذا الحدیث الا للبزار ولم یعزه الی احمد احد والله الموفق۔

ان کے علاوہ کسی اور عبادت کا اس میں اضافہ کرنا اور پھر اس کا اہتمام کرنا بالخصوص ایسے حالات میں جبکہ بعض دوسری امتوں نے جبا دتوں کے لئے اپنے اپنے دن مخصوص کر رکھے ہیں مناسب نہ تھا اور اندیشہ تھا کہ لوگ شریعت کی قائم کردہ حدود پر قائم نہ رہیں اور ایک غیر لازم چیز کو اپنے اوپر لازم کر لیں۔ اس کے برخلاف دوسرے دنوں کے روزوں کی ترغیب حدیثوں میں موجود ہے۔

کہ یہ دن جمعہ کی طرح پہلے سے متبرک اور دیگر عبادات کے لیے مخصوص نہیں ہیں، اس لیے ان میں وہ اندیشہ نہیں تھا اور جمعہ کے ساتھ جب ایک دن اور شامل ہو جائے گا تو اس کی خصوصیت ختم ہو جائے گی۔

پھر اس آخری حدیث میں اس ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی بیان کر دی گئی کہ یہ اہلِ ایمان کی عید ہے، اسے روزے کا دن تجویز کر لینا مناسب نہیں۔ اور جن حدیثوں[1] میں جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے، علماء حدیث نے ان سے زیادہ دوسری مستند اور کثیر روایات کی روشنی میں ان کا مطلب یہی قرار دیا ہے کہ کہ اس سے پہلے یا بعد میں بھی روزہ رکھا جائے۔[2]

اور جن روایتوں میں جمعہ کے دن آپ کے روزے رکھنے کا معمول بیان ہوا ہے۔[3] اس کی صورت یا تو یہ رہی ہوگی کہ اس سے پہلے یا بعد میں بھی آپؐ نے روزہ رکھا ہوگا

---

[1] الترغیب۔ [2] عینی شرح بخاری ج ۵ ص ۲۴۳ التلخیص الجبیر ص ۲۰۰/۱ منتقی الاخبار (نیل ص ۲۶۶/۴) [3] جن روایات میں آپ کا معمول بیان ہوا ہے ان میں باہم تعارض بھی ہے حضرت ابن عمرؓ ہی سے ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ کو کبھی جمعہ کے دن روزے سے نہیں دیکھا اور حضرت ابن عمرؓ ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ میں نے آپ کو کبھی جمعہ کے دن بے روزے نہیں دیکھا اور سند دونوں ہی کی کمزور ہے۔ دیکھیے مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۹ و ص ۲۰۰۔

ورنہ پھر یہ بات آپ کے ساتھ مخصوص ہوگی[1] امت کے لیے حکم یہی ہے جو اوپر حدیث میں بیان ہوا۔

(۵۰۵) وعن ابن سیرین قال: کان ابوالدرداء رضی اللہ عنہ[2] یحیی لیلة الجمعة ویصوم یومها فاتاه سلمان وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخی بینهما ونام عنده فاراد ابوالدرداء ان یقوم لیلته فقام الیه سلمان فلم یدعه حتی نام[3] وافطر فجاء ابوالدرداء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبره فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: عویمر! سلمان[4] اعلم منك، لا تخص لیلة الجمعة بصلاة ولا یومها بصیام۔ رواه الطبرانی فی الکبیر باسناد جید وقال الهیثمی وهو مرسل ورجاله رجال الصحیح ورواه عبدالرزاق فی مصنفه[5]۔

امام محمد بن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جمعہ کی رات میں عبادت میں مصروف رہتے اور دن میں روزہ رکھتے، ایک روز ان کے یہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تشریف لائے — حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کے درمیان رشتۂ مواخاۃ یعنی

---

[1] اور جن حضرات نے خصوصیت کا انکار کیا ہے وہ بے دلیل ہے، دیکھیے نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۶۴۔ [2] لیس فی ل ص ن۔ [3] فی ص: صام؛ وہو تصحیف۔
[4] فی ح: سلیمان؛ وفی ص: وسلمان؛ وہما خطأ۔
[5] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۹ وص ۲۰۰ ۔ والمصنف ج ۴ ص ۲۷۹ لعبدالرزاق والطبعة الاولی تحت اشراف المجلس العلمی ببیروت ۱۳۹۱ھ مع تعلیقات مفیدة للاستاذ المحدث حبیب الرحمن الاعظمی۔

بھائی بندی کا تعلق قائم فرما رکھا تھا۔ حضرت سلمانؓ رات کو انہی کے یہاں سوئے (رات جمعہ کی تھی) حضرت ابو الدرداءؓ نے رات میں اٹھنے (اور حسب معمول عبادت میں مصروف ہونے) کا ارادہ کیا لیکن حضرت سلمانؓ نے ان کو اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہونے دیا حتی کہ وہ مجبور ہو کر سو گئے اور روزہ بھی نہ رکھا (صبح کو حضرت ابو الدرداءؓ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا سنایا، آپؐ نے ارشاد فرمایا، عویمر (ابو الدرداء کا نام یا لقب ہے) سلمان تم سے زیادہ صاحب علم ہیں۔

تشریح :۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر اپنے تمام مکی صحابہ کرامؓ سمیت مدینہ منورہ میں قیام فرمایا تو مہاجرین (مکے کے رہنے والے نو وارد صحابہ) اور انصار (مدینہ کے رہنے والے صحابہ کرامؓ) کے درمیان مواخاۃ رشتۂ اخوت قائم فرما دیا تھا جس کے نتیجے میں مہاجر اور انصار ایک دوسرے کے لیے حقیقی بھائیوں سے زیادہ فدا کار و جاں نثار ہو گئے تھے۔ اس حدیث میں اسی مواخاۃ کا ذکر ہے۔

حضرت سلمانؓ کو یہ حکم پہلے سے معلوم ہو گا اس لیے انہوں نے روکا تھا، دوبارہ مزید اس حکم کی تائید ہو گئی۔

تنہا شنبہ کا روزہ رکھنے کی ممانعت :۔

(۵۰۶) عن عبد اللہ بن بسر عن اختہ[1] الصماء رضی اللہ عنہم[2] ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا تصوموا یوم[3] السبت

---

[1] روی ھذا الحدیث عن عبد اللہ بن بسر عن اختہ وقیل عن ابیہ وقیل عنہ بلا واسطۃ ولذلک اعلہ بعضہم بالاضطراب والحق انہ لیست بعلۃ قادحۃ فانہ ایضا صحابی۔ وفی المقام کلام آخر۔

[2] من ح، وفی النسخ الغابۃ فیہ "عنہا" والاولی ما اثبتناہ فانہم الثلاثۃ صحابیون۔ [3] من ق ل ن والغا۔ دکیۃ؛ وفی ح من ایلۃ۔

الا فیما افترض علیکم، فان لم یجد احدکم الا لحاء عنبة، او عود شجرة فلیمضغه - (رواه الترمذی وحسنہ والنسائی وابوداؤد وابن خزیمۃ، و رواہ النسائی ایضا وابن ماجۃ وابن حبان عن عبداللہ بن بسر دون ذکر اختہ)

حضرت عبداللہ بن بسر اپنی بہن حضرت صماء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روزہ رکھو شنبہ کا سوائے ان کے جو تم پر فرض ہیں (مثلاً رمضان میں شنبہ آئے) اگر تم میں سے ایک شخص کو (شنبہ کے دن) سوائے انگور کی چھال یا کسی درخت کی ٹہنی کے اور کچھ بھی نہ ملے تو اسی کو چبالے۔

تشریح :-

یہاں بھی جمعہ کی طرح اس بات کی ممانعت ہے کہ تنہا شنبہ کا روزہ رکھا جائے چنانچہ ابھی حدیث میں گزرا ہے کہ جمعہ کے دن اس طور پر روزہ رکھ سکتے ہیں کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی روزہ رکھا جائے[2] اس میں شنبہ کے روزے کی بھی اجازت ہو گئی، شنبہ کے تنہا روزے کی ممانعت بظاہر اس لیے ہے کہ یہ یہود کا خاص معظم دن ہے ورنہ بذاتِ خود شنبہ کے روزے میں کوئی قباحت نہیں ہے، چنانچہ دوسرے موقع پر جب آپ نے دیکھا کہ مشرکین شنبہ اور اتوار کو عید مناتے ہیں تو آپ شنبہ اور اتوار کا روزہ رکھنے لگے جیسا کہ حضرت ام سلمہ

---

[1] نی ل: لیس، وھو تصحیف۔

[2] بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہود شنبہ کو روزہ رکھتے تھے اس لیے آپ نے اہلِ اسلام کو اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمادیا (نور اللمعۃ فی خصائص الجمعۃ للسیوطی) الرسائل المنیریہ ج ۱ ص ۹۰، والمرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۲ ص ۴۸ ۵۔

کی ایک روایت میں اس کی وضاحت ہے۔

صومِ داؤدی کی فضیلت یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا — اور ہمیشہ روزے رکھنے کی کراہت

(۵۰۷) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص[1] رضی اللہ عنہما قال، قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انک لتصوم الدھر[2] وتقوم اللیل؟ قلت: نعم قال، انک اذا فعلت ذلک ھجمت[3] لہ العین ونفہت[4] لہ النفس، لاصام من صام الابد، صوم ثلاثۃ ایام من الشھر صوم الشھر کلہ: قلت فانی اطیق اکثر من ذلک - قال: فصم صوم داؤد[5] کان یصوم یوما ویفطر یوما، ولا یفر اذا لاقی۔

(رواہ البخاری ومسلم وغیرھما)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصی رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم ہمیشہ (دن کو) روزے رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا، جب تم یہ کرو گے تو اس کی وجہ سے تمہاری آنکھیں کمزور ہو کر اندر کو دھنس جائیں گی اور جسم تھک کر کمزور و عاجز ہو جائے گا۔ نہیں روزہ رکھا جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔ مہینے میں تین دن کے روزے (اجر و ثواب میں) پورے مہینے کے

---

[1] فی ق: العاص - [2] فی ح وھامش ق: الدھر - [3] ھجمت العین بفتح الھاء والجیم ای غارت وظھر علیھا الضعف [4] نفہت کعلمت ای کلت وملت واعیت۔ [5] فی ح: داؤد علیہ السلام۔

روزوں کے برابر ہیں۔ میں نے عرض کیا: مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے فرمایا تو حضرت داؤد علیہ السلام والے روزے رکھو، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن بے روزہ رہتے تھے، اور جب دشمن سے مڈبھیڑ ہوتی تو بھاگتے نہ تھے۔

تشریح :-

شریعتِ اسلامی نے بندوں کی آسانی اور ان کی ضروریات کا بہت لحاظ رکھا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصی اگرچہ بہت زیادہ شوق رکھتے تھے مگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صومِ داؤدی سے زیادہ کی اجازت نہ دی، کیونکہ اس میں تن درستی پر خراب اثر پڑ سکتا تھا، اور یہ جو فرمایا کہ "نہیں روزہ رکھا جس نے ہمیشہ روزہ رکھا" اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کچھ روزہ نہیں ہے کہ صحت متاثر ہو جائے اور آدمی کمزوری کے سبب بہت سے نیک کام کرنے سے محروم ہو جائے۔ کھانے پینے میں دوست احباب اور مہمان وغیرہ کا ساتھ نہ دے سکے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جو ہمیشہ روزے رکھنے کا معمول بنائے گا وہ اس کو نباہ نہ سکے گا[1]

دشمن کے مقابلے سے نہ بھاگنے کا ذکر کرنے میں یہاں یہ نکتہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اس قدر صحت و طاقت کے باوجود اس سے زیادہ روزے نہ رکھتے تھے۔ آدمی کو خدا نے جتنی طاقت دی ہے اسے خرچ کرنے کے لیے روزوں کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ہیں۔

متعدد روایتوں میں ہمیشہ روزے رکھنے کی فضیلت بھی آئی ہے[2] جن کی

---

[1] و قیل صوم الابد مع صوم العیدین و ما معہما من الصیام المحرمۃ۔

[2] دیکھیے مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۲ و ص ۱۹۳۔

وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بہت سے مشائخ کا معمول ہمیشہ روزے رکھنے کا رہا ہے اور اس حدیث میں چونکہ منع کرنے کے ساتھ کمزوری کا اندیشہ بھی ظاہر کیا گیا ہے اس لیے ان حضرات کا خیال ہے کہ اگر کسی کو اپنے متعلق یہ امید ہو کہ مسلسل روزے رکھنے سے اس کی صحت پر کوئی خراب اثر نہ پڑے گا تو اس کے لیے ممانعت نہیں ہے۔

لیکن اکثر روایات میں جو سند کے لحاظ سے بھی زیادہ قوی ہیں یہی ہے کہ صوم داؤدی سے زیادہ روزے نہ رکھے جائیں۔ حدیث نمبر ۴۹۶ اور اس کی تشریح کے ضمن میں کئی روایات میں آچکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے بار بار زیادتی کی اجازت چاہی اور یہ کہہ کر چاہی کہ میرے اندر اس سے زیادہ کی طاقت ہے لیکن آپؐ نے صوم داؤدی سے زیادہ کی اجازت نہ دی اور ارشاد فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جب بھی حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر آتا تو آپؐ فرماتے تھے: کان اعبد البشر یعنی وہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے[۲]۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں اور

---

[۱] جیسے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حافظ ابو نعیم نے نقل کیا ہے کہ کان عثمان یصوم الدھر یعنی یہ ہمیشہ روزے رکھتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵۶ مصر ۱۳۵۱ھ)

اور جیسے حضرت ابو امامہؓ اور ان کی بیوی اور خادم (حدیث گزشتہ ۴۲۹ و مسند احمد ج ۵ ص ۲۵۵۔ طبع مصر قدیم) اور حضرت زید بن سہلؓ (اصابہ ج ۲ ص ۲۹)

[۲] رواہ الترمذی والحاکم عن ابی الدرداءؓ (الجامع الصغیر ۲ ص ۸۹) ورواہ البزار فی حدیث طویل عنہ واسنادہ حسن۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۶)

عبادت کا ذکر ابھی حدیث نمبر ۹۶۴ میں اور تہجد کے بیان میں حدیث نمبر ۲۷۰ میں آچکا ہے[1] ــــ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معمولات روزوں کے سلسلے میں مختلف رہے ہیں، حضرت نوح علیہ السلام عید الفطر و عید الاضحیٰ کے علاوہ ہمیشہ روزے رکھتے تھے[2] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معمول مہینے میں تین روزوں کا تھا[3]۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور دو دن یا اس سے بھی کچھ زائد بے روزہ رہتے تھے[4] اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مخصوص دنوں کے علاوہ جب آپ مسلسل روزے رکھتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ جب روزے رکھنے پہ آتے تو مسلسل رکھے چلے جاتے حتیٰ کہ ہم سوچتے کہ چھوڑیں گے ہی نہیں اور جب چھوڑتے تو معلوم ہوتا کہ اب روزے رکھیں گے ہی نہیں۔ لیکن وہ یہ بھی فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو رمضان کے سوا کسی پورے مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا[5]۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے معمولات مختلف ہیں لیکن حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے روزوں کا جو طریقہ پسند کیا اس کی تفصیل یہ مذکورہ تمام نفل روزے ہیں اور جو ان سے زیادہ کا شوق رکھتا ہو اس کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کا معمول تجویز فرمایا اور اس سے زائد کو منع فرما دیا۔

ایک بار حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک صحابی عورت کا ذکر ہوا کہ

---

[1] اسی جلد کا صفحہ ۸۷ اور ۸۸ ـ [2] ابن ماجہ ص ۱۲۴ عن عبد اللہ بن عمرو، طبرانی بیہقی عنہ بسیاق آخر (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۹۵، الجامع الصغیر ج ۲ ص ۴۴)
[3] طبرانی بیہقی عن عبد اللہ بن عمرو (مجمع الزوائد والجامع الصغیر ایضاً) [4] حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۴ (مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ) [5] بخاری و مسلم عن عائشہ ـــ (مشکوٰۃ ص ۱۷۸)

وہ رات کو نمازیں پڑھتی ہیں اور دن کو روزے رکھتی ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ میں تو رات کو سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں اور بے روزہ بھی رہتا ہوں۔ بس جو میرا اتباع کرے وہ میرا ہے اور جو میرے طریقے سے منہ موڑ لے وہ میرا نہیں۔[1]

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے کیا عمدہ بات کہی ہے کہ:۔

ان الصیام تریاق والتریاق لا یستعمل الا بقدر المرض[2]

روزہ اک تریاق ہے اور تریاق کا استعمال بیماری کے بقدر ہی ہوتا ہے۔

اس لیے ایک طبیب روحانی اور شیخ طریقت کسی سالک کے مخصوص حال کے پیش نظر اگر بطور علاج ہمیشہ روزے رکھنا تجویز کر دے تو یہ بات الگ ہے لیکن عام مسلمانوں کو بطور ایک عبادت کے زیادہ سے زیادہ جو روزے رکھنے کی اجازت ہے وہ صوم داؤدی ہے۔

شوہر کی موجودگی میں بیوی کے نفل روزے:۔

(۵۰۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یحل لامرأۃ ان تصوم وزوجھا شاھد الا باذنہ، ولا تاذن فی بیتہ الا باذنہ۔

رواہ البخاری واللفظ لہ ومسلم وغیرھما ورواہ احمد باسناد حسن وزاد: الا رمضان[3]

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے شوہر کی

---

[1] رواہ احمد والبغوی فی معجمہ فی حدیث عن مجاھد عن رجل من الانصار من اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ورجالہ رجال الصحیح۔ (مجمع الزوائد ۲/۱۹۳) والاعتصام للشاطبی ج ۱ ص ۷۵)
[2] حجۃ اللہ البالغہ ۲/۴۷۔ [3] الترغیب (باقی اگلے صفحہ پر)

موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے، اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت اس سے پوچھے بغیر دیدے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ "علاوہ رمضان کے کوئی روزہ رکھے"

تشریح :۔

اجازت یا تو زبانی طور پر لے لی جائے، اور یہی بہتر ہے اور اگر عورت کو یہ یقین ہے کہ میں روزہ رکھ لوں گی تو انہیں ناگوار نہ ہوگا یا یہ کہ شوہر کی طرف سے پہلے سے اجازت ہے تو بغیر نئی اجازت کے بھی روزہ رکھ سکتی ہے۔ اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ نہ معلوم کس وقت ایسا تقاضا پیش آجائے جس میں روزہ رکاوٹ ہو۔ البتہ رمضان کا روزہ فرض ہے اس میں کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔

گھر میں آنے والا اگر کوئی اجنبی ہے تو اسے تو گھر میں بلانے کا جواز ہی کیا ہے؛ لیکن اگر کوئی رشتے دار بھی ہے تب بھی شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کو گھر میں بلائے یا گھر میں قیام کرائے، اجازت یا تو اس وقت حاصل کی جائے یا پھر عام اجازت ہو اور یقین ہو کہ رشتے داروں کا آنا اور ٹھہرنا شوہر کو ناگوار نہ ہوگا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) فی الصوم وفی النکاح ص۷۸۴ و مجمع الزوائد ج ۲ ص۳۰۰ ۔

عیدین اور قربانی کا بیان

عیدین کی راتوں میں عبادت :-

(۵۰۹) عن ابی امامة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من قام لیلتی العیدین محتسبا لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب۔

رواہ ابن ماجۃ ورواتہ ثقات الا ان بقیۃ مدلس وقد عنعنہ[1] ورواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر عن عبادۃ بن الصامت ولفظہ من احیا لیلۃ الفطر ولیلۃ الاضحی لم یمت الحدیث وفیہ عمر بن ھارون البلخی والغالب علیہ الضعف واثنی علیہ ابن مھدی وغیرہ ولکن ضعفہ جماعۃ کثیرۃ۔ واللہ اعلم[2]

---

[1] بھامش ق: ھذا اسناد ضعیف لتدلیس بقیۃ عن ثور لکن لم ینفرد بہ بقیۃ عن ثور فقد تابعہ علیہ عمر بن ھارون وھو ضعیف کما رواہ الاصبہانی

[2] من الترغیب ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۹۸۔ وراجع للبسط فیہ التلخیص الحبیر ص ۱۴۳۔ وفیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۶ ص ۱۹۱۔ لعبد الرؤف المناوی۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عیدین کی دونوں راتوں میں خالص اجر و ثواب کی امید پر عبادت کی اس کا دل (قیامت کے) اس (ہولناک) دن میں مردہ نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل (خوف و دہشت سے) مُردہ ہوں گے۔

تشریح :۔

قیامت کے ہولناک دن میں خوف و ہراس اور تکلیف و پریشانی کا یہ عالم ہوگا کہ آدمی زندگی پر موت کو ترجیح دے، جو لوگ ان دو مبارک راتوں میں اپنے دل اپنے پروردگار سے لگائے رہیں گے قیامت کے دن ان کو امن و سکون اور راحت و آرام نصیب ہوگا۔

اور بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس شخص کا دل دنیا کی محبت میں دیوانہ نہ ہوگا، جو حقیقت میں دلوں کے لیے موت ہے اور یہ شخص بُری موت سے محفوظ رہے گا[1]

عیدین میں تکبیر کی کثرت

(۵۱۰) روی[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ[3]

---

[1] فیض القدیر للمناوی ص ۱۹۱/۶۔ [2] ذکرہ المصنف بصیغۃ التمریض ولکن قبلناہ لکونہ مؤیدا بعدۃ روایات بالفاظ مختلفۃ وطرق عدیدۃ۔ [3] فی عامۃ نسخ الجامع الصغیر: عن انس، ولعلہ بتصحیف (باقی صفحہ آئندہ پر)

صلی اللہ علیہ وسلم: زینوا اعیادکم بالتکبیر۔

(رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط قال المنذری وفیہ نکارۃ وقال الھیثمی وفیہ عمر بن راشد ضعفہ احمد وابن معین والنسائی وقال العجلی لاباس بہ وقال الحافظ ابن حجر عمر ضعیف ولاباس بالباقین وبقیۃ وان کان مدلسا فقد صرح بالتحدیث[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی عیدوں کو تکبیر سے بارونق بناؤ۔

تشریح:۔

عید کے دن سنت یہ ہے کہ نماز کے لیے سب لوگ پیدل[2] جائیں اور تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الحمد۔ کہتے ہوئے جائیں، اس میں رونق وزینت بھی ہے اور اسلامی شان وشوکت کا اظہار بھی۔

یہ تکبیر کسی قدر بلند آواز سے کہنی چاہیے اور اس معاملے میں عید الفطر

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) من بعض النساخ وفی بعضھا۔ علی ما قال المناوی عن ابی ھریرۃ وھو الصواب واللہ اعلم۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۹۷ وفیض القدیر ج ۴ وقال العزیزی فی شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۰۱ قال الشیخ حدیث حسن۔

[2] روی الترمذی ج ۱ ص ۱۰۲ وعبد الرزاق فی مصنفہ ج ۳ ص ۲۸۹ والبیہقی فی سننہ الکبریٰ ج ۳ ص ۲۸۱۔ عن علیؓ قال من السنۃ ان یخرج الی العید ماشیا الحدیث۔

اور عید الاضحیٰ دونوں برابر ہیں[1]، اور بعض اماموں نے کہا ہے کہ عید الفطر میں آہستہ کہی جائیں اور عید الاضحیٰ میں ذرا آواز سے[2]۔

عید الفطر کی نماز کے لیے جانے والوں کی فضیلت :۔

(۱۱۵) عن سعید[3] بن اوس الانصاری عن ابیہ[4] رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اذا کان یوم عید الفطر وقفت الملائکۃ علی ابواب الطرق فنادوا اغدوا یا معشر المسلمین الی رب کریم یمن بالخیر ثم یثیب علیہ الجزیل ۔ لقد اُمرتم بقیام اللیل فقمتم ، واُمرتم بصیام النہار فصمتم ، واطعتم ربکم ، فاقبضوا جوائزکم فاذا صلوا نادی مناد : الا ان ربکم قد غفر لکم فارجعوا راشدین الی رحالکم ۔ فھو یوم الجائزۃ ویسمی ذالک الیوم فی السماء یوم الجائزۃ ۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر من روایۃ جابر الجعفی[5]

---

[1] رواہ الدارقطنی والبیہقی عن ابن عمرؓ مرفوعاً وموقوفاً (نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۰۹) [2] نصب الرایہ ایضاً۔ [3] من ق وھو الثابت فی مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۰۱ وجمع الفوائد ج ۱ ص ۱۰۵ (المطبعۃ الخیریہ میرٹھ ، الھند ۱۳۴۵ھ) والاصابۃ ج ۱ ص ۸۹ ، وفی النسخ الخمسۃ المطبوعۃ سعد وھو تصحیف۔
[4] فی ق علیہ علامۃ النسخۃ یعنی انھا نسخۃ والاصل حذفہ قلت ھذا الحذف لیس بشیٔ فان سعیداً ھذا لیس بصحابی وانما یروی عن ابیہ۔ [5] قال النسائی وغیرہ بانہ متروک

والحسن بن سفیان فی مسندہ[۱]

سعید بن اوس اپنے والد اوس انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آواز لگاتے ہیں کہ مسلمانو! آؤ اپنے کریم پروردگار کی بارگاہ میں جو اپنے کرم واحسان سے بندوں کو نیکیوں کی توفیق دیتا ہے اور پھر اس پر اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے، تمہیں رات کی عبادت کا حکم ہوا تم نے وہ پورا کیا، تمہیں دن کے روزوں کا حکم ہوا تم نے وہ بھی پورا کیا اور اپنے رب کی فرماں برداری کر کے دکھائی، اب اپنے انعامات لے جاؤ۔

پھر جب وہ نماز (عید) سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ایک پکارنے والا آواز لگاتا ہے: لوگو! یقیناً تمہارے پروردگار نے تم سب کو بخش دیا۔ پس جاؤ تم کامیاب و بامراد اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ اس طرح یہ دن "یوم الجائزہ" (انعام کا دن) ہے۔ اور

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) متروك ووثقه الثوری وروی عنه هو وشعبة وقال وكيع: ما شككتم فی شیء فلا تشكوا ان جابرا الجعفی ثقة (رجال المنذری فی آخر الترغیب ص ۵۶۶/۴ ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۰۱ - [۱] ذکره الحافظ فی الاصابة ج ۱ ص ۸۹ - وللحديث شاهد من حديث ابی هريرة عند احمد والبزار والبيهقی وحديث آخر عنه عند الاصبهانی [۲] احديث طويل عن ابن عباس متضمن لمعنی هذا الحديث عند ابی الشيخ والبيهقی ذكرها المصنف فی الصيام الثلاثة ملفظ ه‍ دی

ملا علی نے بھی اس دن کا نام "یوم الجائزہ" ہی ہے۔

قربانی:۔

(۵۱۲) عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما عمل آدمیٌّ من عمل یوم النحر احبّ الی اللہ من اهراق الدم، وانہ لتاتی یوم القیامة[1] بقرونها واشعارها واظلافها، وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع من الارض، فطیبوا بها نفساً۔

(رواہ ابن ماجة والترمذی وقال حسن غریب والحاکم وقال صحیح الاسناد، قال الحافظ المنذری فیہ سلیمان بن یزید واہ وقد وثق)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم النحر (بقرعید کے دن) آدمی کوئی کام ایسا نہیں کرسکتا، جو اللہ تعالیٰ کو خون بہانے سے زیادہ پیارا ہو، اور بلاشبہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت (زندہ ہو کر صحیح سالم) حاضر ہوگا اور یقیناً یہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کے یہاں ایک خاص مقام (اور درجۂ قبولیت) پا جاتا

---

[1] کذا فی الاربعة المطبوعة وق وهکذا فی سنن الترمذی ج ۱ ص ۲۱۸ وابن ماجة ص ۲۳۳، والمشکوٰة ص ۱۲۸ والمرقاة ج ۲ ص ۲۶۷ ومنتقی الاخبار ج ۵ ص ۱۱۷ نیل الاوطار والجامع الصغیر وغیرہا، وفی ح: یوم القیامة فی لہ شعر بقرونها الخ۔۔

ہے، اس لیے بہت خوشدلی اور شوق سے قربانی کیا کرو۔

تشریح :۔

یعنی بوجھ اور تاوان کے طور پر بادلِ ناخواستہ نہیں بلکہ پوری رغبت و شوق اور آمادگی وچاہت کے ساتھ قربانی کیا کرو۔

(۵۱۳) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم الاضحیٰ[1] : ما عمل آدمی فی ھذا الیوم افضل من دم یھراق الا ان تکون[2] رحما توصل۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ یحیی بن الحسن الخشنی قال الھیثمی وھو ضعیف وقد وثقہ جماعۃ[3])

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن فرمایا: آج کے دن کوئی آدمی خون بہانے سے زیادہ افضل کوئی کام نہیں کر سکتا ہاں! کسی رشتے دار کے ساتھ حسنِ سلوک اس سے بڑھ کر ہو تو ہو۔

تشریح :۔

بعض عبادتوں کا بعض دنوں میں خصوصی اجر وثواب ہے، خدائے رحمٰن ورحیم

---

[1] فی ح : اضحی۔ وکذا فی مجمع الزوائد۔

[2] فی ح : یکون۔ وکذا فی مجمع الزوائد۔

[3] الترغیب ومجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۸۔ قال المنذری فی اسنادہ یحیی بن الحسن الخشنی لا یحضرنی حالہ۔

اور رؤف وکریم کو اس دن سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے کہ اس کے نام پر زیادہ سے زیادہ جانیں قربان ہوں اور خون بہے، یہ در اصل انسان کے اپنے جذبات کی قربانی اور اس کی فداکاری کا امتحان ہے، چنانچہ اس کی ابتدا ملت اسلامیہ کے جد امجد خدا کے بہت برگزیدہ بندے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ایک بے مثال قربانی سے ہوئی ہے، اپنے اکلوتے بیٹے کو خود اپنے ہاتھوں ذبح کر دینے سے بڑھ کر اور کیا قربانی ہو سکتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی طرف سے یہ کر دکھایا، اگرچہ خدا نے ان کے لخت جگر کی جان بچالی، اس اصل قربانی کی ہمت تو ہر شخص نہیں کر سکتا تھا، اس لیے خدا نے اپنے کرم سے اس کا حکم تو نہیں دیا، البتہ اس مبارک عظیم قربانی کی یادگار اس ملت حنیفیہ میں جاری رکھی[1] اور ہر سال اس کا دہرانا اہل استطاعت پر لازم کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ[2] (اللہ کے پاس نہ ان (جانوروں کا) گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے)۔ اس لیے جب چھری پھیر دی، جذبۂ قربانی اور دل کے تقویٰ کا امتحان ہو گیا، خون کا قطرہ زمین پر بعد میں پڑا۔ نیک نیتی اور خلوص پہلے قبول ہو گیا۔

اس آیت نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ صرف جانوروں کا خون بہا دینے

---

[1] وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (سورۃ الحج آیت ۳۶) اور قربانی کے اونٹ اور دیگر جانور، ہم نے تمہارے لیے (دین کی) یادگار بنائے ہیں۔

[2] سورۃ الحج آیت ۳۷۔

سے یا گوشت کھانے کھلانے ہی سے خدا کی خوشنودی حاصل نہیں ہوجاتی بلکہ اس کے یہاں تو اصلی قیمت تقویٰ، خلوص، خوش دلی اور جوشِ محبت اور جذبۂ قربانی کی ہے، جس بندے میں یہ خوبی جتنی زیادہ ہے اس کی قربانی اتنی ہی زیادہ مقبول ہے۔

اس حدیث کے آخری الفاظ سے رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی بھی بہت بڑی فضیلت معلوم ہوگئی، تاہم یہ محض اس کی فضیلت اور مرتبے کا بیان ہے، یہ مطلب نہیں کہ یہ قربانی کا بدل ہو سکتا ہے۔

(۱۴) وعن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا فاطمۃ قومی الی اضحیتکِ فاشھدیھا، فانّ لکِ باول قطرۃ تقطر من دمھا ان یُغفرَ لکِ ما سلف من ذنوبکِ قالت یا رسول اللہ! النا خاصۃً اھلَ البیت او لنا وللمسلمین؟ قال: بل لنا وللمسلمین۔

(رواہ البزار وابو الشیخ بن حیان فی کتاب الضحایا وغیرہ وفیہ عطیۃ بن قیس وثق وفیہ کلام وروی نحوہ الحاکم وصححہ والبیھقی فی السنن الکبری والطبرانی فی الکبیر والاوسط عن عمران بن حصین وفیہ ابو حمزۃ الثمالی وھو ضعیف، ورواہ ابو القاسم الاصبھانی والبیھقی فی سننہ الکبری عن علیؓ وقد حسن بعض مشائخ المنذری حدیث علی ھذا[1])

حضرتِ ابوسعید خدریؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

[1] الترغیب والحصن الحصین ص ۱۳۸ (یوسفی لکھنؤ ۱۳۳۱ھ) ومجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷ والسنن الکبری للبیھقی ج ۹ ص ۲۸۳ (دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۵۶ھ)۔ [2] من سنن الکبری للبیھقی ج ۹ ص ۲۸۳۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا، فاطمہ! اُٹھو اور (اپنی قربانی کے پاس حاضر رہو (اور اسے ذبح ہوتے دیکھو) کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ جو زمین پر گرے گا اس کے ساتھ ہی تمہارے تمام گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے"۔ حضرت فاطمہؓ نے سوال کیا: "اللہ کے رسولؐ! یہ فضیلت ہم اہل بیت (خاندانِ نبوتؐ) کے لیے مخصوص ہے یا ہم اور تمام مسلمان اس کے مستحق ہیں؟" آپؐ نے فرمایا: "ہمارے لیے بھی اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی۔

تشریح:-

مستحب اور افضل یہ ہے کہ قربانی کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے[1] لیکن جو شخص کسی وجہ سے خود ذبح نہ کر سکے تو کم از کم ذبح ہونے وقت وہاں موجود رہے تاکہ اپنے جانور کو ذبح ہوتے اور اس کا خون بہتے اپنی آنکھ سے دیکھے، خود ذبح کرنے میں یا دوسرے درجہ میں اپنی موجودگی میں کسی سے ذبح کرانے میں جو شوق وخلوص جوامنگ اور خدا کے ساتھ جو دلی تعلق ہوتا ہے اور مقاصد قربانی کی تکمیل جو اس صورت میں ہوتی ہے کہیں دور بیٹھے بیٹھے کسی سے ذبح کرا لینے میں وہ بات نہیں۔

گنجائش کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید:-

(۵۱۵) عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه

---

[1] حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں کے متعلق سنن بیہقی میں نقل کیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرتی تھیں۔ (ج ۹ ص ۲۸۳)۔

وسلم قال: من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا۔

رواه احمد وابن ماجة واللفظ له ورواه الحاكم مرفوعا هكذا وصححه ووافقه الذهبي وموقوفا ولعله اشبه[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس گنجائش ہو اور اس کے باوجود وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

تشریح:۔

پوری ملت اسلامیہ بشریعت کا ایک اہم شعار اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی یادگار منا رہی ہے، انہی میں ایک شخص جسے خدا نے سب کچھ دیا ہے اور وہ آسانی سے اس اہم سنت میں حصہ لے سکتا ہے اور اس کے باوجود بے پرواہی برت رہا ہے تو اس کا کیا منہ ہے کہ سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر عید منائے۔

قربانی کے جانور سے کسی قسم کا مالی فائدہ اٹھانا:۔

(۵۱۶) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من باع جلد اضحيته فلا اضحية له۔

رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد والبيهقي[2] وفي سنديهما عبدالله بن عياش القتباني المصري قال المنذري مختلف فيه۔ وقد جاء في غير ما حديث النهي عن بيع جلد الاضحية[3]

---

[1] من الترغيب وسنن ابن ماجة ص ۲۳۲، وتلخیص المستدرک ج ۲ ص ۳۹۰ (فی التفسیر) و منتقی الاخبار (ج ۵ ص ۱۱۶ نیل الاوطار) واقتصر المصنف علی عزوه للحاکم ولفظه قریب من لفظ ابن ماجة

[3] من الترغیب والجامع الصغیر، قال الذهبی فی تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۳۹۰ (بابی جعفر صحیح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی قربانی کی کھال بیچ لی اس کی قربانی (کچھ قربانی) نہیں۔

تشریح:۔

قربانی کا گوشت، پوست اور اس کی اون وغیرہ آدمی یا تو خود استعمال کرے یا صدقہ کر دے، اسے فروخت کر کے اپنے کام میں لانا جائز نہیں۔ بخاری ومسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے یہ مضمون قدرے تفصیل سے نقل کیا گیا ہے۔

ذبح کرنے کے آداب

(۵۱۷) عن شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انّ اللہ کتب الاحسان علی کل شیء، فاذا قتلتم فاحسِنوا القِتلَۃَ، واذا ذبحتم فاحسنوا الذّبحۃَ ولیُحِدَّ احدُکم شفرتہ ولیُرِح ذبیحتہ۔ (رواہ احمد وعبد الرزاق والجماعۃ الا البخاری[۱])

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) (فی التفسیر) ابن عیاش ضعفہ ابو داؤد۔ [۳] منہا ما رواہ البخاری ومسلم واحمد عن علی قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان اتصدق بلحومہا وجلودہا واجلتہا وان لا اعطی الجازر منہا شیئاً وقال ونحن نعطیہ من عندنا (منتقی الاخبار، نیل ج ۵ ص ۱۳۷) ومنہا ما رواہ احمد عن ابی سعید عن قتادۃ بن النعمان مرفوعاً وفیہ: واستمتعوا بجلودہا ولا تبیعوہا، قال الہیثمی ہو مرسل صحیح الاسناد (منتقی الاخبار ومجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶)

[۱] حاشیہ صفحہ ہذا: الترغیب والمصنف لعبد الرزاق ج ۴ ص ۴۹۲ وفیض القدیر للمناوی ج ۲ ص ۲۴۶

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام میں خوش اسلوبی اور سلیقہ مندی فرض کی ہے، اس لیے جب تم کسی شخص کو قصاص وغیرہ میں قتل کرو تو خوش اسلوبی سے قتل کرو اور جب تم (کوئی جانور) ذبح کرو تو خوش اسلوبی سے ذبح کرو، اور (اس کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ) اپنے چھرے کو (پہلے سے) تیز کر لیا کرو، اور (اس طرح) جانور کو (موت کی تکلیف سے جلد) راحت دیدیا کرو۔

تشریح :۔

سلیقہ مندی ہر عمل کی جان ہے، اور شریعت اس کی سب سے بڑی نگہبان ہے، اس نے ہر ہر چیز میں اس کی تعلیم دی اور تاکید کی ہے، جانور کا ذبح کرنا تو اس سے اعلیٰ و افضل مخلوق یعنی انسان کی غذا کی خاطر حلال کیا گیا ہے لیکن ذبح کرنے میں جو تکلیف اس جانور کو ہوتی ہے اس کے متعلق تاکید ہے کہ یہ کم سے کم ہو، چنانچہ چھری پہلے سے خوب تیز کرنے کا حکم اسی لیے ہے کہ جتنی رگیں کٹنی ہیں جلد سے جلد کٹ جائیں اور یہ جانور موت اور زندگی کی کشمکش سے جلد نجات پا جائے۔ اوزار جتنا تیز ہوگا اتنی ہی اس سے تکلیف بھی کم ہوگی اور جسم و روح کا رشتہ بھی اس سے جلد منقطع ہو جائے گا۔ راحت دینے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ذبح کرنے کے بعد اسے اچھی طرح ٹھنڈا ہونے دیا جائے۔

(۵۱۸) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: مرّ رسول اللہ صلی اللہ

ے رات دن کا مشاہدہ ہے کہ جب تیز چاقو یا بلیڈ کہیں لگ جائے تو فوراً اس کا پتہ بھی نہیں چلتا، خون بہنے سے چاقو لگنے کا پتہ چلتا ہے۔

علیہ وسلم علی رجل واضعٍ رِجْلَہ علی صفحۃ شاۃ وھو یحِدُّ شفرتہ وھی تلحظ الیہ ببصرھا۔ قال افلا قبلَ ھذا؟! أوَ ترید ان تمیتھا موتتین[2] (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ رجال الصحیح وروی الحاکم نحوہ وصححہ علی شرط البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا جو ذبح کرنے کے لیے بکری کی گردن پر پاؤں رکھے ہوئے تھا، اور اسی حال میں وہ چھرا تیز کر رہا تھا اور بکری اس کی طرف نظر کیے دیکھ رہی تھی آپ نے (اس شخص سے) فرمایا: تم نے (یہ کام) اب سے پہلے ہی نہ کر لیا؟ تم چاہتے ہو کہ اسے دو موتیں مارو۔

تشریح :۔

یعنی اس بے زبان کی گردن دبائے اس کی نظروں کے سامنے جو تم چھرا تیز کر رہے ہو یہ منظر کیا اس کے لیے موت سے پہلے ایک اور موت نہیں ہے۔

(۵۱۹) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحد الشفار، وان توادی عن البھائم، وقال: اذا ذبح احدکم فلیجھز[3]۔ (رواہ احمد — وابن ماجۃ والبیھقی فی السنن الکبری[4])

---

[1] فی ص ل ن: وضع۔ [2] فی ص ل ن وھامش ق، موتات۔

[3] بضم الیاء وسکون الجیم وکسر الھاء وآخرہ زای ای فلیسرع ذبحہ ویتمہ (المنذری) — [4] مسند احمد ج ۸ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۵۸۶۴ سنن ابن ماجہ ۲۳۶، السنن الکبری للبیہقی ج ۹ ص ۲۸۰، وکذا المنذری لعزوہ لابن ماجۃ وذکرہ بلفظہ روی، قال محمد شاکر فی شرح المسند "اسنادہ صحیح"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھریاں تیز کرنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ کہ جانوروں سے ان کو چھپا کے رکھا جائے اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ذبح کرے تو چھری سے ذبح کر کے اس کا جلدی کام تمام کردے۔

(۵۲۰) وعن ابن سیرین ان عمر رضی اللہ عنہ رای رجلا یسحب شاۃ برجلھا لیذبحھا فقال لہ ویلک قدھا الی الموت قودا جمیلا۔[1]

رواہ عبد الرزاق فی کتابہ موقوفا ورواہ ایضا مرفوعا عن محمد بن راشد عن الوضین بن عطاء قال:

ان جزارا فتح بابا علی شاۃ لیذبحھا فانفلتت منہ حتی جاءت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتبعھا فاخذ[2] یسحبھا برجلھا فقال لھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اصبری لامر اللہ، وانت یا جزار فسقھا سوقا رفیقا۔[3] (قال المنذری ھذا معضل والوضین فیہ کلام)

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک بکری کی (پچھلی) ٹانگ پکڑ کر ذبح کرنے کے لیے گھسیٹے لا رہا ہے، حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: تیرا بُرا ہو! اسے موت کے لیے اچھے انداز سے لے جا۔

دوسری روایت میں وضین بن عطاءؒ کا بیان ہے کہ ایک قصائی

---

[1] المصنف لعبد الرزاق ج ۴ ص ۴۹۳، عبد الرزاق عن معمر عن ایوب عن ابن سیرین۔
[2] فی ح والمصنف: فاخذھا۔ [3] المصنف لعبد الرزاق ج ۴ ص ۴۹۳، عبد الرزاق قال: اخبرنا محمد بن راشد قال حدثنی الوضین بن عطاء فساقہ۔

نے ایک بکری ذبح کرنے کے لیے دریواڑے کا) دروازہ کھولا وہ اس سے چھوٹ کر بھاگ نکلی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئی قصائی پیچھے پیچھے آیا اور اس کی (پچھلی) ٹانگ پکڑ کر گھسیٹنے لگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس بکری سے) فرمایا: اللہ کے حکم پر صبر کر اور اے قصاب! تو اسے نرمی سے ہانک کر لے جا۔

تشریح :-

بہت سے قصائی جانوروں کے ساتھ بڑی بے دردی کا سلوک کرتے ہیں، پہلی بات تو یہی ہے کہ جانور کے سامنے عین ذبح ہونے کے وقت سے پہلے یہ بات آنی ہی نہیں چاہیئے کہ وہ ذبح ہونے والا ہے جیساکہ اوپر والی روایتوں سے ظاہر ہے، دوسرے اگر جانور اس بات کو محسوس کر کے یا بلا محسوس کیے یونہی بھاگ گیا تو اسے پکڑ کر لانے میں اچھا اور رحمدلانہ رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔
قَوْد کے معنی ہیں جانور کو رسی وغیرہ کے ذریعہ سامنے سے کھینچ کر لے جانا اور سَوْق کے معنی پیچھے سے ہانک کر لے جانا تو جانور کو یا تو سامنے سے کھینچنا چاہیئے جیساکہ حضرت عمرؓ کے فرمان میں ہے یا پیچھے سے ہانک کر لے جانا چاہیئے

لہ اردو اور فارسی میں چوپایوں کی چاروں ٹانگیں "پا" اور "پاؤں" کہلاتی ہیں لیکن عربی زبان میں اگلی دو ٹانگوں کو "یدان" (ہاتھ) اور پچھلی ٹانگوں کو "رجلان" (پاؤں) اور چاروں کو "قوائم" (ٹانگیں) کہتے ہیں (کمایظہر من فقہ اللغۃ للثعالبی ص ۲۴۳ و ص ۲۸۹ و کفایۃ المتحفظ لابن الاجدابی ص ۱۴۱ (مطبع قاسمی دیوبند ۱۳۴۷ھ) اس لئے جب عربی میں کسی چوپائے کے لئے "رجل" بولا جائے تو پچھلی ٹانگ ہی سمجھی جائے گی

لہ حاشیہ ۴۲۱ صفحہ پر دیکھیے۔

جیسا کہ ارشادِ نبوی میں مشورہ دیا گیا ہے۔ لیکن پچھلی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹنا تو بالکل ایک غیر فطری اور وحشیانہ طریقہ ہے۔

(دوسری جلد تمام ہوئی)

الحمدللہ کہ آج ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۷۵ء بروز پنجشنبہ صبح ساڑھے چار بجے انتخاب الترغیب والترہیب کی جلد دوم سے فراغت ہوئی۔ اب تیسری جلد حج اور اس کے متعلقات کے بیان سے شروع ہوگی۔

محمد عبداللہ طارق دہلوی



